UNIVERSAL LIBRARY
OU_224340
UNIVERSAL LIBRARY

BROWN
BOOK ONLY

فہرست مضامین

مضمون	نام مصنف	صفحہ
دیباچہ		
ابن رشد اور اسکی ہمعصر	عالیجناب نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین بی۔ اے	۱
علم اللسان	شمس العلما مولوی سید علی۔ بی اے۔ بی۔ ایل وغیرہ۔	۷۵
طلسم اعضاے انسانی	ایضاً	۱۰۴
قبل از اسلام اہل عرب کا حال	خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ	۱۲۶
تاج محل آگرہ	نواب عماد نواز جنگ بہادر	۱۹۲
اہرام مصری	مولوی محمد ابو الحسن صاحب	۲۱۷
قد آدم	محمد عبد الکریم خانصاحب آنراد۔ گورکھپور	۲۳۲
نیچر کی چیزون کی تسخیر مین۔ ہزار درجہ زیادہ فایدہ ملکون کی تسخیر سے ہے۔	خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاء اللہ۔ فیلو۔ الہ آباد۔ یونیورسٹی	۲۴۶
المنظر فی التاریخ	مولوی غلام الثقلین۔ بی۔ اے۔ بی ایل	۲۷۴

تاریخ اسلام منتخبہ حالات

دیباچہ

بلاشبہہ پریس کا موجد دنیا کا بہت بڑا محسن گذرا ہے اس زمانہ کی تہذیب و شائستگی کا بڑا انحصار پریس پر ہے اگر آج یہہ صفحہ ہستی پر سے ناپید ہوجاے تو پھر دنیا کی جیسی بدتر حالت ہوجائیگی اُسکی تصویر ہر ایک سمجھدار شخص اپنی خیال مین کھینچ سکتا ہے - یہہ اُردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ اُسے ایسا زمانہ ملا ہے جو پریس کا زمانہ ہے اور جسمین کسی زبان کا ترقی کرنا بہ نسبت قدیم زمانہ کے بہت آسان ہی اُردو کو اس وقت بڑی ضرورت ایسے لوگون کی ہے جو مغربی علوم کے خزانے یہان لاکر بچھا دے اُسے ایسے لوگون کی ضرورت

وہ دوسرے کو کہان نصیب ہو سکتا ہے۔ گو وہ طوفان اب ہوا ہو گیا
ہے۔ لیکن اسکی فصیح اور پرجوش تحریرین اب تک پڑہنے والون کے
دلون پر اثر کرتی ہین اور کرتی رہینگی۔ سرسید کا یہہ ایک بڑا کام تھا۔
اور اُنکے خیالات کے اظہار کا آلہ بھی تہذیب الاخلاق کا پرچہ تھا۔
کوتہ اندیش لوگون نے اِسکی مخالفت مین کئے پرچے جاری کئے۔
لیکن بجاے اسکے کہ اُسے کم زور کرتے اُسکی قوت اور بڑھ گئی۔ اور
اسکا جوش اور زور دن بدن بڑہتا گیا۔ سچ کی رونق مخالفت سے بھی ایسی
ہی بڑہتی ہے جیسے تائید سے بلکہ مخالفت سے کچھہ زیادہ ہی ہوتی ہے۔
اس پرچہ نے مسلمانون کے خیالات اور اُردو زبان مین ایک انقلاب
پیدا کر دیا۔ اور اس لحاظ سے یہہ پرچہ اپنا نظیر آپ ہے۔ اسکا اُردو
زبان کے کسی دوسرے میگزین سے مقابلہ کرنا بعینہ ایسا ہے جیسے خالص
سونے کی انگوٹھی کا مقابلہ ملمع کی انگوٹھی سے۔ اسمین ہزار آب و تاب ہو
لیکن سونے کی بات کہان پیدا ہو سکتی ہے۔ یہہ ممکن ہے کہ اس زمانہ

مین کوئی میگزین اُس سے زیادہ خوبی اور لیاقت کے ساتھ جاری ہو لیکن وہ جوش خروش۔ وہ پُر آشوب زمانہ اور خصوصاً سرسید کا سادہ زبردست دل و دماغ کہان سے آئے گا۔

شبے مجنون بہ لیلے گفت کاے محبوب بے ہمتا
ترا عاشق شود پیدا ولے مجنون نخواہد شد

لیکن اسمین شک نہین کہ تہذیب الاخلاق کے بعد علمی رسالہ کی حیثیت سے حسن ہی ایک ایسا رسالہ تھا جو اسکے جانشین ہونے کا دعوے کرسکتا ہے۔ بلکہ اُسے کئی ایک لحاظ سے تفوق حاصل تھا۔

(۱) ایک تو یہہ کہ اسمین لکھنے والے بعض ایسے نامور اہل قلم ہین جنکے علم و فضل پر ملک و قوم کو ناز ہے مثلاً فاضل اجل عالیجناب نواب عماد الملک بہادر اور مولوی سید حسین بلگرامی۔ بی۔ اے۔ ڈائرکٹر ملک ایجوکیشن ریاست حیدر آباد۔ اور عالیجناب شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی بی۔ اے۔ ایل۔ بی وغیرہ وغیرہ جنکے بے بہا مضامین اس

مجموعہ میں درج ہیں اور یہہ وہ لوگ ہیں جنکے زور قلم سے خود تہذیب الاخلاق محروم رہا۔ یہہ مضامین فی الحقیقت اس قابل ہیں کہ بار بار چھاپے جائیں اور ملک مین شایع کئے جائیں۔ یہہ محققانہ اور فاضلانہ مضامین اردو لٹریچر مین اپنی نظیر آپ ہیں۔ اور سوا اسے رسالہ حسن کے دوسری جگہ نظر نہیں آتے۔

(۲) دوسرے تہذیب الاخلاق کا مقصد خاص تھا۔ اور حسن کا عام۔ تہذیب الاخلاق کے مضامین کا دائرہ بہت محدود تھا مگر حسن کے مضامین کا کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اس مین ہر علم و فن کے متعلق مضامین شایع ہوتے تھے۔ چنانچہ مذہبی تاریخی (سوشل) تمدنی۔ ملکی (پولیٹیکل) محققانہ مضامین ہر قسم کے پائے جاتے تھے۔

(۳) تیسرے چونکہ ہر ماہ سب سے عمدہ مضمون کے لئے ایک اشرفی نظر کیجاتی تھی۔ اس لئے بہت عمدہ عمدہ مضامین ایسے آجاتے تھے جو کسی اور میگزین کو نصیب نہیں ہو سکتے تھے۔

حسن کے بعد اُردو زبان مین کوئی قابل وقعت میگزین نرہا اگرچہ تہذیب الاخلاق مرحوم نے پھر ایک بار جنم لیا۔ مگر نظر بد نے اُسے نہ چھوڑا اور پھر بند ہوگیا۔ اسکے بعد کچھ عرصہ تک سنّاٹا رہا۔ اب پھر بعض بے چین دلون مین گدگدی اُٹھی ہے۔ ایک دو میگزین بھی جاری ہوئے ہین۔ اور خوشی کی بات ہے کہ اُن کے رنگ ڈھنگ بھی اچھے ہین۔ دیکھئے کب تک رہتے ہین۔ خدا اُن کی عمر مین برکت دے۔

لیکن اِن رسالون مین بڑا عیب یہہ ہوتا ہے کہ بہت سی علمی تحقیقاتین جو مدتون کے مطالعہ اور محنت کے بعد تحریر کی جاتی ہین۔ ایک دفعہ چھپ کر ایسی گم ہوجاتی ہین کہ ڈھونڈھے سے نہین ملتین۔ اُردو جو پہلے ہی سے کم بضاعت ہے اسمین ایسی تحریرون کا ہونا مغتنمات سے ہے خصوصاً اُن حضرات کے لئے جنہین علمی مضامین پڑھنے اور لکھنے کا شوق ہے اور جو یہہ چاہتے ہین کہ ہماری زبان بھی رفتہ رفتہ دنیا کی وسیع اور اعلےٰ زبانون مین شمار کی جائے۔ اس لئے یہہ مناسب سمجھا گیا کہ

یہہ بیش قیمت موتی جو زمانہ کی نا قدر دانی اور کچہہ اپنی غفلت سے کنکرون اور ٹھیکریون کے ساتھہ خس وخاشاک مین پڑے ہین ایک بار پھر پبلک کے سامنے پیش کئے جائین۔ پرکھنے والے پرکھین گے اور قدر دان سر اور آنکھون پر رکھین گے۔ ہم یہان جناب نواب عماد نواز جنگ بہادر (حسن بن عبداللہ) کا شکریہ ادا کرتے ہین۔ جنہون نے اپنی عنایت سے اس انتخاب کے چہاپنے کی اجازت دی۔

اس بات کا لکہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مجموعہ مین کُل وہی مضامین نہین ہین جن پر انعام دیا گیا ہے۔ کیونکہ اِن مین سے بعض مضامین ایسے بھی ہین جو اس قابل نہین کہ اُنہین دوبارہ چہاپا جائے انتخاب کے وقت اس امر کا زیادہ تر لحاظ رکھا گیا ہے کہ صرف وہی مضامین منتخب کئے جائین جن مین کوئی خاص علمی بات ہے یا جنکا شایع کرنا ملک کے لئے مفید ہوگا۔

عبدالحق۔ بی۔ اے

حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابن رشد اور اوسکے ہمعصر

برِ یورپ کے جنوب و مغرب مین ایک جزیرہ نما واقع ہے جس کے تین طرف دریا کا حصار ہے اور شمال کی جانب کوہ پیرنیز کی دیوار اوسے فرانس کے ملک سے جدا کرتی ہے ۔ یہہ جزیرہ نما اب اسپین اور پورٹگل دو سلطنتون پر منقسم ہے جنکو اگلے زمانہ مین ہسپانیہ اور لوسیٹانیہ کہتے تھے ۔ طارق بن زیاد پہلا مسلمان تھا جسنے اِس سرزمین مین قدم رکھا ۔ خلیفہ الولید بن عبدالملک کے زمانہ مین جبکہ امیر موسیٰ بن نصیر بلاد مغرب کا حاکم تھا طارق بن زیاد سات ہزار سوار اور

پیدل سکے جمعیت کے ساتھ سنہ ۹۲ ہجری کے بہار مین بندر الثنجہ کے ساحل
سے تجارتی جہازون مین سوار ہوکر ایک پہاڑ کے ٹیکرے پر اوترا جو آجتک
اوسکے نام سے مشہور ہی اور یوروپین زبانون مین بھی جبرالٹر یعنے جبل الطارق
کہلاتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ مین اکثر صوبجات اسپین کے مسلمانون کے قبضہ
مین آگئے اور چونکہ صوبہ اندلس پہلا صوبہ تھا جسپر مسلمانون نے قبضہ کیا
اور دارالامارہ قرطبہ بھی اسی صوبہ مین واقع تھا اونہون نے کل مملکت کا
نام اندلس رکھا۔ کما بیش آٹھ سو برس تک مسلمانون نے اس ملک
مین بادشاہت کی مگر آٹھوین صدی مین زوال شروع ہوا اور نوین
صدی تک یہہ دولت بالکل اونکے ہاتھ سے تلف ہوگئی اور سارا
ملک قبضہ سے نکل گیا۔ شعر حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روی گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد۔ اس آٹھ سو برس کے عرصہ
مین بھی نہ دولت ہمیشہ ایک حالت پر رہی اور نہ ایک خاندان نے
برابر حکمرانی کی کبھی بنی امیہ کا زور تہا کبھی بنی عامر کا دور دورہ رہا کسی

زمانہ مین زمانہ مرابطین کا یار رہا کبھی موحدین کا مددگار رہا ان انقلابون کے ساتھ بھی علوم و اخلاق کو جسقدر اندلس کے مسلمانون نے جلوہ دیا اور صفات انسانی اور کمالات روحانی و جسمانی جسمدرجہ اونھون نے حاصل کئے قدیم زمانہ کے سربرآوردہ قومون مین سے کم کسی قوم کو نصیب ہوے ہین۔ اس آٹھ سو برس کے عرصہ مین کئے دور اِس قسم کے گزرے کہ آجتک تاریخ سلف مین یادگار اور لایق اعتبار ہین ۔ یعنے وہ دور ہے جسمین علم و حکمت و صلاحیت و شایستگی و تہذیب کے درخت نے چند قرن کا نشو و نما چند سال مین حاصل کیا اور برسونکی مسافت مہینون مین طے کی۔ قومی زندگی مین یہہ وہ یادگار زمانے ہین جنکو بعد زوال و نکبت بھی ہم کبھی بھول نہین سکتے کیونکہ ہمارا بلکہ ہر قوم کا مائیہ فخر اور سرمائیہ نازش جو کچھ ہے وہ یہی ہے کہ اُس قوم نے اپنے زمانہ عروج مین اپنی سعی و کوشش سے مجموعی ذخیرہ علم و ہنر مین کسقدر راس المال بڑہایا اور ماہیت انسانیت کو حالت بہیمیت سے بہ نسبت گزشتہ قومون کے کسقدر آگے بڑہایا۔ ان دونون باتون کا اندازہ نہین ہوسکتا ہے الا تتبع

حالات سلف سے خصوصاً اوسوقت کے حالات سے جبکہ علم وہنر وتمدن
ودولت نے زیادہ ترقی کی ہو کیونکہ اس جستجو مین پادشاہون کے کروفر
اور سپہ سالارون کے فتوحات کی کچھ قدر ومنزلت نہین ہے بلکہ مورخ
فلسفی ان حوادث تاریخی کو اوسی نظر سے دیکھتا ہے جس نظر سے اوستاد
یا پدر مہربان ناچ رنگ سیر وتماشے پر نظر کرتا ہے کہ یہہ سب چیزین علمی
اور تحصیل علم مین ہارج اور تہذیب اخلاق کی ترقی کو سست کرنیوالی چیزین
ہین -

قاضی ابوالولید ابن رشد جسکے حالات اس مختصر تحریر مین بیان
کئے جائینگے اس قسم کے یادگار قرنون مین سے ایک قرن کے علم و
فضل کا نمونہ اور خلاصہ تھا -

قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد شہر قرطبہ مین
۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء مین پیدا ہوا اور قریب اسی برس کے سن کو پہنچکر
۵۹۵ھ مطابق ۱۱۹۸ء مین وفات پائی - ابن رشد کا خاندان قرطبہ مین ہمیشہ

سے عالی اور نام آور اور علم میں ممتاز تھا اس حکیم کا دادا **ابوالولید** بھی **قرطبہ** کا قاضی تھا اور فقہ مالکی میں بہت شہرت رکھتا تھا اس قاضی کے فتاوے سے ایک بڑی ضخیم کتاب ابن وزان خطیب مسجد قرطبہ نے جمع کی تھی اور اب تک اوسکا ایک نسخہ کتاب خانہ فرانس میں موجود ہے - تمام امصار مغرب و اندلس سے قاضی قرطبہ کے پاس سوالات آتے تھے - استفتا کیا جاتا تھا - امور مملکت میں بھی اس شخص کو بہت کچھ رسائی تھی اور بادشاہان مغرب اس سے مدد لیا کرتے تھے اور مشاورت کیا کرتے تھے - ایک موقع پر جب بعض ولایات اندلس سلطان سے منحرف ہو گئے تھے بغاوت کے رفع ہونیکے بعد ابوالولید اس خدمت پر مامور ہوا تھا کہ اونکے طرف سے اطاعت نامہ بادشاہ مراکش کے پاس پہنچا دے ایک مرتبہ جب الفانسو نے جسکو عربی مورخ **اذفنش بن ردمیر** لکھتے ہیں ثغور اسلام پر سخت یورش کی تھی اور معاہدین کی مدد سے **غرناطہ** کے قریب تک چلا آیا تھا اوسوقت اس حملہ کے دفع ہونے کے بعد ابوالولید نے خود مراکش جاکر **علی بن یوسف**

المرابطی سے جو اوسوقت کا خلیفہ تھا یہہ کہا کہ جب تک معاہدین کی معقول تلافی نہوگی دیار اسلام نصرانیون کے شر سے محفوظ نرہینگے چنانچہ اسکی صلاح سے بہت سے معاہدین جو غرناطہ کے قرب وجوار مین رہتے تھے اور جنہون نے الفانسو کو مدد دی تھی جلاوطن کئے گئے اور لیجاکر افریقیہ کے بعض شہرون مین بسائے گئے۔ ابوالولید کا بیٹا ابوالقاسم احمد حکیم ابن رشد کا باپ ۴۸۷ھ مین پیدا ہوا اور ۵۶۳ھ مین وفات پائی یہہ بھی قرطبہ کے قضات پر مقرر تھا۔ نہایت عبرت اور تعجب کا مقام ہے کہ ابن رشد جسکے نام نے صفحات یورپ مین ارسطو کے نام پر مدت تک تفوق پایا اور تمام علما وحکما مین زبان زد رہا اور آج تک مشہور ہے خود ہماری کتابون مین فقط حفید العلامہ ابن رشد یعنے اپنے دادا ابن رشد کے نام سے مشہور ہے۔

حکیم ابن رشد مثل اپنے بزرگون کے ابتدائی سن سے تحصیل علم مین مشغول ہوا اور اصول فقہ طریقہ اشعری اور فقہ مالکی کو مشاہیر علمای وقت

سے حاصل کیا۔ حدیث کو اپنے والد ابوالقاسم احمد سے اور ابوالقاسم بن بشکوال اور ابومروان بن مسرّۃ اور ابوبکر بن سمحون و ابوجعفر بن عبد العزیز سے یاد کیا اور ابوجعفر بن عبد العزیز اور ابوعبد اللہ المازری سے اجازہ پایا علم طب ابومروان ابن جریول البلنسی سے اور ابوجعفر بن درّون الترجالی سے سیکھا۔ کہتے ہین کہ روایت کی نسبت درایت مین اسکو زیادہ ملکہ تھا مگر سب سے زیادہ علوم اوّلیہ اور فنون عقلیہ مین دخل تھا ابن آبار لکھتا ہے کہ اندلس مین ابن رشد کا کوئی نظیر علم و فضل و کمال مین نہین پیدا ہوا اور باوجود اسکے نہایت متواضع و منکسر تھا۔ ابتدائی سن سے علم کی تحصیل اور اشاعت مین مصروف رہا بروایت ابن آبار لوگ کہتے ہین کہ بدو شعور سے کتاب بینی مین کبھی وقفہ نہین ہوا الا جس شب کو اوسکے والد نے وفات پائی اور جس رات اوسکی شادی ہوئی ابن آبار لکھتا ہے کہ اوسنے اپنی عمر مین اپنے مصنفات سے دس ہزار ورق سیاہ کئے علوم اولیہ

کیطرف اسے زیادہ میلان تھا اور اس فن مین اپنے وقت کا امام تھا
مگر اسکے ساتھ طب اور فقہ دونون مین صاحب الرّای تھا اور اسکے
قول سے لوگ استناد کرتے تھے - اگرچہ بعض مسائل فلسفی مین ابن رشد
ابن ماجہ کا مقلد ہے اور اپنے تصنیفات مین اوس حکیم بلند مرتبت کا ہمیشہ
بڑی عزت سے نام لیتا ہے مگر بعض اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ماجہ
ابن رشد کی ولادت سے پیشتر وفات پا چکا تھا - گو بعض مورخ لکھتے ہین
کہ ابن رشد کو ابن ماجہ سے تلمذ تھا اور بالذات اوسکی خدمت سے مستفید
ہوا تھا - ابن آبار لکھتا ہے کہ علوم اعراب و ادب مین بھی ابن رشد کو
بڑا ملکہ تھا - متنبی اور حبیب بن تمام کا دیوان اوسے حفظ یاد تھا اکثر اپنی
مجلس اور صحبت مین عمدہ موقعون پر اونکے اشعار پڑھا کرتا تھا - علم ادب
مین صاحب تصنیف بھی تھا چنانچہ ایک کتاب کا ذکر ابن آبار کرتا ہے جسکا
نام الضروری فی النحو تھا - ابن آبار لکھتا ہے کہ ابن رشد کو اپنے زمانہ
مین بہت عروج و تقرب حاصل ہوا مگر اوس نے کبھی اپنے حکومت و اقتدار

کو اپنی ثروت بڑہانے مین اور مال جمع کرنے مین صرف نہین کیا بلکہ اپنے ہم

شہر اور عموماً اہل اندلس کے مصالح اور منافع کا خواہان رہا اور انہین

کی رفاہ مین سعی و کوشش کرتا رہا۔ ابن رشد کے ابتدائی زمانہ مین اندلس

محول علما و حکما سے بھرا ہوا تھا۔ ابن طفیل ابو مروان بن زہر ابو بکر بن زہر

وغیرہ وہ لوگ ہین جنکا ہم مسلمان آج فخر کر سکتے ہین اور جنکا نام جب تک دنیا

مین قایم ہے زندہ رہیگا۔ ابن زہر کا خاندان جامع کمالات تھا اور ہر فرد

اس خاندان کا فرد اکمل تھا خصوص فنون طبیعیہ مین اس خاندان کے لوگون

کو بڑی دستگاہ تھی اور نام انکا یورپ مین آج تک مشہور ہے۔ ہر ایک

ان علما و حکما سے اپنے افق زمانہ کا آفتاب تھا اگرچہ ابن رشد کے

کمالات کی روشنی رفتہ رفتہ اِن سب پر غالب ہوگئی تھی۔ ایسے جلیل القدر لوگون کی

صحبت مین ابن رشد نے تربیت پائی۔ ابن رشد اور ابو مروان ابن زہر مین ایسی دوستی

تھی کہ جب ابن رشد نے کلیات طب کی تصنیف شروع کی ابو مروان ابن زہر نے

ابن رشد کی فرمایش سے جزئیات مین ایک کتاب لکھنی شروع کی تاکہ دونو دستون کی

تصنیفین یکجا ہو کر فن طب مین ایک کامل کتاب بن جائین اور جسطرح سے خود مصنف ایک جان دو قالب تھے اونکی تصنیف بھی ہمیشہ ایک ہی قالب مین مجتمع رہے ابن رشد کی کتاب کا نام کتاب الکلیات ہے اور ابن زہر کی کتاب کا نام تیسیر ہے۔ ابن رشد کے ذاتی حالات پر ہمکو کسی طرح کی اطلاع نہین۔ مسلمانون مین بہت کم بزرگان علم یا مذہب گذری ہین جنکے ذاتی حالات تفصیل ہمکو معلوم ہون اور اس بیخبری سے ہماری قوم کو کسقدر نقصان اور ہماری تاریخی علم مین کسقدر نقص واقع ہوا ہے وہی لوگ کچھ خوب اندازہ کر سکتے ہین جو آج کل کے طریقہ تراجم وسیر سے واقف ہین جسمین ہر ذی کمال کی ساری خانگی اور مخصوص کیفیتین اور اسکے خصائل وعادات اور معیشت ومعاشرت کے طریقہ لکھے جاتے ہین الغرض جو کچھہ احوال ابن رشد کا معلوم ہے یہان بیان کیا جاتا ہے۔

جن لوگون نے تاریخ مغرب افریقہ کا مطالعہ کیا ہے اور اس اقلیم کے حالات و انقلابات پر مطلع ہین وہ یقیناً واقف ہونگے کہ محمد بن عبد اللہ تومرت اور اُسکے خلیفہ عبد المومن نے کیونکر علی بن یوسف المرابطی کو

شکست دیکر مرابطین کی حکومت کو برباد کیا اور خود ممالک افریقہ و اندلس پر قابض ہو گیا۔ اگرچہ اس انقلاب دول کا باعث و محرک جوش مذہبی تھا اور ابتدا مین اس جوش نے جہلا سے متعصب اور عامیان غیر مہذب کی ہاتھ سے بہت کچھ علم کا خرابہ کیا اور کتابین جلوادین مگر عبد المومن کی تخت پر بیٹھتے ہی علم اور عالمون کے دن پھر گئے کتابون کی تباہی یک قلم موقوف ہوی اس علم دوست بادشاہ نے اپنے عصر کے سارے فلاسفہ کو اپنے گرد جمع کر کے علما اور فضلا کا نورتن بنا لیا بلکہ باغ لبسا دیا اس بادشاہ کے دربار مین ابن زہر ابن ماجہ ابن طفیل ابن رشد مقربین سلطنت مین سے گنے جاتے تھے ۵۴۸ھ م ۱۱۵۳ء مین ابن رشد کو عبد المومن نے مراکش مین بلوایا اوسوقت یہہ بادشاہ مدارس کے بنانے مین مشغول تھا اور ابن رشد کو اسی لئے بلایا تھا کہ اس کام مین اس سے مدد ملے چنانچہ مغرب کے سررشتہ تعلیمات کو کسقدر عبد المومن نے ترقی دی اور تعلیم و تعلم کو کسدرجہ شایع اور عام کیا اوس زمانہ کی تاریخ کے ملاحظہ سے تعلق رکھتا ہی۔ قصۂ مختصر ابن رشد اس کام کے

ساتھ ہیئت کی تحقیقات مین بھی مشغول تھا عبدالمومن کے بعد یوسف تخت نشین ہوا یہہ بادشاہ اپنے وقت کا بڑا عالم اور فاضل بلکہ اعلم و افضل گنا جاتا تھا۔ اسکے عہد مین ابن طفیل کو بہت کچھ فروغ ہوا اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل پیدا کیا۔ اس نے اپنے اقتدار اور قربت سے یہہ کام لیا کہ تمام اطراف و اکناف و دیار و امصار سے علما و فضلا بلا کر جمع کئے اور ابن طفیل ہی کے باعث سے ابن رشد کو امیر یوسف کے دربار مین رسوخ حاصل ہوا عبدالواحد ابن رشد کے ایک شاگرد کے زبانی روایت کرتا ہے کہ ابن رشد اکثر صحبتون مین اپنی پہلی باریابی کی کیفیت یون بیان کیا کرتا تھا۔ جب امیرالمومنین کے سامنے گیا اوسوقت وہ تنہا بیٹھا تھا اور سوائے ابن طفیل کے کوئی دوسرا حاضر نتھا مجھے دیکھتے ہی ابن طفیل نے میری تعریف و توصیف شروع کی۔ پہلے میری علو و قدامت خاندان کا ذکر کیا پھر اپنے حسن اخلاق سے میرے علم و فضل کی ستائش شروع کی اور اسقدر مبالغہ کے ساتھ کہ مین ہرگز اوسکا سزاوار نتھا امیر نے مجھسے میرا اور میرے باپ کا نام پوچھکر باب مخاطبہ اس عنوان سے کھولا کہ حکما کے نزدیک افلاک کی کیا حقیقت ہے

آیا یہہ جواہر قدیمہ ہین یا حادث مجہپر رعب ایسا غالب تھا کہ میری زبان نے مطلق یا وری نکی گونگون بہرون کیطرح ساکت وصامت رہگیا۔ ایک بات بھی منہہ سے نہ نکلی دل مین کوئی بہانہ ڈہونڈتا تھا کہ جس سے جواب نہ دینا پڑے بلکہ چاہتا تھا کہ علوم فلسفیہ سے اپنی لاعلمی ظاہر کرون آمیر میرے بشرہ سے تاڑ گیا کہ اوسوقت میری کیا حالت تھی اور روی سخن ابن طفیل کیطرف پھیر کر خود اپنے سوال کا جواب دینا شروع کیا۔ پہلے افلاطون اور ارسطو اور دوسرے حکما کے اقوال اِس مسئلہ مین نقل کئے پھر متکلمین اہل اسلام کے معتقدات بیان کئے مین آمیر کے قوت حافظہ سے دنگ رہگیا میرے وہم وگمان مین بھی نتھا کہ اسقدر معلومات اور تتبع کتب اور وسعت نظر جسکا وجود اون علما مین بھی شاذ ہے جو تمام وقت اپنا تحصیل علوم فلسفی مین صرف کرتے ہین اس آمیر کو حاصل ہے غرض آمیر نے اپنے حسن تقریر سے میرا رعب ایسا کھو دیا کہ مجہے بھی منہہ کھولنے کی جرأت ہوئی اور آمیر کو میرے پایہ علمی پر اطلاعیابی کا موقع ملا رخصت کے وقت آمیر کے حضور سے مجہے ایک خلعت فاخرہ اور بیش بہا اور کچہہ زر نقد اور ایک سواری کا گھوڑا

عنایت ہوا۔

عبدالواحد لکھتا ہے کہ امیر یوسف کے دربار مین مشرف ہونے کے بعد ابن طفیل ہی کی ترغیب و تحریص سے ابن رشد نے ارسطو کے کتابون کی شرح لکھنی شروع کی چنانچہ خود ابن رشد اپنی شرح مین لکھتا ہے کہ ایک دن ابن طفیل نے مجھے بلاکر یہ کہا کہ آج امیر المومنین شاکی تھے کہ ارسطاطالیس اور مترجمین کا بیان بہت مغلق ہے اور فرماتے تھے کہ خدا کرے کوئی ایسا شارح پیدا ہو کہ مشکل مقامون کو بخوبی حل کرے اور اغلاق دور کرے تاکہ عموماً لوگ اوسکے کتابون کے سمجھنے پر قادر ہون۔ ایسی تصنیف کے واسطے جو کچھ لیاقت درکار ہے آج خدا کے فضل سے تجھہ مین موجود ہے پھر کیون نہین شروع کرتا۔ تیری فہم و ذکا اور وسعت نظر سے مجھے امید کامل ہے کہ تو اس کام کو بخوبی انجام دیسکیگا مین خود اقدام کرتا مگر میری پیرانہ سری اور اوسکے ساتھ اشتغال کی کثرت مانع ہے اوس روز سے میری ساری توجہ اوس تصنیف کی طرف متوجہ رہی جسکو مینے ابن طفیل کے اشارہ سے شروع کیا تھا اور یہ شرح کتب ارسطاطالیس اوسکا نتیجہ ہے۔

غرضکہ ابن رشد امیر یوسف کے عہد سلطنت مین ہمیشہ مقرب بارگاہ اور خدمات جلیلہ پر مامور رہا معلوم ہوتا ہے کہ ۵۶۵ھ مطابق ۱۱۶۹ء مین **اشبیلیہ** کے قضاۃ کا عہدہ اس سے متعلق تھا چنانچہ کتاب الحیوان ارسطو کی شرح مین جسکو اس نے اشبیلیہ مین ختم کیا عذر کرتا ہے کہ مین مشاغل سرکاری مین مصروف ہون اور میرا کتب خانہ قرطبہ مین مجھہ سے بہت دور ہے اگر کسی مقام پر مجھسے خطا ہو گئی ہو تو خوانندے میری کتاب کے اوس سے چشم پوشی کرین۔

معلوم ہوتا ہے کہ ۵۶۷ھ مطابق ۱۱۷۱ء مین ابن رشد کو اپنے وطن مالوف یعنے قرطبہ مین واپس آنا نصیب ہوا اور اپنی بڑی شرح اس نے یہین تمام کی اسی کتاب مین بھی اکثر شکایت کرتا ہے کہ مجھے سرکاری امور نے تصنیف کی مہلت نہ دی اور مختصر المجسطی کے باب اول کے آخر مین لکھتا ہے کہ مجھے اسقدر فرصت نہ ملی کہ مسائل لابدیہ کے سواے اور کسی امر سے اپنی کتاب مین تعرض کرون اور میری مثال اوس شخص کی ہے کہ جسکی گہر مین آگ لگی ہو اور اوسکو فقط اتنی مہلت ہو کہ کچھہ ضروری اور بیش قیمت چیزین ہاتھہ مین اوٹھالے اور اپنی جان بچاکر نکل بھاگے۔

ابن رشد سے ایسے خدمات متعلق تھے کہ اوسے اکثر اوقات ممالک محروسہ موحدین مین دورہ کرنا پڑتا تھا کبھی مراکش مین جانا پڑتا تھا کبھی اشبیلیہ مین کبھی قرطبہ مین۔

سنہ ۱۱۵۹ء مین ابن رشد نے مراکش کے مقام مین المقالہ فی الجرم السماوی کا ایک حصہ لکھا اور سنہ ۱۱۶۹ء مین اشبیلیہ پہونچکر اپنے دینیات کے کتابون مین سے ایک کتاب تمام کی سنہ ۱۱۸۲ء مین پھر مراکش بلایا گیا اور ابن طفیل کے جاے پر امیر کے دربار مین رئیس الاطبا مقرر ہوا بعد اسکے قرطبہ کی قضاءت اسکو ملی جو اباً عن جدٍ اسکے خاندان مین چلے آتی تھی۔

امیر یوسف نے ۵۶۶ھ مین اس دار فانی سے انتقال کیا اور اوسکے جاے پر اوسکا بیٹا یعقوب ابو یوسف ملقب بالمنصور باللہ تخت نشین ہوا اس امیر کے زمانہ مین بھی ابن رشد کو وہی رسوخ اور تقرب باقی رہا جو ابو یوسف عبد المومن کے زمانہ مین تھا اکثر امیر اسکے ساتھ علمی مباحث مین گفتگو کیا کرتا تھا اور اپنی مسند سے بہت قریب بٹھاتا تھا اور حجاب اسقدر اوٹھ گیا تھا کہ اثنا سے گفتگو مین ابن رشد اکثر اپنے بادشاہ سے اسمع یا اخی اور اعلم یا اخی کہکے خطاب کرتا تھا بعض مورخون

کا قول ہے کہ خود خلیفہ نے اپنی فرط محبت سے اپنے ملازم اور دوست کو یا اخی
کا خطاب دیا تھا۔ بہر حال خطاب جسکے طرف سے ہو کوئی شک نہین کہ
دونون حالتون مین یہ انداز گفتگو نہ ابن رشد کے شان سے برتر نہ امیر منصور
کے مرتبہ سے فروتر تھا **یعقوب المنصور باللہ** کا نام بھی کسی نے نہین سنا ہے
اور ابن رشد کا علم و فلسفہ آجتک مغرب مین زندہ ہے۔ عام الارک ۵۹۱ھ
م ۱۱۹۵ء یعنے جس سال المنصور فی الفونسو (**ادفنش**) پر چڑہائی کی اور
الارک (**الارکاس**) کی لڑائی ابن رشد باوجود کبر سن امیر کے ساتھ تھا۔

ابن ابی اصیبعہ قاضی ابو المروان الباجی سے روایت کرتا ہے
کہ جبکہ المنصور قرطبہ مین غزوۂ ادفنش کے واسطے سامان جنگ مہیا کر رہا تھا
اوسوقت اوسنے ابن رشد کو بلایا اور اوسکے ساتھ نہایت درجہ احترام
سے پیش آیا اور اسقدر قریب اپنے بٹھایا کہ ابو محمد عبد الواحد بن الشیخ ابی حفص
الہنتاتی کی جا سے بھی تجاوز کر گیا یہ ابو محمد عبد الواحد امیر عبد المومن کے
بڑے مقرب وزرا مین سے تھا اور ایسا بڑا مرتبہ اسکا تھا کہ امیر منصور

اپنی بیٹی کو اُسکے عقد مین لایا تھا غرضکہ امیر منصور ابن رشد کو اپنے پہلو مین بٹھلا کر
بہت دیر تک باتین کرتا رہا اور کتنے ہی لوگ جو اوسوقت بارگاہ سلطانی
مین حاضر تھے اوسکے تقرب کو دیکھکر آتش حسد مین جلتے رہے جب ابن رشد
باہر نکلا اوسکے دوستون اور شاگردون نے آنکر اسکے گرد حلقہ باندہ لیا اور
مبارکباد دینے لگے ابن رشد نے کہا کہ اے صاحبو امیر المومنین کا مجھے دفعتہً اسقدر
تقرب دینا کچھ تہنیت اور مبارکباد کا مقام نہین ہے اور یہہ مرتبہ جو مجھے عنایت
ہوا ہے میری امید اور توقع سے دور اور میری لیاقت و قابلیت سے زیادہ
ہے گویا ابن رشد اپنی فراست و ادراک سے سمجھہ گیا تھا کہ میری نکبت اور ادبار
کا زمانہ قریب آگیا ہے اور غرض اس تقریر سے یہہ تھی کہ بادشاہون کی تقرب
پر پھولنا اور غرہ کرنا عقلمندی سے دور ہے کہ سلامی بر نخبذ و بدشنامی خلعت
دہند القصہ اس صحبت کے وقت ابن رشد کے دشمنون نے مشہور کردیا تھا
کہ امیر المومنین نے اوسکے قتل کا حکم دیا ہے۔ اسواسطے ابن رشد نے صحیح و سلامت
باہر آتے ہی اپنے خدام مین سے ایک شخص کو اپنے گھر روانہ کیا اور کہلا بھیجا

کہ میرے واسطے قطا کا سالن اور کچھ کبوتر بھنے ہوے جلد تیار کر رکھو مین ابھی آتا ہون اس پیام سے غرض ابن رشد کی یہہ تھی کہ اوسکے اہلخانہ کو اطمینان ہو کہ آقا سے خانہ صحیح و سالم ہے۔

القصہ امیر منصور کی عنایت بے نہایت نے ابن رشد کو محسود اقران بنا دیا اور دربار مین اوسکے دشمنون کی تعداد زیادہ کردی اور اونکی سعایت و نمامی نے آخرکار امیر کے مزاج کو برہم کردیا اور اسکی نکبت و ادبار کا باعث ہوئی اس واقعہ کو مورخون نے مختلف طور پر بیان کیا ہے انصاری کہتا ہے کہ امیر منصور کے بھائی ابو یحیی والی قرطبہ اور ابن رشد مین باہم بڑی محبت و دوستی تھی اور اس امر نے منصور کو ابن رشد سے بدظن کر دیا تھا عبدالواحد لکھتا ہے کہ ابن رشد شرح کتاب الحیوان مین ایک مقام پر لکھ گیا تھا کہ مین نے ایک زرافہ سلطان بربر کے سرکار مین دیکھا ہے ابن رشد کے حاسدون نے منصور کو یہہ عبارت دکھائی کہ امیر کی وقعت اس شخص کے دل مین بس اسقدر ہی کہ امیر کو سلطان بربر کے نام سے یاد کرتا ہے جب ابن رشد سے پوچھا گیا

اوس نے جواب دیا کہ یہہ سہو کتابت ہے اصل مین میرا مقصد سلطان البرین تھا نہ سلطان البربر یہہ تاویل صحیح ہو یا غلط علما و حکما کا دستور چلا آتا ہے کہ علمی کتابون مین جب کسی بادشاہ کا نام آتا ہے تو اوسکو معمولی طور پر لکھہ جاتے ہین مدحیہ الفاظ و خطاب وغیرہ کو حذف کر جاتے ہین علما کے شان سے بعید ہے کہ سلاطین و امرا کی چاپوسی کرین اور اونکی مدح و ثنا مبالغہ کرین حضرت سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین - چہ حاجت کہ نہ کرسی و آسمان - نہی زیر پاے قزل ارسلان ابن رشد کی کوئی خطا تھی بلکہ اصل حقیقت تو یون ہے کہ امیر منصور کے نام کا ابن رشد کی کتاب مین ذکر کیا جانا ہی امیر کے بقاے نام اور فخر خاندان کا باعث تھا - انصاری نے ایک اور روایت اس باب مین نقل کی ہے - لکھتا ہے کہ مشرق و اندلس مین ایک خبر نجومیون نے مشہور کی تھی - کہ ۵۸۲ھ مین ایک ریح عاتیہ فلان دن فلان تاریخ چلے گی جس سے تمام خلقت ہلاک ہو جاییگی اس خبر کو اسقدر شیوع ہوا کہ تمام لوگ ہراسان اور خوف زدہ ہو گئے اور اپنی جانین بچانے کیواسطے زمین مین گڑھے اور

خندقین کھودنے لگے حکومت نے عامہ خلایق کو اسقدر ترسان اور لرزان دیکھ کر قرطبہ مین ایک مجلس منعقد کی اور تمام علماے وقت کو جمع کرکے اون سے اس خبر وحشت اثر کی حقیقت پوچھی غرض جب مجلس برخاست ہو چکی ابن رشد جو اسوقت قرطبہ کا قاضی تھا اور ابن ہندود آپس مین باتین کرتے ہوے مجلس سے باہر نکلے ابن ہندود از روے حکمت طبعی و تاثیرات کواکب اس طوفان کے بارہ مین کچھ بیان کر رہا تھا کہ اس اثنامین ابو محمد عبد الکبیر نے جو بقول خود اوسوقت حاضر تھا یہ کہا کہ اگر طوفان کی خبر سچ ہے تو یہہ ثانی ریح عاتیہ ہی جس سے اللہ تعالے نے قوم عاد کو ہلاک کیا کیونکہ قوم عاد کی ہلاکت کے بعد کوئی طوفان اس قسم کا سننے مین نہین آیا جس سے قوم کی قوم ہلاک ہو گئی ہو ابو محمد عبد الکبیر کہتا ہے کہ ابن رشد سے رہا نہ گیا بول اُٹھا کہ وجود قوم عاد کا ہی محقق نہین ہے چہ جائے کہ اُنکی ہلاکت سننے والون نے سنکر کانون پر انگلیان رکھین اور حیران رہگئے اور یہہ گمراہی کا قول انکو سخت ناگوار ہوا جسکا کوئی شخص بغیر صریح کفر و زندقہ قایل نہین ہوسکتا۔

ابن زبیر لکھتا ہے کہ علمائے وقت نقل احادیث و مسائل دینیہ مین ابن رشد پر اعتماد کیا کرتے تھے اور اُسکے قول سے سند لیا کرتے تھے مگر جب اوسے علوم حکمیہ مین زیادہ توغل ہوا اور ارسطو کے کتابون کی اُس نے تلخیص کی اور شریعت و فلسفہ کو باہم جمع کرنے کا قصد کیا اُسوقت سے اکثر لوگون نے اوسکی تقلید چھوڑ دی اور اعتبار اسکا ساقط ہوگیا۔

عبد الواحد ناقل ہے کہ ابن رشد نے اپنی تصنیف مین بعض قدما کا قول نقل کیا تھا کہ زہرہ الہ امین سے ہے اوسکے دشمنون نے اس عبارت کو اپنے مقام اور سیاق کلام سے علحدہ کرکے امیر منصور کو دکھایا کہ یہ شخص ملحد ہے ستارہ کو خدا کہتا ہے۔

اصل حقیقت یہہ ہے کہ جب کبھی کسی شخص نے اپنے فضل ولیاقت سے دنیا مین نام ونشان پیدا کیا اور بادشاہون کے دربارون مین اُسے اسقدر تقرب و اعتبار حاصل ہوا جسقدر ابن رشد کو امیر منصور کے دربار مین حاصل ہوگیا تھا تو ایک عالم اسکا دشمن اور اوسکے خون کا پیاسا بن جاتا ہے جسوقت تک

حاکم کی نظر مہربان ہے لوگ اوسکے قدمون تلے پلکین بچہاتے ہین اودہر شعرا
اور ادبا اوسکی مدح وثنا مین رطب اللسان ہین اودہر علما وامرا اوسکی خوشامد
گوئی مین عذب البیان ہین اوس سے اگر خطا ہو تو صواب ہے ہزل بکے
تو عین حکمت ہے گالیان دے تو لوگ فخر سمجہہ کر سنتے ہین گناہ کرے
تو اوسے ثواب جانتے ہین کفر کا مرتکب ہو تو معرفت پر حمل کرتے ہین مگر
جہان حاکم کی نظر اوس سے پھری اور اپنے پایہ سے گرا پھر تو ایک آن
کی آن مین کایا پلٹ جاتی ہی یہی لوگ جو ہر وقت خوشامد مین مصروف رہا
کرتے تھے لینڈی کتون کیطرح بھوکنے لگتے ہین پھر تو کوئی ہنر اوس مین
نہین ہے جو عیب نہو کوئی حسن نہین جسمین ہزار داغ نہون۔

عین الرضا عن کل عیب کلیلۃ

ولکن عین السخط تبدی المساویا

جس کسیکو حاکم تک رسائی ہے اپنے رسوخ کیواسطے کوئی عیب ڈہونڈ کر
پیش کرتا ہے جھوٹ کی ندیان بہ جاتی ہین بہتان کے طوفان چل جاتے ہین

ابن رشد کے حسادنے بھی ابن رشد کے حق مین کچھ کمی نہین کی ہجوین لکھین تاریخین کہین خوشیان منائین خوب شماتت کی ۔ ایک حاجی ہاجی کا قول ہے کہ ۔

الان ایقن ابن رشد   ان تو الیفہ تو الف

یا ظالما نفسہ تا مل   ہل تجد الیوم من توالف

چونکہ شماتت کے ساتھ بادشاہ کی خوشامد کے بغیر کچھ مزہ نتہا اسواسطے وہی شاعر یہہ بھی لکھتا ہے ۔

خلیفہ اللہ دم الدین تحرسہ   من العدو و تقیہ شر شر فہ

فا اللہ یجعل عدلا من خلائقہ   مطہرا دینہ فی راس کل ماہ

اور وہی حاجی ہاجی یہہ بھی لکھہ گیا ہے ۔

خلیفتہ اللہ انت حقا   فارق من السعد خیر مرقا

حمیتم الدین من عداہ   وکل من رام فیہ فتقا

اطلعک اللہ سر قوم   تشقوا العما بالنفاق شقا

تفلسفوا وادعوا علوماً — صاحبها فی المعاد شیقاً
واحتقروا الشرع وازدروه — سفاہتہ منہم وحمقاً
اوسعہم لعنتہ وحریاً — وتلت بعدا لہم وسحقاً
فابق لدین الالہ کھفاً — فانہ بالیقیت بقاہ

اور اسی قبیل سے اور بہت سا کچھ بک گئے ہین جسکا ذکر ہمارے میدان فکر اور احاطہ مضمون سے باہر ہے ۔ غرض ابن رشد کے اخراج کی کتنے ہی تاویلین کیون نکی جائین اصل حقیقت یہہ معلوم ہوتی ہے کہ خلیفہ کو بعض امور نے اُسکے طرف سے بدگمان کردیا تھا حسادنے موقع پاکر عیب چینیان شروع کین جس کسیکو کوئی بات جھوٹی یا سچی ہاتھ لگی جاکے امیر کے کانون تک پہنچا آیا امیر تو بدگمان ہو ہی چکا تھا الحاد کا بہانہ اُسے اچھا مل گیا چند فقہا کو جمع کرکے بعلت زندقہ اُسکے اخراج کا فتویٰ دلوا دیا اور اُسکے ساتھ ہی تمام ملک مین منادی پٹوا دی کہ کوئی علوم فلسفہ تحصیل نکرے اور تمام معقولات کی کتابون کے جلا دینے کا حکم دیدیا ۔ عجب نہین ہے کہ جسطرح امیر الحکم بن عبد الرحمن المستنصر باللہ کے

بعد اُسکے حاجب منصور نے جو خود علوم اولیہ مین دستگاہ کامل رکھتا
تھا اور پوشیدہ کتب حکمیہ کا مطالعہ کیا کرتا تھا عوام الناس کو اپنا
طرفدار بنا لینے کیواسطے حکم کا کتاب خانہ جلوا دیا تھا اور علوم عقلیہ کی تعلیم
موقوف کرادی تھی اُسیطرح اس خلیفہ کو بھی جو اتفاقاً اوسکا ہملقب ہے
یہی ضرورت پیش آئی ہو یعنے چونکہ خود اُسکو علوم حکمیہ مین بہت توغل تھا
اور حکمائے وقت کو اپنے دربار مین نہایت پیش پیش کر رکھا تھا اور ابن رشد
سے ابو یحیٰ اپنے بھائی کی دوستی کیوجہ سے بدگمان ہو ہی چکا تھا اور شاید
اُسکے فضل وکمال کا رشک بھی فی الجملہ اُسکے دل مین سما گیا تھا اسواسطے
الحاد کے بہانہ کو اُسنے غنیمت جانا کہ جس سے اول تو ابن رشد نکالا گیا اور
دوسرے خود اُسنے عوام الناس سے اپنی برأت اور صیانت کا صداقت
نامہ حاصل کر لیا کیونکہ ہمیشہ سے عوام علما اور حکما کے دشمن رہے ہین۔
قصہ مختصر ابن رشد کا نکالا جانا کیا تھا کہ ایکبارگی علم اور علما پر نکبت آگئی اکثر
فحول علما ے وقت ابن رشد کے ساتھ شہر بدر کیے گئے اور ترقی علم کا

ستارہ غروب ہوگیا کہتے ہین کہ عتاب سلطانی مین مبتلا ہونے کے بعد
ابن رشد کو قرطبہ سے نکال کر الیسانہ مین رہنے کا حکم ملا تھا چنانچہ
ایک مدت تک وہین مقیم رہا ابن رشد کے حسا د اور دشمن کہتے ہین
کہ یہہ شخص مجہول النسب بقول بعض یہودی الاصل تھا اسواسطے بادشاہ
نے اسکو الیسانہ بہیجا کیونکہ الیسانہ کے باشندے اکثر یہودی تھے
مگر تاریخ و اخبار سے اس قول کی بنا سواے بعض اورحاسدون دوسری
نہین پائی جاتی بلکہ ظاہر ہے کہ اگر یہودی الاصل ہوتا تو ہرگز خود اسکو اور
اُسکے اجداد کو دار الخلافہ قرطبہ کی قضارت کا عہدہ کبھی نہ ملتا۔ ابن ابی
واصیبعہ لکھتا ہے کہ ابن رشد کے ساتھ ابو جعفر الذہبی اور فقیہ عبد اللہ
محمد بن ابراہیم قاضی بجایہ اور ابو الربیع الکفیف و ابو العباس الحافظ الشاعر
بھی اس علت مین شہر بدر کیے گئے کہ علوم اولیہ مین انکو زیادہ توغل تھا۔
مورخون نے لکھا ہے کہ ابن رشد چار برس تک معتوب رہا بعد چار برس
کے ۵۹۵ھ مین بعض اعیان اشبیلیہ نے بادشاہ کے حضور مین بیان کیا

کہ ابن رشد درحقیقت ملحد نہین ہے اور لوگون نے غلط اُسے متہم کیا ہے
منصور نے اس شہادت کو قبول کیا اور ابن رشد اور اُسکے ساتھ تمام علمائے
مہاجر کو اپنے پاس مراکش مین بلوایا اور جو احکام علوم عقلیہ کے بارہ مین
جاری کئے تھے سبکو منسوخ کر دیا اور خود بھی بار دیگر ان علوم کی تحصیل
مین مصروف ہوا ابن رشد کو پھر اپنا مقرب بنا لیا اور ابو جعفر ذہبی کو جو ابن رشد
کے ہجرت مین اُسکا رفیق تھا اور اُسکے ساتھ نکالا گیا تھا تصنیفات طبی و
فلسفی کیواسطے مقرر کیا۔ اِن قرائن سے ظاہر ہے کہ ابن رشد کی اخراج
کا باعث وہ نتھا جو عوام مین مشہور ہو گیا تھا بلکہ مصلحِ ملکی نے امیر کو اس
تجویز پر مجبور کر دیا تھا والا قیاس سے دور ہے کہ منصور جیسا عالم و حکیم چند
حاسد و متعصبین کے کہنے سننے سے اپنے دربار کو فحول علمائے وقت سے خالی
کر دے اور اُنکی رونق شادی دوبارہ دربار بادشاہی مین باریاب ہونے
کے لیے ابن رشد کو قضا نے زیادہ مہلت ندی اُسی سال پنجشنبہ کے دان
۹ صفر ۵۹۵ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۱۹۸ء مین اس جہان فانی سے رحلت

کر گیا اور مراکش مین باب تاغزوت کے باہر تین مہینے تک اُسکی لاش مدفون رہی بعد تین مہینے کے لوگ اُسے اُٹھا کر قرطبہ لے گئے اور اپنے بزرگون کے ہڑواڑ مین مقبرہ ابن عباس مین دفن کیا۔

ابن رشد کے کئی فرزند تھے اور سب سے رشید ابو عبداللہ طبیب حاذق اور صاحب تصانیف تھا جسکا ترجمہ احوال ابن ابو اصیبعہ نے اپنے طبقات الاطبا مین لکھا ہے۔ قاضی ابوالقاسم اور ابوالحسین علوم دینیہ مین فایق اور صاحب رائے و اعتبار تھے ایک نصرانی مورخ نے روایت کی ہے کہ ابو محمد عبداللہ نے بادشاہ الیمان کے دربار مین رسوخ پیدا کیا تھا مگر یہ قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ اُسی زمانہ مین تھوڑی ہی تھوڑی مدت کے فاصلہ سے تمام مشاہیر علمائے وقت دنیا سے اُٹھ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنکا ثانی پھر کسی سرزمین اسلام مین نہ پیدا ہوا۔ ابن بیطار اور عبدالملک ابن زہر نے اُسی سال مین قضا کی۔ ابن طفیل پیشتر قدم کر چکا ابوبکر بن زہر بھی تھوڑی ہی مدت اور جیا۔ عبدالواحد مورخ جس نے اُسی ۵۹۵ھ مین مغرب مراکش

کا سفر کیا تھا لکھتا ہے کہ مین نے ابو بکر کو بہت ہی ضعیف اور زار گویا لب گور پایا۔ یادگار سلف فقط ایک ابن طفیل کا بیٹا مراکش مین باقی رہگیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور باللہ نے بھی ابن رشد کے بعد کوئی ایک مہینے کے فاصلہ سے وفات پائی۔ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد۔ روی گل سیر ندیدیم وبہار آخر شد۔ یہ چمن یون ہی رہیگا اور ہزارون جانور اپنی اپنی بولیان سب بول کر اڑ جائینگے۔ منصور اپنے وقت کا مہتاب علم تھا اور یہ بزرگوار اسکے دربار کے ستارے تھے تھوڑے ہی زمانہ مین نہ یہ علما رہے نہ منصور سا سرپرست رہا۔ جہل کی تاریک گھٹا چارون طرف چھا گئی اور عالم اسلام کو تیرہ وتار کر دیا اسوقت سے تحقیق کا باب مسدود ہوگیا علوم عقلیہ سے لوگون نے کنارہ کیا فلسفہ وحکمت کو وسوسۂ شیطانی سمجھنے لگے حکما سے سلف کے سر طرف تکفیر ہونے لگی یہ سامان جہالت ممالک مشرقیہ اسلام مین پہلے ہی پھیل چکا تھا ۵۱۱ھ مین خلیفہ مستنجد باللہ کے وقت مین کسی قاضی کے ہان علوم معقول کی کتابین جمع تھین خلیفہ کے حکم سے بغداد مین جلادی گئین خصوصاً ابو علی بن سینا

کی کتابین اور اخوان الصفا کے رسالے۔ سنہ ۱۱۹۲ء مین عبد السلام نام ایک طبیب نامی گرامی تھا لوگون نے اُسکو زندقہ سے متہم کیا اور بادشاہ وقت کے حکم سے اُسکی کتابین بڑے اہتمام کے ساتھ جلا دی گئین اس خدمت پر ایک بڑے مولویصاحب مقرر ہوے اول اُنھون نے منبر پر بیٹھکر فلسفہ و حکمت کی مذمت مین کچھ کلمات فرمائے اُسکے بعد کتابین طلب کین ایک ایک جلد ہاتھ مین لیتے اور کچھ کلمات اُسکے شناعت و رداءت مین بیان کر کے لوگون کی سپرد کرتے وہ اُسے فوراً الاؤ مین ڈال دیتے۔ موسیٰ ابن میمون کا ایک شاگرد رشید بیان کرتا ہے کہ مین اُس حیرت انگیز موقع پر حاضر تھا۔ جب ابن ہیثم کی کتاب ہیات قاضی صاحب کے ہاتھ مین آئی قاضی صاحب نے اُس بیگناہ کتاب کے حق مین بہت سے کلمات سخت و سُست کہکے اُسے آگ مین ڈلوا دیا معلوم نہین کہ اس قسم کے ستمگارون کے ظلم سے کسقدر دولت علمی آگ مین جلی ہی اور خود قومِ عرب اور ملت حنیف اسلام کا کتنا بڑا نقصان ہوا ہے سچ کسی کا قول ہے کہ دنیا کو کفر سے اسقدر نقصان نہین پہنچا ہے جسقدر جہل سے اور

حق تو یون ہے کہ کفر بھی ایک شعبہ جہل کا ہے۔ اندلس مین اس قسم کا ایک معرکہ بنی امیہ کے آخر زمانہ دولت مین گزر چکا تھا خلیفہ الحکم ثانی المخاطب بہ مستنصر باللہ بنی امیہ کے خاندان کا نوان خلیفہ ۳۵۰ھ مین اپنے باپ عبد الرحمن کے وفات کے بعد قرطبہ کے تخت پر بیٹھا اس بادشاہ کے تفصیلی حالات دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین سواے حکمرانی اور جہانبانی کے علم کا اسکو اسقدر شوق تھا کہ تمام وقت اپنا کتاب بینی اور علما کے صحبت مین صرف کرتا تھا۔ ایک عربی مورخ لکھتا ہے کہ کوئی بادشاہ اسلام نہین گزرا جسنے اسقدر کتابین جمع کین ہون اور علم کا اسقدر حریص ہو ہمیشہ علم کے رواج مین ساعی رہتا تھا طلبہ اور علما کی ہر طرح تحریص و ترغیب کرتا تھا اور دور دور انعام اور صلہ مصنفانِ زمانہ کے پاس بھیجتا تھا غیر ملکون مین علما اور حکما اس خلیفہ کے طرف سے وظیفہ پاتے تھے ابو الفرج اصفہانی کے پاس ہزار دینار بھیجے اور اس سے ایک نسخہ کتاب الاغانی کا منگا لیا چنانچہ کہتے ہین کہ یہ بے نظیر کتاب خود عراق مین مشتہر ہونے نہ پائی تھی کہ اندلس مین

شایع ہو گئی - اطراف و جوانب مین اسکے طرف سے کاتب مقرر تھے جو کتاب نئی تصنیف ہوی یا نادر ہاتھ لگی فوراً نقل ہو کے قرطبہ بہیجی گئی - اسکے کتب خانہ کی فہرست چوالیس جلدون مین تھی اور باوجود اس کثرت کے اسکے مطالعہ اور وسعت نظر کا یہہ حال تھا کہ کوئی کتاب اس کتب خانہ مین ایسی نتھی جسکو اسنے اول سے آخر تک مطالعہ نہ کیا ہو اور اسکے سادہ ورق پر یا حاشیہ پر اپنے خط سے مصنف کا حال اور نسب نامہ نہ لکھا ہو اس خلیفہ کے زمانہ مین اندلس کتاب خانون سے بھر گیا تھا اور شوق علم کا چارون طرف پہیل گیا تھا اور جیسا شوق اسکو علم کا تھا اُسیقدر حلم و مروت و رعیت پروری بھی اسکے طبیعت مین سرشت تھی اور تدین کا یہہ حال تھا کہ باوجودیکہ انگور سے محاصل کثیر اسکے سرکار مین آتا تھا مگر چونکہ شراب بہت کثرت سے بننے لگی تھی الحکم نے حکم دیدیا تھا کہ دو ثلث زراعت انگور کی موقوف کر دی جاے اور تاکستان مسمار کر دی جاین اور فقط ایک ثلث کہانے اور رب بنانے کے واسطے باقی رکھا جاے -

الحکم نے تین سو چہیاسٹہ ۳۶۶ھ مین وفات پائی اور اُسکا صغیرسن بیٹا ہشام تخت نشین ہوا اور محمد ابن ابی عامر مدار المہام اور کارپرداز ہوا ابن عامر کے بارہ مین مورخین نے بہت اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہین کہ اُسنے نمک حرامی کے راہ سے تمام بڑے بڑے امراکو کسی نہ کسی بہانہ سے مروا ڈالا اور ساری حکومت خود اپنے اختیار مین کرلی اور ہشام کو براے نام تخت پر بٹہلا رکھا بعض کہتے ہین کہ یہہ سب تدابیر ابن عامر ملک اور دولت کی کی مضبوطی کے واسطے عمل مین لایا تھا غرض اسمین شک نہین کہ یہہ شخص بڑا عاقل اور ذی ہوش اور جوانمرد اور صاحب راے و تدبیر تھا۔ اُسکے وقت مین حدود ملک کے بہت وسیع ہوگئے اور انتظام بہت درست رہا مگر جس غرض سے ابن عامر کا ذکر یہان کیا جاتا تھا وہ یہہ ہے کہ الحکم کے مرنے کے بعد اُس نے اُس کے کتاب خانہ مین سے تمام علوم معقول کی کتابین نکال کر جلوادین اور علوم عقلیہ کا درس تدریس بالکل موقوف کرادیا اور سبب اس فعل کا وہی معلوم ہوتا ہے جو ابن رشد کے زمانہ مین

المنصور کے ہاتھ سے کتابون کی خرابی کا باعث ہوا یعنے ابن عامر کو مثل
المنصور کے ضرور ہوا کہ عوام الناس کو خوش کرے اور عام مقبولیت
حاصل کرے اور جہلا کے قلوب کو اپنے جانب متوجہ کرے اور اُنکے جہالت
سے کام لیوے تاکہ تدابیر ملکی مین خلقت اُسکی مددگار ہو۔

اس قصہ کے بیان کرنے سے اسقدر دکھانا مقصود ہے کہ جو اسباب
ابن رشد کے زمانہ مین جمع ہوگئے اور علم و علما کے کسادبازاری کا باعث
ہوے زمانہ سابق مین بھی ایک مرتبہ ایسا ہی سامان جمع ہو چکا تھا اور
نتایج بھی اُسکے وہی مترتب ہوئے تھے واقع مین خود ملت اسلام نے
کبھی علم کے ساتھ دشمنی نہین کی ہے بلکہ عوام کی جہالت اور سلاطین کی
پولٹیکل ضروریات کبھی کبھی علم اور علما کے سر پر آفت لائی ہین حقیقت
مین بمصداق الناس اعداء ما جہلوا علم و جہل مین سرشتی اختلاف ہے
جاہل ہر قوم کے کالانعام ہوتے ہین بلکہ اُنسے بھی گمراہ تر مسلمانون مین اسلام
کبھی علم کے مٹانے کا باعث نہین ہوا بلکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ جسطرح نصرانی

بادشاہان اندلس نے دولت اسلام کے زوال کے وقت عربی کتابخانہ جلائے اور لاکھون نسخہ برباد کر دیئے اور نصرانی فاتحان مصر نے رومیون کی علمی دولت مین آگ لگائی ویسا ہی کبھی کسی مسلمان بادشاہ نے نہین کیا اور نہ یورپ کیطرح اختلاف مذہب یا تفلسف کیوجہ سے لوگ زندہ آگ مین جلائے گئے جو کچھ ظلم مسلمانون کے ہاتھ سے علم و علما پر ہوا جہلا اور عوام الناس کے خاطر ہوا یا زوال دولت کیوقت جبکہ دولت و حکومت خود ایسے لوگون کے ہاتھ مین تھی جو جاہل اور عامی تھے اندلس مین ابن رشد کے قریب قریب زمانہ مین کئی واقعہ اس قسم کے گذرے ابن ماجہ ابن رشد کا استاد زندقہ کے اتہام مین قید ہوا اور ابن رشد کے باپ قاضی القضاۃ قرطبہ کی سفارش سے رہائی پائی ابن طفیل کو لوگ مخترع بدعت فلسفی کہتے تھے اور کہتے تھے کہ ابن رشد اور موسیٰ ابن میمون کو اسی حکیم کی تعلیم نے گمراہ کیا اس خوف سے عبدالملک ابن واہب نے جو اشبیلیہ کا رہنے والا ابن ماجہ کا معاصر اور اپنے وقت کا بڑا حکیم تھا علوم عقلیہ کے درس و تدریس کو ترک کر دیا تھا

چنانچہ اِن فنون مین جنمین وہ بڑا ماہر تھا ایک پرچہ بھی اُسکے تصنیفات سے اُسکے بعد نہ ملا ابن حبیب اشبیلیہ کا رہنے والا تفلسف کے جرم مین قتل کیا گیا ایک مشرقی مورخ ابن حبیب کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ اندلس مین فلسفہ اور حکمت سے بڑی نفرت ہے جن لوگون کو ان فنون کا شوق ہے وہ بہت ہی پوشیدہ طور پر اُن میں توغل کرتے ہین مطرف اشبیلی آج کل اس شغل مین مشغول ہے اور اپنے ہمشہریون مین بدنام ہے مگر اپنی تصنیفات کبھی کسیکو نہین دکھاتا۔

ابن ابی اصیبعہ ابو بکر ابن زہر کے ترجمہ مین لکھتا ہے کہ جب المنصور نے علوم عقلیہ کی تعلیم کو موقوف کرنے کا ارادہ کیا اور یہہ قاعدہ جاری کر دیا کہ جو کوئی منطق یا فلسفہ کی کتابین پڑھے پڑھائے یا اپنے گھر مین رکھے تو اُس سے مواخذہ کیا جاے اور اگر جرم ثابت ہو تو سخت سزا دیجائے اسوقت اُسنے ابو بکر ابن زہر کو اس قانون کے اجرا کیواسطے مقرر کیا۔ خوب معلوم ہے اور اُسوقت کے لوگون کو اور خود امیر کو خوب معلوم تھا

کہ ابن زہر کا خاندان کا خاندان فلسفی تھا اور دو لپشت سے یہہ فن انکے گھر کا فن تھا خود ابوبکر بن زہر بھی مثل اپنے چچا اور بھائی کے حکیم کامل تھا اگرچہ اس زمانہ مین مصلحتہً ان علوم سے اپنا جہل ظاہر کرتا تھا۔ امیر المنصور کا ابن زہر کو اس خدمت کے واسطے تجویز کرنا امیر نزدیک خود دلالت کرتا ہے کہ امیر المنصور کی ساری کارروائی مصلحت وقت اور تدبیر مملکت پر مبنی تھی۔ کہتے ہین کہ ابن زہر نے فلسفہ اور حکمت کی کتابین ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا دین الّا اپنے کتب خانہ کی۔

موسو رینان جسکی کتاب کا یہہ رسالہ گویا خلاصہ ہے لکھتا ہے کہ دستور کے موافق اس رفتار کا نتیجہ یہہ ہوا کہ علما نے ظاہر پرستی اختیار کی اور اپنے مکنونات کو چھپانے لگے ابن ابی اصیبعہ لکھتا ہے کہ ہمکو ابو عباس احمد بن محمد بن احمد اشبیلی سے یہہ روایت پہنچی ہے کہ ابن زہر کے دو شاگرد طب کی کتابین اس سے پڑھتے تھے ایک دن معمول کے موافق یہہ دونون طب کی کتابین بغل مین مارے ہوے استاد

کی خدمت مین حاضر ہوے۔ ابن زہر نے دیکھا کہ ایک کے ہاتھ
مین ایک کتاب منطق کی بھی ہے فوراً لڑکے سے چھین کر ایک کونہ مین
ڈالدی اور لکڑی لیکر اُن دونون کے پیچھے دوڑا اگر وہ اُس دن ہاتھ
نہ لگے اور کئی دن تک سبق لینے نہ آئے بعد چندروز کے جب اُنہون
نے سمجھ لیا کہ اُستاد صاحب کا غصہ فرو ہوگیا ہوگا پھر معمول کے موافق
آکر حاضر ہوئے اور عذر و معذرت کرنے لگے کہ اُس روز بھولے سے
ایسی بیہودہ کتاب ہم اپنے ساتھ لائے تھے ہمین خود نہین معلوم تھا کہ
اُسکے اندر کیا لکھا ہے۔ ابن زہر بھی اغماض و تجاہل کر گیا اور اُنکا عذر
قبول کر لیا اور پھر اُنکو بدستور طب کا درس دینے لگا مگر اسقدر اضافہ کے
ساتھ کہ ہر روز دو ایک رکوع قرآن مجید کے اُن سے زبانی سن لیا کرتا تھا
اور تاکید کر دیتا تھا کہ گھر پہنچکر اُن آیتون کی تفسیر دیکھ لو اور سیرت نبوی کا
بھی مطالعہ کیا کرو۔ جب تھوڑے سے عرصہ مین شاگرد ان علوم مین مضبوط ہو چکے
اُسوقت ابن زہر ایک دن وہی رسالہ منطق کا اپنے کتب خانہ مین سے

نکال لایا اور کہا کہ اب تمکو اس کتاب کا پڑہنا کچھ منع نہین ہے اور انکو پڑہانا شروع کیا۔ نفح الطیب مین لکھا ہے کہ اہل اندلس تمام علوم و فنون مین دوسری قومون پر سبقت لیگئے تھے سواے طبعیات اور ہیئت کے اگرچہ اعلےٰ درجہ کے لوگ ان دونون فنون مین بھی پوشیدہ توغل کرتے تھے مگر باعلان انکی تعلیم نہوتی تھی کیونکہ عوام الناس ان فنون کو بہت برا جانتے تھے اور اگر کہین سُن پاتے تھے کہ فلان شخص طبعیات یا ہیئت مین ماہر ہے تو فوراً کفر کا حکم اُسپر لگا دیتے تھے اور انواع و اقسام کی اذیت پہنچاتے تھے کبھی خود سلطان کو بھی جہلا کی خاطرداشت کیواسطے اُنکی مرضی کے موافق علما کو ستانا اور اُنکی کتابین جلانا پڑتا تھا جسطرح الحکم ثانی کے بعد المنصور نے بعض علما کو مروا ڈالا اور کتابین جلوا دین حالانکہ الحجاری لکھتا ہے کہ خود المنصور ان فنون کا بڑا شایق تھا۔

رینان لکھتا ہے کہ اس قسم کی دشمنی علم کے ساتھ عوام الناس کو بہت مرغوب تھی اور علم دوست سلاطین بھی اکثر مجبوری و بکراہیت عوام کے خوش کرنے

کیواسطے ایسے فعل کے مرتکب ہوا کرتے تھے - اور تتبع تواریخ سے

ظاہر ہوتا ہے کہ اندلس کے عوام اہل اسلام کے ساتھ یہہ صفت علم دشمنی کی

مخصوص تھی بظاہر اسباب اندلس کے نصارے کی صحبت سے مسلمانون

کو یہہ بات حاصل ہوئی تھی کہ اندلس کے اصل باشندے اُسوقت سے

آج تک متعصب مشہور ہین اور ہمیشہ علمی کتابون کے اور علما کے ساتھ دشمنی

کرتے آئے ہین چنانچہ انتزاع سلطنت کے بعد جب فرڈننڈ اور اُسکی

ملکہ ازابیلا ملک پر قابض ہوئی مسلمانون کا خزینہ اندوختہ اُنکے ہاتھ سے

بہت کچھ تلف ہوا اور اسی ہزار کتابین ایک مرتبہ جلائی گئین - ایک انگریزی

مورخ کا قول ہے کہ اندلس کے لوگون کو متعصب ترین پادشاہان اسلام

کے وقت مین جسقدر آزادی حاصل تھی نصرانی پادشاہون مین سے

زیادہ سے زیادہ آزاد منش اور علم دوست بادشاہ کیوقت مین کبھی حاصل نہین ہوئی

ذکر مصنفات ابن رشد بطور اجمال

ابن رشد کے تصنیفات بکثرت ہین اگرچہ آج کوئی ایک بھی اُن مین سے

ہمارے ہاتھ میں موجود نہیں ہے۔ بعض کتابوں کا فقط نام ہی لے دینا اُسکے
علم و وسعت نظر کو بتائیگا۔ کتاب المقدمات فی الفقہ کتاب نہایتہ
المجتہد فی الفقہ کتاب الکلیات فی الطب شرح الارجوازۃ السینائیہ
کتاب الحیوان جوامع کتب ارسطاطالیس فی الطبعیات والالہیات کتاب الضروری
فی المنطق ۔ تلخیص کتاب مابعد الطبعیہ لارسطاطالیس تلخیص کتاب الاخلاق لارسطا
طالیس۔ تلخیص کتاب البرہان لارسطاطالیس تلخیص کتاب السماء الطبعی لارسطا
طالیس شرح کتاب السماء والعالم لارسطاطالیس ۔ شرح کتاب النفس لارسطا
طالیس ۔ شرح کتاب الاسطقسات لجالینوس ۔ تلخیص کتاب المزاج لجالینوس
تلخیص کتاب القوی الطبعیہ لجالینوس تلخیص کتاب العلل والاعراض لجالینوس
تلخیص کتاب التعرف لجالینوس تلخیص کتاب الحساب لجالینوس۔ کتاب تہافت
التہافت فی الرد علی کتاب التہافہ الامام الغزالی رحمتہ اللہ علیہ۔ کتاب منہاج
الادلہ فی علم الاصول۔ کتاب فصل المقال فی مابین الحکمہ والشریعہ من الاتصال
شرح کتاب القیاس لارسطاطالیس ۔ مقالہ فی العقل ۔ مقالہ فی التعریف

اس کتاب مین ارسطو اور ابو نصر فارابی کے منطقی تصنیفات کو مقابلہ کیا ہی
اتصال العقل بالانسان مین دو کتابین - ایک کتاب مین اپنے اور ابن طفیل
کے مراجعات اور مناظرات طبی درج کئے ہین - مسئلہ فی المزاج -
مسئلہ فی الزمان - مسئلہ فی النوائب الحمی مقالہ فی حمیات العفن - مقالہ
فی حرکت الفلک سوائے انکے اور بہت سی کتابین ہین منطق اور فلسفہ
اور عربیت کے فنون مین جنکا ذکر طوالت سے خالی نہین ارسطو کی کتابون کی
کسی نے اس تفصیل و بسط کے ساتھ شرح نہین کی جسطرح ابن رشد نے
اور انہین شروح ہی کے باعث اُسکے نام کو زیادہ فروغ ہوا اگرچہ ہر فن مین
اس حکیم اسلامی نے متعدد کتابین لکھی ہین - یورپ کے فلاسفہ کا مدت تک
یہہ مقولہ تھا کہ طبیعت کا ترجمان ارسطو ہے اور ارسطو کا ترجمان ابن رشد
ارسطو کے کتابون پر ابن رشد نے تین طرح کی شرحین لکھی ہین - اول شرح
بسیط ان شروح مین متن کے ہر فقرہ کو الگ کر کے اُسکی شرح کرتا ہے اور
تمام الہ و ما علیہ کو بیان کرتا ہے دوم شروح متوسطہ جنمین اسقدر شرح و بسط

نہین ہے اور تمام متن نقل نہین کیا ہے یہہ شرحین ابن رشد کی کم سنی کی تصنیفات
سے ہین سوم ملخصات اُن ہین متن سے مطلق تعرض نہین ہے بلکہ علوم فلسفیہ کی
کتابین ہین جن مین ابن رشد خود مطالب بیان کرتا ہے اور کسیکا حوالہ نہین
دیتا۔ اپنے شروح مین اسکندر۔ افرودیسی۔ تھمسٹیس نیقولا
وس اور ابن سینا اور ابن باجہ کے اقوال اکثر نقل کرتا ہے اور ردّ و قدح
و جرح و شرح سے کوئی صفحہ خالی نہین چھوڑتا۔ کہتے ہین کہ ابن رشد یونانی
زبان سے ناواقف تھا اور ارسطو کی کتابون پر اُسے اطلاع نہین ہوئی الا
حنین بن اسحاق و اسحاق بن حنین یحیٰی بن عدی وغیرہ کے ترجمون سے اور
یہہ ترجمہ خود سریانی ترجمون سے ترجمہ ہوے تھے چنانچہ اس تعدد وسایط
کے سبب جابجا ابن رشد سے غلطیان بھی واقع ہوئی ہین مثلاً بردمٹاگوراس
کو فیثاغورس سمجھتا ہے۔ ہراقلیس اور ہرقولین مین فرق نہین کرتا اور سقراط
کو اس فرقہ مین شمار کرتا ہے۔ اناگ گورس یونانی کو لاطینی فلسفہ کا امام بتاتا ہے
مگر جو محققین اور محسنین ابن رشد کو ارسطو کی کتابین پیدا کرنے مین پیش آئی ہین۔

اُس سے زیادہ اب ہمکو ابن رشد کی کتابین پیدا کرنے مین دریش مین
ارسطو کی کتابین تو یونانی زبان مین موجود تھین مسلمانون نے یونانی زبان
کے سیکھنے کیطرف کبھی توجہ نکی ابن رشد کی اصل کتابین ہی مفقود ہین عربی
سے عبری اور عبری سے لاطینی مین جسقدر ترجمہ ہوئین تھین یورپ کے کتبخانون
مین دستیاب ہوتی ہین اصل عربی نسخہ اکثر تصنیفات کے نہین ملتے۔
ابن رشد کے وفات کے بعد اگرچہ مسلمانون مین علوم فلسفی کی تعلیم موقوف
ہوگئی اور علم کا چرچا اُٹھ گیا پر یہودیون نے جو اُسوقت بڑے علم دوست
تھے اسکی کتابون کو عبری مین ترجمہ کرکے عالم مین منتشر کیا اور یورپ
کے لوگون کو ابن رشد سے اسی قوم کے معرفت واقفیت حاصل ہوئی
میکائیل اسکاٹ یورپ کے لوگون مین اول شخص تھا جسنے طلیطہ مین جاکر
ابن رشد کی کتابین بہم پہنچائین اور جرمنی کے بادشاہ کے ہان لے گیا۔
اُسکے بعد بہتیرے فلاسفہ یورپ ابن رشد کے پیرو ہوے بعضون نے
اُس سے مخالفت بھی کی۔ ٹامس اکوئیناس ایک بڑا نامی متکلم

مذہب عیسائی کا گذرا ہے۔ اُس شخص نے ساری عمر اپنی ابن رشد کے
رومین صرف کی مگر وہ بھی اپنے خصم کا عزت وحرمت سے نام لیتا ہے
اور اُسکے علم کی داد دیتا ہے۔ ایک بڑا شاعر اٹالی کا اپنے کلام مین
اقلیدس اور بطلیموس اور جالینوس وغیرہ حکما کے زمرہ مین اُسکا نام لیتا ہے
اور انگلستان کا پیشواے شاعران چاسر بھی ابن رشد کو بڑے بڑے
لوگون کے ساتھ شمار کرتا ہے چودہوین صدی عیسوی کے اوائل مین ریمنڈ
للی نے عربی زبان سیکھی اور منطق کا فن حاصل کیا فقط اِس غرض سے کہ ابن رشد
کی تردید کرے جسکو اُسکے عصر مین اور اُسکے بعد دو سو برس تک یورپ کے
متکلم مذہب عیسائی کا سب سے بڑا دشمن شمار کرتے تھے۔ للی تو اسکو گالیان
تک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ سگ ہے کہ ہمیشہ حضرت عیسے مسیح پر
بھونکا کرتا ہے مگر ایک فرقہ عیسایون کا جو لقب فرانسسکن مشہور تھا
ابن رشد کا بڑا معتقد تھا کیونکہ یہہ وہ فرقہ ہے جو اُس زمانہ کے عیسائی
تعصبات کو ناپسند کرتا تھا باقی کل عیسائی مذہبی فرقے اُسکے دشمن تھے

اور اُسکے نام کو شیطان کے نام کے برابر سمجھتے تھے اور دین و مذہب کا اور خدا و عیسیٰ مسیح کا دشمن جانتے تھے بلکہ وہ تو کُل مسلمانون کو ایسا ہی سمجھتے تھے اور یہہ جانتے تھے کہ یہہ ایک وحشی خونخوار بیدین بُت پرست قوم ہے جس سے احتراز ضرور ہے۔ جب صلاح الدین کے زمانہ مین یورپ کے اکثر بادشاہون نے شام پر حملہ کیا اور مسلمانون سے مدت تک مقابلہ رہا اور اُنکی جوانمردی اور علم و ہنر و اخلاق پر اہل یورپ کو اطلاع ہوئی اُسوقت سے انکی آنکھین کُھل گئین اور یہہ عام نفرت کم ہوتی گئی۔ یہان تک کہ مسلمانون کے علوم و فنون کے طرف انکو میلان پیدا ہوا چنانچہ منجملہ اور اسباب کے صفحات یورپ پر ترقی کا یہہ بھی ایک سبب ہوا یہان تک کہ کہتے ہین کہ فریڈرک ثانی نے اپنے دربار مین بہت سے عرب علما جمع کئے تھے اور عربون کے لباس و عادات کا بھی حتی الوسع تتبع کرتا تھا جسطرح اس زمانہ مین ہم اور ہمارے سلاطین و امرا اہل یورپ کے لباس و طریقہ معاشرت کا تتبع کرتے ہین۔ ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ سترہوین صدی تک

اٹالی کے ایک بڑے دار العلوم مین ابن رشد کو لوگ خود ارسطو سے زیادہ مانتے تھے اور دن رات اسکی کتابون کے مطالعہ مین صرف کرتے تھے کہتے ہین کہ ایک دن پٹرارک شاعر کے ہان کوئی طالب علم ملاقات کو آیا۔ اثنائے گفتگو مین پٹرارک نے پولوس کا کوئی قول نقل کیا یہ طالب علم جہنجلا کر بولا کہ اپنے بولوس اور اغشٹین کو تہ کر رکھو۔ ہمارا اُستاد ابن رشد ہے تم اگر ابن رشد کی کتابین پڑہو تو اور سبکو بھول جاؤ۔ افسوس ہے کہ ایسے بڑے حکیم کا نام تک ہمارے ہان کسیکو معلوم نہین ہے۔ نہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون مین نہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین اس حکیم کا ذکر کیا ہے صفدی کے کتاب مین اسکا نام بھی نہین ہے۔ جمال الدین قفطی نے بھی اپنی تاریخ فلاسفہ مین اُسے چھوڑ دیا ہے یافعی نے فقط اسقدر لکھا ہے کہ ۵۹۵ھ مین اُسنے وفات پائی اور عام طور پر یہہ لکھ گیا ہے کہ اسکی چند تصنیفات ہیں۔ غرضکہ ابن رشد کا اگرچہ ہماری مشرقی کتابون مین کسی نے نام تک بمشکل لکھا ہے۔ یورپ مین اُسکے علم کا اثر آج تک موجود ہے

اور گو ہم خود اپنے قوم کے بڑے بڑے محسنون کی قدر نکرین غیر قومین محض علم کی تلاش مین اُن لوگون تک پہنچی ہین اور اُنکے تصنفات سے متمتع ہو لی ہین اور انکا شکر نعمت آج تک ادا کرتی ہین -

ابن رشد کے ہمعصر

ابن زہر

اس کنّیت کے دو بڑے نامی گرامی حکیم اور طبیب اندلس مین گزرے ہین یہہ دونون ابن رشد کے معاصر اور دوست تھے - ایک عبدالملک ابن زہر اور دوسرا اوسکا بیٹا محمد ابوبکر بن زہر - ان دونون نے خلفاے موحدین کے زمانۂ حکومت مین بڑا نام پیدا کیا اور فن طبابت مین سرآمد اطبّاء وقت گنے جاتے تھے - یورپ کے زبانون مین یہہ دونو حکیم (اونبزور) کے نام سے مشہور تھے - چونکہ ابن زہر کے گھرانے مین اور بھی بڑے بڑے نامی گرامی لوگ گذرے ہین

بلکہ سات پشت تک ہر فرد اس خانوادہ کا فرد اکمل پیدا ہوا ہے اسواسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن حکیم کا ترجمہ لکھنے سے پیشتر کچھ سرسری احوال اسکے خاندان کا لکھا جائے جسکے فضل و کمال اور شہرت کے طرف اشارہ کرکے کسی شاعر بذلہ سنج نے بطور مطایبہ کہا ہے۔

قل للوبا انت وابن زہر جاوزتما الحد فی النکایہ
ترفقا بالوری قلیلاً فواحد منکما کفایہ

(زہر) نام ایک شخص یہودی الاصل اشبیلیہ کا رہنے والا جو اسلام سے مشرف ہوا تھا اس خاندان کا بانی ہے۔

(۱) زہر کا پوتا محمد ابن مروان ابن زہر الایادی اول شخص اس خاندان کا ہے جسنے طبابت کا پیشہ اختیار کیا۔

محمد نے مقام طلبیرہ میں ۴۲۱ھ ہجری مطابق ۱۰۳۰ عیسوی میں وفات پائی۔

(۴۲) محمد کا بیٹا عبد الملک ابو مروان بھی طبیب تھا۔ اپنے فن کی تکمیل کے واسطے سفر اختیار کیا اور قیروان اور قاہرہ اور بغداد مین مدت تک مطب کرتا رہا اور اُن صفحات مین بڑا نام پیدا کیا۔ سیر و سیاحت کے بعد اپنے وطن اصلی یعنے اندلس کو واپس آنکر شہر دینیہ مین قیام اختیار کیا اور وہان کے حاکم مجاہد صقلبی کے دربار کا طبیب مقرر ہوا۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ عبد الملک نے اسی شہر مین وفات پائی مگر ابن ابی اصیبعہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا مقام وفات اشبیلیہ تھا۔ تاریخ وفات ٹھیک ٹھیک نہین معلوم قیاس یہہ ہے کہ قریب سنہ ۴۷۰ھ کا یہہ واقعہ ہے۔

(۴۳) عبد الملک کے بیٹے زہر ابو العلائی بھی اپنے بزرگوار کے قدم پر قدم رکھا اور اپنے آبائی فن مین بڑی دستگاہ حاصل کی اور ابو عمرو عباد المعتضد باللہ حاکم اشبیلیہ کا وزیر اور طبیب مقرر ہوا۔

ابن ابی اصیبعہ اسکی وفات کا زمانہ ۵۲۶ھ لکھتا ہے مگر ابن خلکان اسکو

ایک سال پیشتر کا واقعہ بتاتا ہے۔

(۴) عبدالملک ابو مروان اسکا بیٹا بھی اپنے فن مین بڑا حاذق تھا۔ چھوٹی ہی عمر مین ابراہیم ابن یوسف ابن تشفین آخر خلفاء مرابطین کے گھر کا طبیب مقرر ہوا اور خاندان مرابطیہ کی بربادی کے بعد عبدالمومن کے دربار مین اسی خدمت سے سرفراز ہوا اور بالآخر درجہ وزارت کو پہونچا۔ بعض مورخون نے لکھا ہے کہ عبدالملک یہودی المذہب تھا مگر یہ گمان غلط ہے اُسکی تصنیفات بہت ہین ایک تیسیر فن طبابت کی بڑی معتبر کتابون مین شمار کیجاتی تھی اول زبان عبری اور پھر زبان عبری سے لاطینی مین ترجمہ ہوئی اور پندرہوین صدی مسیحی مین مملکت اٹالی مین چھاپی گئی۔ اس حکیم نے ۵۵۸ھ مین شہر اشبیلیہ مین وفات پائی۔

(۵) محمد ابوبکر ابن عبدالملک الحفید کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ اُسکے پردادا کا نام اور کنیت بھی محمد ابوبکر ہے۔ یہ حکیم اور ابن رشد دونو عبدالمومن کے دربار کے طبیب تھے۔ محمد الحفید اپنے آبائی فن کے علاوہ فقیہ اور

شاعر بھی تھا مورخین اس شخص کو خاندان زہر کا سرتاج گنتے ہین - ابن ابی اصیبعہ کی روایت سے اس حکیم نے سنہ ۵۹۶ ہجری مطابق سنہ ۱۱۹۹ع مین وفات پائی مگر ایک مورخ نے ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۵۹۵ھ لکھا ہے - اسکی پیدائش کی تاریخ سنہ ۵۰۷ھ ہجری ہے - یہہ حکیم اور اسکا باپ عبدالملک اوِنزُور کے نام سے یورپ مین مشہور ہین -

(۶) عبداللہ ابو محمد ابن الحفید کی ولادت سنہ ۵۷۷ھ مین مقام اشبیلیہ مین اور وفات سنہ ۶۰۲ھ مین افریقہ مین مذکور ہے اِس نے بہت تھوڑی عمر پائی اور کہتے ہین مسموم مرا - یہہ بھی اپنے فن مین مشہور تھا - عبداللہ نے دو خلف چھوڑے - ابو مروان عبدالملک اور ابو العلا محمد ابو مروان نے بڑی شہرت پائی اور بہت تصنیفات چھوڑین -

یہان تک زہر کے خاندان کا حال مختصر طور پر بیان ہو چکا اب کسیقدر تفصیل کے ساتھ عبدالملک ابن زہر چہارم سلسلہ کے حالات ابن خلکان اور ابن ابی اصیبعہ کی عبارت سے ترجمہ کئے جاتے ہین -

عبدالملک ابن زہر

عبدالملک ابن زہر نے اپنے پدر بزرگوار سے اپنا آبائی فن سیکھا اور آخر چلکے اپنے بزرگون پر اور اپنے ہمعصر اطبا پر سبقت لیگیا۔ اُسکی تشخیص اور اسکے نسخہ دور دور تک مشہور تھے۔ ابوعبداللہ محمد ابن عبداللہ ابن تیومرت نے جب مرابطین کی سلطنت پر قبضہ کرلیا اور اسکے وفات کے بعد خلیفہ عبدالمومن اس کا جانشین ہوا اور افریقہ سے اندلس آیا یہان آنکر اس علم دوست بادشاہ نے منجملہ اور علما کے ابن زہر کی بھی بڑی قدر و منزلت کی اور اپنے دربار کا طبیب مقرر کیا اور بہت کچھ انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

ابن زہر نے عبدالمومن کیواسطے ایک معجون مرتب کی تھی جسمین ستر جز شریک تھے اور تریاق سبعینی کہی جاتی تہی۔ پھر اُس نے اپنے نسخہ کے اجزا اکھٹا کر دس جز رکھے اور اسکے بعد سات جز رکھے جو تریاق الانتلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

ابوالقاسم معاحلبنی اندلسی سے روایت ہے کہ ایک دن خلیفہ عبدالمومن

نے ابن زہر سے فرمایش کی کہ مجھے ایک خفیف سی ہہن کی ضرورت ہے۔
ابن زہر نے اوسیوقت باغ مین جاکر ایک انگور کی بیل کو چارون طرف سے
کھدوایا اور پانی مین کچھ دوا ملاکر سیچنا شروع کیا۔ وہ اسکا اثر ساری بیل مین
دوڑ گیا یہان تک کہ انگور کے خوشون مین بھی سرایت کر گیا۔ ابن زہر
اسوقت ایک خوشہ توڑکر بادشاہ کے پاس لے گیا۔ یہان انگورون کے
تیار ہونے تک بادشاہ کو بخار آگیا تھا۔ ابن زہر نے خوشہ بادشاہ کو دیکر
کہا کہ اسے نوش جان فرمائیے بادشاہ نے دس انگور کھائے۔ ابن زہر
نے عرض کیا کہ بس امیر المومنین یہہ دس انگور کافی ہین انشاءاللہ اتنی ہی
اجابتین ہونگی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بادشاہ کا مزاج درست ہوگیا
نقل ہے کہ ایک دن ابن زہر اشبیلیہ مین بادشاہ کے دربار کو جارہا تھا
کہ اثناے راہ مین حمام ابوالخیر کے پاس ایک مریض سے دوچار ہوا جسکا زرد
رنگ اور ہر دم کا کراہنا صاف بتاتا تھا کہ یہ شخص مستسقی ہے ابن زہر اوسکے
ساتھ ساتھ اوسکے مکان تک گیا اور وہان بہ تفصیل احوال پوچھکر نبض دیکھکر

چاہتا تھا کہ نسخہ لکھے کہ یکایک اوسکی نظر ایک گھڑے پر پڑی کہ بستر کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ مدت سے یہ گھڑا یہین رکھا ہوا ہے اور مریض اسی کا پانی پیتا ہے۔ ابن زہر نے کسی نوکر سے کہا کہ اِس گھڑے کو توڑ ڈالو۔ گھڑا جو ٹوٹا تو اوسکے اندر سے ایک بہت بڑا مینڈک نکلا جسنے بظاہر اوسی گھڑے مین پرورش پائی تھی۔ ابن زہر اوٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ اب نسخہ لکھنے کی حاجت نہین رہی تم یون ہی اچھے ہو جاوگے۔ آج تک جو تم پانی پیا کرتے تھے وہ تمہارے حق مین زہر تھا۔

کہتے ہین کہ ابن زہر کا ہمعصر الفار نام ایک بڑا طبیب اشبیلیہ مین تھا جس نے ایک کتاب مفردات ادویہ کے بیان مین دو جلدون مین تصنیف کی تھی یہ حکیم صاحب ہمیشہ ابن زہر سے کہا کرتے تھے کہ دیکھو انجیر نہ کھایا کرو ورنہ کسی روز سرطان کا مرض تمکو ہلاک کریگا۔ ابن زہر کو انجیر سے بڑی رغبت تھی۔ خوب کھایا کرتا تھا اور الفار سے کہا کرتا تھا کہ تم اپنی خبر لو انجیر سے پرہیز کرتے ہو قبض مین مبتلا رہا کروگے اور کسی روز تب تمہاری جان لیگی۔ طرفہ ماجرا یہ،

کہ آخر کار انفار قبض اور تپ سے ہلاک ہوا اور ابن زہر سرطان سے۔
مرض الموت مین ابن زہر نے بہت کچھ علاج کیا مگر جب کچھ اثر نہوا تو اوسکے
بیٹے ابو بکر نے ایک نسخہ تجویز کیا ابن زہر نے کہا کہ میاں اب نسخہ بیکار ہے موت
کی کوئی دوا نہین ہے کوئی دقیقہ اوٹھا نہین رکھا مگر کوئی شے کارگر نہین ہوتی
خدا کا حکم کون ٹال سکتا ہے۔ ابن زہر نے ۵۵۷ھ ہجری مطابق ۱۱۶۱ع
مین وفات پائی اور باب الفتح کے باہر دفن ہوا۔

ابن زہر کے مشہور شاگردون مین ایک ابو الحسن ابن اسدون ہے جو المصدوم
کے لقب سے مشہور ہے ابن ابی اصیبعہ نے اوسکا بھی ترجمہ اپنے طبقات مین
لکھا ہے۔

ابن زہر کے مصنفات بہت ہین۔ مشہور کے نام ذیل مین درج کئے جاتے
ہین کتاب التیسر فی المداواۃ والتدبیر۔ کتاب الاغذیہ کتاب الزینہ اس مین
فقط مسہلات کا ذکر ہے۔ کتاب الامراض۔ رسالہ فی البرص والبہق۔ کتاب
التذکرہ۔ کتاب التیسر کا ترجمہ اٹلی مین بار بار چھپا ہے اور وہان کے اطبا

نے اسکی شرح بھی کی ہے جو سنہ ۱۶۲۲ء مین چھاپی گئی۔ ابن رشد کے ترجمہ

احوال مین بیان ہو چکا ہے کہ یہہ کتاب ابن زہر نے ابن رشد کی فرمائش سے

لکھی تھی اور غرض اس تصنیف سے یہ تھی کہ ابن رشد کی کتاب الکلیات کے

ساتھ ملکر فن طبابت کا پورا مجموعہ بن جاسے۔

ابوبکر ابن زہر

ابوبکر محمد ابن ابی مروان ابن ابی العلا ابن زہر۔ میانہ قد صاف رنگ بڑا مضبوط

زور آور قوی الجثہ آدمی تھا بڑی عمر کو پہنچکر مرا۔ اور آخر وقت تک سارے

قوی برقرار اور حواس خمسہ صحیح و سالم لیگیا فقط سماعت مین کسیقدر فرق

آگیا تھا۔

فقہ اور حدیث کو اس حکیم نے عبد الملک الباجی سے حاصل کیا اور طب وغیرہ

اپنے پدر بزرگوار عبد الملک ابن زہر سے اور اُن علوم مین ایسی مہارت اور

ایسا کمال پیدا کیا کہ اپنے تصنیفات سے اپنے زمانہ کے مبلغ معلومات مین بہت

کچھ اضافہ کر گیا۔ ان علوم کے علاوہ فنون ادبیہ عربیہ مین بھی اوسے بڑی دستگاہ

تھی اور حافظ کلام اللہ تھا اور شعر بھی خوب کہتا تھا اور بیان بھی اوسکا بہت فصیح و بلیغ تھا۔

ابو الخطاب بن دحیہ نے اپنی کتاب (المطرب فی اشعار اہل المغرب) مین لکھا ہے کہ ذو الرمہ کا کلام اُسکو حفظ یاد تھا۔ اور حکیم اور طبیب ہونے کے علاوہ بڑا ادیب تھا کچھ کلام بھی اسکا نقل کیا ہے۔ مشتی نمونہ از خروارے اشعار ذیل سے اُسکے کلام کی رشاقت اور حلاوت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

وموسّدین علی الاکفّ خدودہم قد غالھم نوم الصباح وغالنی

مازلت اسقیہم واشرب فضلہم حتے سکرت ونالھم ما نالنی

والخمر تعلم حین تاخذ ثارہا انّی املتُ اناءھا فامالنی

اپنے ایک بہت ہی صغیر سن بچے کے اشتیاق مین لکھتا ہے

ولی واحدٌ مثل فرخ القطا صغیر تخلّف قلبی لدیہ

نأت عنہ داری فیا وحشتی لذاک الشخیص وذاک الوجیہ

تشوّقنی وتشوّقتہ فیبکی علیّ وابکی علیہ

لقد تعب الشوق ما بيننا فمنہ الی و منے الیہ

مرتے وقت وصیت کرگیا کہ اشعار ذیل میری قبر پر کندہ کردئے جائین

تامل بحقک یا واقفا ولاحظ مکانا دفعنا الیہ

تراب الضریح علے وجنتی کانی لم امش یوما علیہ

اداوی الانام حذار المنون وہا انا قد صرت رہنا لدیہ

ابوبکر ابن زہر اپنے پدر بزرگوار کی رفاقت مین سلطان ابراہیم ابن یوسف ابن تشفین المرابطی کا طبیب تھا اور اس خانوادہ کی بربادی کے بعد ابن رشد کی شراکت مین عبدالمومن کے دربار کا طبیب مقرر ہوا۔ موحدین کے خاندان مین چار پشتون تک اس منصب سے سرفراز رہا اور خلیفہ عبداللہ محمد الناصر کے زمانہ مین نوے برس کے سن کو پہنچکر ۵۹۶ہجری مین مراکش کے مقام مین اس جہان فانی سے گذر گیا۔ رحمتہ اللہ علیہ

ابوبکر کی تشخیص اور حذاقت کا سارے یورپ مین شہرہ تھا۔ تریاق خمسینی اوسکی ترتیب دادہ ایک معجون تھی۔ بعض موقعون پر اپنے

پدر بزرگوار کے نسخون پر بھی اصلاح کیا کرتا تھا اور وہ حکیم اسکی راے کو تسلیم کر لیا کرتا تھا۔

ابوبکر کی سخاوت اور دوست پرستی کی ایک نقل قاضی ابو مروان الباجی کے زبانی منقول ہے کہ ابوبکر ایک دن ایک دوست کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا۔ اوسے کچھ متفکر اور متردد پاکر فکر اور تردد کا سبب پوچھا اُس نے جواب دیا کہ میری بیٹی کی شادی ہوگئی ہے کل اوسکے رخصت کا دن ہے تین سو دینار صرف ہونگے میرے پاس ٹکا بھی نہین ہی مین اس فکر مین ہون کہ تین سو دینار کس کے گھر سے لاؤن۔ ابوبکر نے کہا کیا مضایقہ ہے بازی تو تمام کرو میرے پاس پانچ کم تین سو دینار اسوقت موجود ہین تمہارے نذر کرتا ہون۔ شطرنج گرداتے کے بعد ابوبکر نے پانچ کم تین سو دینار کا توڑا اپنے دوست کے حوالہ کیا۔ کئی دن کے بعد وہ دوست پھر ابوبکر کی ملاقات کو آیا اور پانچ کم تین سو دینار واپس لایا اور بیان کیا کہ مین نے ایک زیت کا باغ اپنا سات سو

دینار کو بچا ہے تمہاری عنایت سے عین وقت پر میرا کام نکل گیا اب یہہ رقم حاضر ہے میری حاجت روا ہو گئی۔ ابو بکرؔ نے کہا کہ اس رقم کو تم ہی اپنے صرف مین لاؤ مین نے دیتے وقت یہ نیت نہین کی تھی کہ تمسے واپس لونگا۔ اُس نے کہا کہ یہ آپکی عنایت اور مہربانی ہے خدا کے فضل سے اب مجھے احتیاج باقی نہین ہے۔ اور مین کبھی پسند نہین کرتا کہ کسی ایسے احسان کا بار اپنی گردن پر لون جسکا عوض مجھسے نہو سکے۔ ابو بکرؔ نے کہا مین تمہارا دوست ہون یا دشمن۔ دوست بولا کہ یہ کیا فرماتے ہو تم میرے بڑے عزیز دوست ہو۔ ابو بکرؔ نے کہا کہ اگر مین تمہارا دوست ہون تو میرا مال تمہارا مال اور تمہارا مال میرا مال ہے تامل کی کیا جائے ہے۔ اس پر بھی جب اوسکے طرف سے تامل ہوا تو ابو بکرؔ نے جھنجلا کر کہا کہ اگر تم نہ قبول کروگے تو آج سے میری تمہاری ملاقات ترک ہو جائیگی۔ آخر مجبوری اوسے وہ ہدیہ قبول کرنا پڑا ابن رشدؔ کے ترجمہ مین بیان ہو چکا ہے کہ امیر المنصور نے معقولات اور حکمت کی کتابین تلف کرنیکے

واسطے ابن زہر کو مقرر کیا تھا اگرچہ امیر خوب جانتا تھا کہ اسکا اپنا کتب خانہ
معقولات کی کتابون سے مالا مال ہے اور یہہ خود علوم عقلیہ کا بڑا شائق ہے۔
ابو بکر ابن زہر بادشاہ کی حکم بجالانے مین بڑی سرگرمی سے مشغول ہوا۔ ڈہونڈ
ڈہونڈکر معقولات کی کتابین جلائین ۔ اوسوقت اشبیلیہ مین ایک شخص
رہتا تھا جسے ابن زہر سے عداوت تھی اور ہمیشہ اوسکے درپے رہا کرتا تھا
اس فتنہ پرداز کو یہہ اشغلہ سوجھا کہ ایک محضر تیار کیا۔ اوس پر اپنی دستخط
کئے اور چند اپنے دوستون کی دستخط کرائی مضمون محضر کا یہہ تھا کہ ابن زہر
خود معقولات کی تحصیل اور تفتیش مین مصروف رہا کرتا ہے اور اس فن
کی کتابین اوسکے کتب خانہ مین بہت ہین۔ غرض دستخط کرکرا کے امیر کے
حضور مین گذراندی اوس روز خلیفہ حصن الفرح مین مقیم تھا جو ابو بکر سے
مشورہ سے بادشاہ کی تفرج کیواسطے تعمیر ہوا تھا۔ عرضی وہین پہنچی۔ امیر
نے کھول کر اوسے پڑہا اور پڑہتے ہی حکم دیا کہ عرضیگزار گرفتار ہوکر قید خانہ
مین مقید کیا جاے اور علانیہ فرمایا کہ مین نے ابو بکر بن زہر کو اسی غرض سے

یہہ کام سونپا تھا کہ لوگون کی زبان اُسکے نسبت بند ہو بخدا اگر سارا شہر
متفق ہوکر قسم کھائے کہ اس عرضی کا مضمون صحیح ہے تو بھی مین ہرگز باور
نکرون ابن زہر کی خدا پرستی پر مجھے پورا بھروسہ ہے۔ غرض عرضی گذار
مقید ہوا مگر باقی دستخط کرنے والے روپوش ہوگئے ابوالعباس احمد ابن
محمد ابن احمد اشبیلی سے روایت ہے کہ دو لڑکے ابن زہر کے پاس طب
کی کتابین پڑہنے آیا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ابن زہر ابوالحسن
المصدوم کے ساتھ باتون مین مشغول تھا کہ یہ دونو طالب العلم کتابین لئے
ہوئے آپہونچے۔ سوا سے درسی کتابون کے ایک لڑکے کے ہاتھ مین
ایک چھوٹا رسالہ اور بھی تھا۔ ابن زہر نے اوسکے ہاتھ سے لیکر کچھ عبارت
پڑہی دیکھا تو منطق کا رسالہ ہے۔ فوراً کتاب کو تو ایک طرف پھینکدیا
اور خود لکڑی لیکر شاگردون کے جانب چلا۔ لڑکے بھاگے یہ پیچھے ہوا
دور تک دوڑتا ہوا چلا گیا مگر وہ ہاتھ نہ آئے۔ یہ واپس آیا۔ کئی دن
تک شاگردون نے ڈر کے مارے منہہ نہ دکھایا مگر بعد چندے جب انہون نے

سمجھ لیا کہ اب حضرت کا غصہ فرو ہو گیا ہوگا پھر آنکر حاضر ہوے اور عرض کیا

کہ حضرت اُس دن ہم سبق لینے کو آرہے تھے۔ سر بازار ہمنے ایک دہقانکو

کے ہاتھ مین یہ کتاب دیکھی۔ بازاری لوگ کچھ اُس سے تکرار کر رہے تھے

ہمنے کتاب اُسکے ہاتھ سے جھپٹ لی اور آپ کے پاس لے آئے ہمین

کیا خبر تھی کہ اسکے اندر کیا لکھا ہے اور کس فن کی کتاب ہے۔ ابن زہر

نے یہ عذر بارد اپنے شاگردون کا قبول کر لیا اور پھر بدستور درس مین

مشغول ہوا مگر اُس روز سے اُس نے یہ معمول باندہ لیا کہ طب کا سبق

دیکر ایک آدہ رکوع کلام مجید کا شاگردون سے پڑہوا کر سن لیا کرتا اور

کہدیا کرتا کہ گھر پر اس مقام کی تفسیر دیکھ لو اور علاوہ اسکے سیر و حدیث

کی کتابون کا بھی اُن سے مطالعہ کرواتا اور صوم و صلواۃ کے بابت بڑی

قدغن رکھتا۔ جب اُس نے سمجھ لیا کہ اب اُنکے عقاید مضبوط ہو چکے

اُسوقت ایکدن وہی رسالہ منطق کا اپنے کتاب خانہ سے نکال لایا اور

خود اُسکا درس دینا شروع کیا اور کہا کہ اب اس علم کے سیکھنے مین

کوئی مضایقہ نہین ہے۔

قاضی ابومروان الباجی لکھتا ہے کہ ابن زہر کی ایک ہمشیر اور اُسکی ایک بیٹی ابن زہر کے ساتھ رہا کرتی تھی اُسکی صحبت مین اُن دونون نے بھی فن طبابت مین بڑی دستگاہ حاصل کی تھی خصوصاً عورتون کے علاج مین بڑی مشاق تھین۔

امیر المنصور کے گھر مین محلات کا علاج بھی مان بٹیان کیا کرتی تھین۔

ابن زہر کے وفات کا حال اس طرح لکھا ہے کہ ابوزید عبدالرحمن بن یوجان المنصور کے وزیر نے ازراہ خبث ابن زہر کے ایک خدمتگار کے ساتھ سازش کرکے انڈے مین ملاکر زہر دلوایا۔ ابن زہر اور اُسکی ہمشیر دونو نے وہ انڈا کھایا اور زہر نے دونونکا کام تمام کیا۔ مورخ لکھتا ہے کہ اُسوقت حکمت اور طبابت کچھ کام نہ آئی مگر منتقم حقیقی نے ابوزید بن یوجان سے اس خون ناحق کا عوض اسطرح پر لیا کہ وہ اپنے ایک قرابت وا لے کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

یہان تک ابن ابی اصیبعہ کی روایت تمام ہوئی۔ ابو بکر کی تصنیفات کا ذکر اس مورخ نے چھوڑ دیا ہے مگر ۱۶۱۸ء مین مقام بازل مین ایک کتاب ابن زہر کی حفظ صحت کے مقدمات مین لاطینی زبان مین ترجمہ ہوکر چھپی تھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی ابن زہر کی ہے کیونکہ عبدالملک ابن زہر کے تصنیفات مین اس نام کی کوی کتاب مذکور نہین ہے۔

ابن باجہ

ابو بکر محمد بن یحییٰ ابن باجہ الاندلسی ابن الصائغ کے لقب سے مشہور تھا اور اہل یورپ اسے (اوبپیس) کے نام سے جانتے تھے۔ یہ مشہور حکیم حافظ قرآن تھا اور علوم عربیہ پر اسکو بڑا عبور تھا اور اپنے وقت کے بڑے بڑے حاذق طبیبون مین گنا جاتا تھا مگر سب سے زیادہ شہرت اسنے حکمت اور فلسفہ مین پائی۔ اِن علوم کا امام وقت تھا۔ علاوہ اِسکے موسیقی مین بھی اسے بڑی دستگاہ تھی اور نے خوب بجاتا تھا۔ بعض مورخ اسکی پیدایش سرقسطہ اور بعض قرطبہ کی بتاتے ہین۔ اسکے بعد ایک شاگرد ابوالحسن ابن عبدالعزیز

ابن آلامام نے لکھا ہے کہ اُس زمانہ مین فقط دو ہی شخص یعنے ابن باجہ اور ملک ابن واہب اشبیلی علوم طبیعہ و فلسفہ مین سربرآوردہ تھے مگر ملک ابن واہب نے آخر حلکپر عامیان علم دشمن کے خوف سے اس طرف توجہ کم کردی اور علوم شرعیہ مین زیادہ توغل شروع کیا اور اُنمین بڑا ملکہ حاصل کیا۔

ابن باجہ علے حالہ علوم عقلیہ کی تحصیل واشاعت مین سرگرم رہا اور ہیت وہندسہ والٰہیات وغیرہ مین بڑا مرتبہ حاصل کیا اور اُسے لبغض سے کئی مرتبہ عامی جاہلون نے اسکی جان پرحربہ کیا مگر خدا نے بچادیا ابوالحسن ابن الامام لکھتا ہے کہ بعد ابوالنصر الفارابی کے اس مرتبہ کا کوئی حکیم نہین پیدا ہوا۔ اگر ابوعلی ابن سینا اور امام غزالی سے جنہون نے مشرق مین علوم عقلیہ کو الفارابی کے بعد زندہ کیا ابن باجہ کا مقابلہ کیا جائے توشاید ابن باجہ کا پلہ جھک جائیگا۔ بہرحال اسمین کوئی شک نہین کہ یہہ تینون حکیم بلاریب اپنے وقت کے ایمہ فن تھے۔ ابن باجہ کا زمانہ اوائل ماہ ثانی عشر مسیحی ہے تاریخ وفات کا ٹھیک پتا نہین ملتا کوئی کہتا ہے ۵۳۳ھ مین وفات پائی

کوئی کہتا ہے ۵۲۵ھ مین - ابن باجہ نے بہت تھوڑی عمر پائی تئیس برس کے سن مین اس جہان فانی سے گزر گیا اور مدینہ فاس مین ابو بکر ابن العربی کے نزدیک مدفون ہوا - کہتے ہین مسموم مرا - اسکی تصنیفات کے نام ذیل مین درج ہین -

شرح کتاب السماع الطبیعی لارسطاطالیس - القول علی بعض کتاب الاثار العلویہ لارسطاطالیس - القول علی الجزاء الاخر من کتاب الحیوان لارسطاطالیس الکلام علی کتاب الکون والفساد لارسطاطالیس - کلم علی بعض کتاب النبات لارسطاطالیس - قول فی التشوق الطبیعی وماہیتہ - رسالتہ الوداع - ضمیمہ رسالتہ الوداع - کتاب فی اتصال العقل بالانسان - قول علی قوۃ النزوعیہ تدبیر التوحد - کتاب النفس تعالیق علے کتاب ابی نصر فی الصناعہ الذہنیہ فصول قلیلہ فی السیاست المدنیہ وکیفیت المدن وحال المتوحد کتاب التجربتین علی ادویہ ابن وافد - اس کتاب کی تصنیف مین ابو الحسن صفیان اسکے ساتھ شریک تھا - اختصار الحاوی للرازی - کلم فی الغایتہ

الانسانیہ۔ کلمۃ فی الامور التی بہا یمکن الوقوف علی العقل الفعال۔ کلمۃ فی الاسم والمسمی۔ کلام فی البرہان۔ کلمۃ فی الاسطقات۔ کلام فی الفحص عن النفس النزوعیہ کلام فی المزاج۔

سوا اسکے اور بھی کتابین ہین جنکا ٹھیک ٹھیک پتا نہین چلتا۔ ابن باجہ کبھی شعر شاعری سے بھی دل لگاتا تھا چنانچہ وفیات الاعیان مین کچھ کلام اسکا منقول ہے۔ لکھا ہے کہ جب موت کا وقت قریب آیا تو یہہ دو شعر پڑہتا تھا۔

اقول لنفسی حین قابلہا الردی — فراعت قرارا منہ لیسری الی یمنی

تقی تحملی بعض الذی تکرہینہ — فقد طالما اعتدت الفرار الی الاہنی

باجہ ایک شہر کا نام ہے مملکت اندلس مین۔

وفیات الاعیان مین لکھا ہے کہ لفظ باجَہ بہ تشدید جیم لغت فرنج مغرب مین چاندی کو کہتے ہین۔ اگر یہہ درست ہے تو ممکن ہے کہ اہل مغرب نے لفظ فضہ کو بگاڑ کر باجہ بنایا ہے۔

کہتے ہین کہ ابن رشد اسکے شاگردون مین سے تھا۔ اپنے فلسفی کتابون مین بڑی عزت سے اس کا نام لیتا ہے اور اسکے اقوال کی بڑی وقعت ظاہر کرتا ہے۔ ابن طفیل بھی اپنے کتابون مین اُسکی بڑی مداحی کرتا ہے۔ لوئیس نے اپنی تاریخ فلسفیات مین ابن باجہ کا ذکر کیا ہے مگر کوئی نئی بات نہین لکھی جسکا حوالہ دیا جاسے۔

ابن طفیل

ابن ابی اصیبعہ اپنے طبقات اطبا مین ابن طفیل کا ترجمہ ترک کر گیا ہے مگر ابن الخطیب نے کچھ احوال اسکا لکھا ہے۔ ابوبکر محمد بن عبدالملک بن محمد بن محمد بن طفیل القیسی وادی آش مین متولد ہوا۔ وادی آش ایک بڑا شہر ہے اعمال غرناطہ سے جسکو وادی الاشات بھی کہتے ہین۔ اس بستی کی آب وہوا کو مذاق ادب وشاعری سے بڑی مناسبت تھی اور یہان کے باغات اور ندیان بہت پرفضا تھین۔ ابن طفیل تحصیل علوم کے بعد تھوڑی ہی عمر مین والی غرناطہ کا کاتب یعنے معتمد (سکرٹری) مقرر ہوا اور وہان سے نکلکر یوسف

ابن عبد المومن کے دربار مین خدمت طبابت اور بعد چند سے منصب جلیل وزارت سے سرفراز ہوا۔ اپنے قرن کے سرآمد اطبا مین اسکا شمار تھا اور ریاضیات اور ہیئت مین اسکو بڑا ملکہ تھا۔

اس حکیم نے ۵۸۱ھ ہجری مطابق ۱۱۸۵ء مین مقام مراکش مین وفات پائی لوئیس اپنی تاریخ فلسفیات مین لکھتا ہے کہ امیر یعقوب المنصور باللہ خلف امیر یوسف اسکے جنازہ کے ساتھ گیا اور اُسکی موت کا بڑا غم کیا۔ وہ یہہ بھی لکھتا ہے کہ ابن طفیل جسقدر ابن باجہ کا ممنون احسان اور ہمیشہ ثناخوان رہا اُسی طرح ابن رشد جسکو ابن طفیل نے بادشاہ وقت تک پہونچایا تھا تمام عمر ابن طفیل کا احسان مانتا رہا اور اُسکی مداحی کرتا رہا۔ ان بزرگوارون کے دلون مین دستور زمانہ کے خلاف کبھی بغض وحسد کا گذر نہونے پایا۔

لوئس کا قول ہے کہ یورپ کے علما مین یہہ بات مشہور تھی کہ ابن طفیل نے نظم بطلیموسی کو رد کیا ہے اور دوسرا نظم ایجاد کیا ہے۔ ابن رشد اپنے شرح مین اس جدید طریقہ عمل کا ذکر کرتا ہے مگر اُسکے قول سے ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ ابن طفیل نے بتفصیل اس مسئلہ پر کوئی رسالہ نہین لکھا اگرچہ ہمیشہ لکھنے کا قصد کرتا رہا۔ ابن طفیل کی راے یہہ تھی کہ فلک الافلاک فلک ثوابت کے اوپر اور بالکل خالی ہے اور اُسکو ایک ہی حرکت ہے یعنے مشرق سے مغرب کے جانب۔ اوسکی حرکت سے جملہ افلاک کو مشرق سے مغرب کیجانب حرکت ہوتی ہے مگر جو فلک فلک الافلاک سے بعید تر ہے اوسکی حرکت بھی زیادہ بطی ہے اور جسقدر قریب تر ہے اوسیقدر حرکت بھی زیادہ سریع ہے کیونکہ قریب کو بہ نسبت بعید کے اصل محرک یعنے فلک الافلاک کی حرکت کا اثر زیادہ پہونچتا ہے اور علی ہذا القیاس بعید کو بہ نسبت قریب کے کم اور یہی وجہ تفاوت حرکت کی ہے۔ کسی دوسرے متضاد الجہتہ حرکت کے فرض کر لینے کی حاجت نہین ہے۔ ہر فلک کے قطبین فلک مافوق کے قطبین سے ہٹے ہوئے ہین اور ہر فلک باتباع حرکت فلک مافوق اپنے محور پر لویبہ حرکت کرتا ہے۔ یہہ دونو حرکتین مجتمع ہو کر ایک طرح کی لوبی شکل پیدا کرتی ہین جس کے سبب سے

ستارے شمال یا جنوب کے جانب جھکے ہوے نظر آتے ہین۔

ابن طفیل کی تصنیفات مین کتاب حیّ بن یقظان نے بڑی مقبولیت
پائی۔ ایک مرتبہ اصل عربی معہ ترجمہ لاطینی ١٦٧١ء مین طبع ہوا اور پھر دوسرے
بار ١٧٠٠ء مین چھاپا گیا۔ تین مرتبہ انگریزی زبان مین اور دو مرتبہ جرمن مین ترجمہ
ہوا۔ اس رسالہ مین ابن طفیل ایک فرضی قصہ لکھتا ہے اور اُسکو بعض مطالب
فلسفی ادا کرنے کا ذریعہ گردانتا ہے فقط

نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی بی اے

علم اللسان

پہلا سوال ۔ یہ ہے کہ زبان کیا چیز ہے

مختصر تعریف زبان کی یون کیجا سکتی ہے کہ زبان انسان کے خیالات ظاہر کرنے کا ذریعہ ہے ۔ لیکن ادنے غور سے معلوم ہوگا کہ یہ تعریف انتہا درجہ کی جامع ہے اور اِس مین اقسام کے ذرایع جنپر عموماً زبان کا اطلاق نہین ہو سکتا داخل ہو جاتے ہین ۔

مثلاً تصاویر و عمارات و اشارات جنکے ذریعہ سے بعض اوقات انسان اپنے خیالات کو اُسیقدر وضوح کے ساتھ بیان کر سکتا ہے جیسے الفاظ مین ۔ پس ضرور ہے کہ اس تعمیم کی کسیقدر تخصیص کیجاوے

اور تعریف اُس زبان کی جس سے بحث اس تحریر مین کیجاویگی یہ قرار پائی ہی
کہ کلام اون اصوات کا مجموعہ ہے جنکو انسان نے اپنے خیالات اپنے ہمجنسون
پر ظاہر کرنے کے لئے وضع کیا ہے جسکی تعریف اہل عرب نے ان الفاظ سے
کی ہے الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد اً اور کلام مجموعہ کلمات ہے -

اب دیکھنا چاہئے کہ کلام انسان کو کیونکر حاصل ہوا - کیونکہ یہ تو معلوم ہے
کہ بچہ ماں کے پیٹ سے بات کرتا ہوا نہین پیدا ہوتا - اس مین شک نہین
کہ شش اور قصبۃ الریہ کے جتنے پردے اور رباطات ہین کہ جنکے بغیر
صوت پیدا نہین ہو سکتی ہر ایک انسان اور اکثر حیوانات مین موجود ہین لیکن
اصوات کا معانی خاص کے لئے موضوع کرنا امر آخر ہے اور یہ بتدریج انسان
کو حاصل ہوا ہے - اس مقام پر اعتقادات مذہبی سے مطلق بحث نہین فقط
اس بات کی تحقیق منظور ہے کہ وہ مدارج جنکے طے کرنے کے بعد کلام بنتا ہے
کیا ہین آیا اون مین سے کوئی درجہ ایسا بھی ہے جسمین زبان انسانی اصوات
وحرکات حیوانی سے متمیز نہو سکے -

سب سے پہلی زبان زبانِ اشارات ہے۔ جب کسی وجہ سے ایک انسان
دوسرے انسان کے ساتھ اصوات مین باتمین نہین کرسکتا تو اشارات
کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً ایک شخص کسی سوتے ہوے مریض کے
سرھانے بیٹھا ہو اور دوسرے شخص کو اوس سے کچھ مانگنی ہو تو ظاہر ہے
کہ یہ دونون آپس مین اشارون سے باتمین کرینگے اور ایک دوسرے
کے مطلب کو بخوبی سمجھ جائیگا۔ اِسی طرح دربارون اور جلسون مین جہان
آواز نکالنا خلاف تہذیب ہے وہان اشارون مین باتین کرنی پڑتی ہین
لیکن پورے طور پر اشارات کا استعمال وہ لوگ کرتے ہین جو گونگے
اور بھرے ہین اور اُن کی تقریر اشاراتی نہایت درجہ دلچسپ اور حیرت
انگیز ہے اِن اشارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گونگے بھرون
مین دو قسم کے اشارات کا استعمال ہوتا ہے اول تو اُن چیزون کو
جو معرض گفتگو مین ہین دکھا دینا مثلاً ہاتھ کی جگہ پر ہاتھ کو دکھانا۔ مین کی جگہ
پر اپنی طرف اشارہ کرنا۔ اور تم کی جگہ مخاطب کی طرف دوسرے

نقل سے خیالات کو ظاہر کرنا مثلاً پانی کی جگہ چلّو منھ کو لگانا۔ چابک کی جگہ ہاتھ سے چابک مارنیکا اشارہ کرنا۔ دیا سلائی کی جگہ پر دیا سلائی سُلگانیکی نقل کرنی۔ یہ سب اشارات اس طرح کے ہین جو طبعی اور عام فہم ہین اور یہ پہلی زبان ہے جسمین ایک انسان نے دوسرے انسان سے باتین کین اور الی یومنا ہٰذا عند الضرورت باتین کرتا ہے دوسرے قسم کے اشارات وہ ہین جنکو اشارات صوتی کھنا چاہئے اور ان مین اور اشارات فعلی مین اسیقدر فرق ہے کہ اشارات فعلی کا ادراک قوت باصرہ سے ہوتا ہے اور اشارات صوتی کا ادراک قوت سامعہ سے۔ انکو دیکھ کر ہم سمجھتے ہین اور اونکو سنکر۔ مگر دونون جزو زبان اشارات ہین۔ اشارات صوتی کی بڑی مثال ہنسی اور رونا اور کیفیات کا اظہار ہے کہ جسمین چہرہ اور آواز دونون شریک اور معاون ایک دوسرے کے ہین جس قسم کی کیفیت چہرہ پر منقش ہوگی اوس کا اثر فوراً آواز پر پڑیگا

نوٹ لے آج کے دن تک بوقت ضرورت۔

اگر آدمی ہشاش بشاش ہے تو قہقہہ کی آواز گلے سے نکلیگی۔ اگر غم مین چور ہے تو رونے کی اگر انہی اصوات کو ستار مین بجائے تو وہی کیفیات انسان پر طاری ہونگی اور اسی وجہ سے موسیقی کا اثر یوروپ کی مہذب قومون سے لیکر آسٹریلیا کے جنگلیون تک سب پر یکسیان ہے۔ اسمین شک نہین کہ تال۔ سم اور موسیقی کی باریکیان سمجھنے کو اعلےٰ درجہ کی تعلیم درکار ہے لیکن اثر وحشی پر بھی یہ ہوتا ہے کہ صوت جو ترجمان کیفیات انسان ہے پھر اُنھین کیفیتون کو اُسپر طاری کر دیتی ہے اور ایک ولولہ اور ہیجان اُسمین پیدا کرتی ہے۔

اشارات عملی اور اشارات صوتی اگر ملاے جائین تو ان سے وہ زبان پیدا ہوگی جسکو زبان طبعی کہنا چاہئے کیونکہ اس زبان کو ہر ایک انسان بالطبع سمجھتا ہے اور یقیناً اختراع السنہ مین پہلا مرحلہ یہی تھا۔ اور یہی زبان طبعی انسان کی ہے جسکو مشابہت کامل اشارات و اصوات حیوانات سے ہے۔ کیونکہ اِس مین شک نہین کہ حیوانات بھی اشارات و اصوات کے ذریعہ سے اپنے محسوسات کو ظاہر

کرتے ہین مثلاً جب وقت ہرنون کا گلّہ چرائی مین مشغول ہوتا ہے تو ہمیشہ ایک ہرن بطور سنتری کے باہر کھڑا ہوتا ہے اور بمجرد کسی درندہ کی آہٹ پانے کے اس قسم کا اشارہ کرتا ہے کہ جس سے وہ سب ہرن بھاگ کھڑے ہوتے ہین۔ یا جب مرغی اُس خاص آواز سے جسکو کٹکٹانا کہتے ہین اپنے چھوٹے چھوٹے بچون کو بلاتی ہے یا کتّا دروازہ کھلوانے کو بھونکتا ہے یا گھوڑا اوانے کے وقت پڑتاپ مارتا ہے۔ اِن صورتون مین اصوات و اشارات حیوانات سے وہی کام نکلتا ہے جو انسان کے الفاظ سے **دوسرا درجہ** اختراع زبان مین ان الفاظ کا بنتا ہے جنکو یونانی زبان مین **انوماٹوپے اک** کہتے ہین یعنی الفاظ محاکی الاصوات جیسا اُردو مین **غرانا۔ گڑگڑانا بھنبھنانا سنکنا سرسراہٹ**۔ فارسی مین **غوغا۔ کوکو۔ صرصر**۔ عربی مین صریر۔ **ہنیق تقبقب** بلبلون کا اوٹھنا **تقور** پانی کا ابل کر زمین سے سے نکلنا **قہقہہ**۔ ہنسی کی آواز وامثال آن یہ سب الفاظ اصوات طبعی کی نقل کرتے ہین اور ہر ایک زبان مین اس قسم کے الفاظ بکثرت موجود ہین۔

جن اصوات کا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ فقط انسان کے ذاتی کیفیات اور
محسوسات کے بیان کرنے والے تھے برخلاف اون کے الفاظ محاکی
الاصوات اشیاء خارجی کو جن کی آواز سن چکا ہے یاد دلاتے ہین اور
انھین الفاظ سے انسان کو پتہ اس بات کا لگا کہ آواز بھترین ذریعہ خیالات
کے ظاہر کرنے کا ہے نہ فقط بلحاظ اس کے کہ اشارات محدود ہین۔ جنکو
انسان اپنے گلے سے نکال سکتا ہے غیر محدود۔ بلکہ نیز بلحاظ آسایش
وراحت کے کیونکہ زبان سے باتین کرنے مین ہاتھ اور اجزاے جسم
انسانی دوسرے کامون مین مشغول رہ سکتے ہین اور بیکار نہین ہو جاتے
پس یہین سے الفاظ کی اختراع اور وضع کی ابتدا ہوئی پھلے پہلے
جو الفاظ اختراع کیے گئے وہ **مفردات** اور **مصادر** تھے اور یہی الفاظ
ہر ایک زبان کی جڑ ہین اور انھین کی ترکیب اور تصریف سے ساری بناء زبان
زبان کی جسکا نام ہمنے صرف اور نحو اور لغت رکھا ہے پیدا ہوتی ہین ـــ
سنسکرت کی سی اعلے درجہ کی زبان جس مین ایسا مضمون نہین جو بیان

لفظون کی ضرورت پڑتی جاتی ہے - پرانے الفاظ قلت استعمال سے
بھولتے جاتے ہین یا اُن کے معانی مین توسیع کی حاجت پڑتی جاتی ہے
بولنے مین جو حروف ثقیل ہین انکا تبدل دوسرے حروف سے ہوتا جاتا ہے -
اوتجز کی جگہ پر اوخبر اتثار کی جگہ پر اثار ہو جاتا ہے - وہ حروف جو کسی وقت
زبان مین نہین تھے بحسب ضرورت واختلاف مرز و بوم زبان مین داخل ہو جاتے
ہین جیسے حال کی زبان عربی مین قال کی جگہ گال بولتے ہین حالانکہ گاف کا
وجود عربی زبان مین نہین ہے - اعراب جس کے تلفظ مین دیر لگتی ہے حذف
ہوتا جاتا ہے اور سکون پر دارمدار ہوتا جاتا ہے زیدٌ ضرب عمرً کی جگہ زیدْ ضرب عمرو بولا جاتا ہے
جیون جیون قوم کا میل دوسری اقوام سے ہوتا جاتا ہے خواہ بوجہ فاتح
و مفتوح ہونے کے ہو یا تجارت و مراسلات و تعلیم و تعلم کی وجہ سے اوسکا
اثر زبان پر مترتب ہوتا ہے اور الفاظ غیر مانوس روز بروز زبان مین داخل
ہوتے جاتے ہین اور بتدریج ان الفاظ کی صورت اس طرح بدل جاتی ہے
کہ اُن کی اجنبیت بمشکل متمیز ہوتی ہے - اُسطرلاب - اُسطقس اور اور

جن اصوات کا ذکر اوپر ہو چکا ہے وہ فقط انسان کے ذاتی کیفیات اور محسوسات کے بیان کرنے والے تھے برخلاف اون کے الفاظ محاکی الاصوات اشیاء خارجی کو جن کی آواز سن چکا ہے یاد دلاتے ہین اور انھین الفاظ سے انسان کو پتہ اس بات کا ملا کہ آواز بھترین ذریعہ خیالات کے ظاہر کرنے کا ہے نہ فقط لحاظ اس کے کہ اشارات محدود ہین۔ جنکو انسان اپنے گلے سے نکال سکتا ہے غیر محدود۔ بلکہ نیز لحاظ آسایش وراحت کے کیونکہ زبان سے باتین کرنے مین ہاتھ اور اجزاے جسم انسانی دوسرے کامون مین مشغول رہ سکتے ہین اور بیکار نہین ہو جاتے پس یہین سے الفاظ کی اختراع اور وضع کی ابتدا ہوئی **پہلے** جو الفاظ اختراع کئے گئے وہ **مفردات** اور **مصادر** تھے اور یہی الفاظ ہر ایک زبان کی جڑ ہین اور انھین کی ترکیب اور تصریف سے ساری بایہ زبان کی جسکا نام ہمنے صرف اور نحو اور لغت رکھا ہے پیدا ہوتی ہین — سنسکرت کی سی اعلے درجہ کی زبان جس مین ایسا مضمون نہین جو بیان

لفظون کی ضرورت پڑتی جاتی ہے - پرانے الفاظ قلت استعمال سے
بھولتے جاتے ہین یا اُن کے معانی مین توسیع کی حاجت پڑتی جاتی ہے
بولنے مین جو حروف ثقیل ہین انکا تبدل دوسرے حروف سے ہوتا جاتا ہے -
اوتجز کی جگہ پر اوخبر اَشتار کی جگہ پر اَثار ہوجاتا ہے - وہ حروف جو کسی وقت
زبان مین نہین تھے بحسب ضرورت و اختلافِ مرز و بوم زبان مین داخل ہوجاتے
ہین جیسے حال کی زبان عربی مین قال کی جگہ گال بولتے ہین حالانکہ گاف کا
وجود عربی زبان مین نہین ہے - اعراب جس کے تلفظ مین دیر لگتی ہے خذف
ہوتا جاتا ہے اور سکون پر دارمدار ہوتا جاتا ہے زیدٌ ضرب عمرٌ کی جگہ زیدُ ضرب عمرُ و بولا جاتا ہے
جیون جیون قوم کا میل دوسری اقوام سے ہوتا جاتا ہے خواہ بوجہ فاتح
و مفتوح ہونے کے ہو یا تجارت و مراسلات و تعلیم و تعلم کی وجہ سے اوسکا
اثر زبان پر مترتب ہوتا ہے اور الفاظ غیر مانوس روز بروز زبان مین داخل
ہوتے جاتے ہین اور بتدریج ان الفاظ کی صورت اس طرح بدل جاتی ہے
کہ اُن کی اجنبیت بمشکل متمیز ہوتی ہے - اُسطرلاب - اُسطقس اور اور

اصطلاحات علمی جو یونانی سے عربی مین آے - ہماری اُردو زبان مین گرجا - ممبر - لیکچر - پادری وغیرہ وغیرہ اس قبیل کے الفاظ ہین -

زبان کے جاندار ہونے کا بڑا ثبوت اختلافِ محاورات ولغات ہے جسطرح انسان وحیوانات امتزاج واختلاط مرز بوم سے تنوّع پیدا کرتے ہین اُسی طرح زبان بھی اپنے محاورات بدلتی رہتی ہے - مثلاً اُردو زبان ہندوستان مین شمال سے لیکر جنوب تک اور شرق سے لیکر غرب تک مروّج ہے - لیکن محاورات ہر جگہ کے مختلف ہین اور ممکن ہے کہ بمبئی کی اردو لکھنو مین اور لکھنو کی اردو بمبئی مین بخوبی مفہوم نہو اور یہی وجہ ہے کہ ہر زبان مین کسی خاص مقام کا محاورہ معیار فصاحت وصحت ٹھرایا گیا ہے جیساکہ اُردو کیواسطے محاورۂ لکھنوٗ ودھلی - انگریزی کے واسطے محاورۂ لندن عربی کیواسطے محاورۂ حجاز - مذہبی تسلط بھی ایک بڑا باعث زبان کے تغیر کا ہے اور اس کی بڑی مثال فارسی اور ترکی زبانین ہین - جس وقت سے عربون نے اپنا مذہب ایران و وسط ایشیا مین جاری کیا اور ایرانیون اور تاتاریون نے اسلام قبول کیا -

عربی الفاظ و تراکیب ان زبانون مین اس طرح سے سرایت کر گئین کہ بالکل زبان کا ٹھاٹھ بدل گیا کیونکہ آگے چلکر معلوم ہوگا کہ زبان عربی کو کسی قسم کا تعلق ترکی و فارسی سے نہین اور یہ تینون تین مختلف طبقہ کی زبانین ہین اسی طرح السنہ جنوب ہندوستان اردی۔ تلنگی۔ اور کنڑی جو قدیم باشندگان ہندوستان کی زبانین ہین مذہبی تسلط کی وجہ سے سنسکرت الفاظ اور سنسکرت تراکیب سے مملو ہین۔ دوسرا بڑا اصول تغیر و توسیع زبان کا اختصار ہے انسان بالطبع مختصر پسند ہے اور تطویل سے حذر کرتا ہے۔ اور اس مختصر پسندی کا ظہور ہر طبقہ کی زبان مین موجود ہے۔ مثلاً ماننڈگو زبان مین بہن کو "مباڈنگ مورو" کہتے ہین اور یہ اختصار می باڈو ڈنگو مورو کا ہے جس کے معنے میری ان بچہ عورت یعنے ماں جائی عورت یا بہن ہے۔ جزیرہ وانکور کے وحشی لمبی ڈاڑہی والے آدمی کو "یاک لس پ" کہتے ہین مگر اس لفظ کی اصل "یاخ پکوک سیلکوس" ہے اسی طرح سے گز ہو جبشیون کی زبان مین غضب ناک ہونے کو "ای یا ہو

کراڈودی" کہتے ہین مگر کثرت استعمال سے یہ جملہ "یا موکرور" رہ گیا ہے لیکن سب سے عمدہ مثالین اختصار کی عربی زبان مین ہین اور اُن کا ذکر خاص الواب مین آیا کرتا ہے "ہیلیلہ" لا الہ الا اللہ کہنا "حوقلہ" لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا "جعلہ" جعلت فداک کہنا اِسی مختصر پسندی جبلی کا مقتضی تھا کہ سنسکرت زند و انگلو سا کسن کی سی تصریفی زبانون مین سے اعراب وادوات و حروف اعرابی حذف ہو کر پراکرت اور اُس سے بنگالی۔ ہندی۔ مرہٹی اور فارسی حال اور انگریزی زبانین تیار ہو ہین اور یہی مختصر پسندی عربی زبان سے اعراب کو حذف کر کے حضر موت و مصر و تونس کے محاورات تیار کر رہی ہے۔ غرض اصول اختصار کا میل اس طرف ہے کہ کل مرکب اور تصریفی زبانین بتدریج بسیط اور غیر تصریفی ہوتی جائین۔

اسباب اختلاف زبان جنکا ذکر ہوچکا اسباب عامہ ہین اور ہر ایک زبان مین پائے جاتے ہین لیکن بعض اوقات اسباب اتفاقی بھی زبان مین تغیر عظیم پیدا کر دیتے ہین۔ مثلاً تھٹی کے باشندون مین رسم ہے کہ جب نیا بادشاہ

تخت پر بیٹھتا ہے تو تعظیماً اُس کے نام کے کل اجزا زبان کے تمام لفظوں میں سے نکال ڈالتے ہیں اور اُن کی جگہ پر دوسرے حروف بلا قید و قاعدہ لگا دیتے ہیں اس رسم کو ٹی۔ پی کہتے ہیں مثلاً اگر بادشاہ کا نام ٹو ہے تو لفظ ٹو جس کے معنے کھڑے ہونے کے ہیں تعظیماً ٹیا بنجاتا ہے اور سفے ٹو ستارہ۔ سفے ٹیا اور ٹو پا پو لاش ٹیا پا پو ہو جاتا ہے پس ظاہر ہے کہ اس قسم کی تبدیل و تغیر حروف سے ساری زبان پر اثر پہونچتا ہے اور بتدریج ساری زبان بدلتی رہتی ہے۔ اسی طرح کافریریہ کی عورتوں کی زبان بالکل مردوں سے علحدہ ہے کیونکہ اُن میں رسم اس بات کا ہے کہ اپنے عزیزوں اور مرد کے نام نہیں لیتیں اور اُن کے ناموں کی تعبیر اور حروف سے کرتی ہیں ہندوستان کی عورتیں بھی اپنے شوہروں کو میاں کے باپ اور آپ اور وہ اجی کے لفظوں سے تعبیر کرتی ہیں۔ اور لڑکوں کے عرف اور گھریلو نام رکھتی ہیں۔ تاکہ شوہر یا شوہر کے بزرگان کا نام نہ لینا پڑے غرض تغیر تبدل زبان کے اسباب انواع و اقسام کے ہیں اور جن جن اقوام وحوش کی زبانوں کی تحقیق بر آتی

جاتی ہے اُسی قدر اور نئے اسباب پیدا ہوتے جاتے ہین -

پروفیسر اڈلنگ کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ کُل زبانین اور محاورات جو تمام عالم مین مروج ہین تین ہزار سے لیکر چار ہزار تک ہین لیکن اِن اَلسنہ کے لغات اور صرف و نحو کے مقابلہ کرنے سے یہ بات پیدا ہے کہ ان کی تقسیم چند شعب مین ہو سکتی ہے -

قبل اسکے کہ اقسام اَلسنہ کا ذکر ہو ضرور ہے کہ تھوڑا سا بیان اقوام و شعب بنی نوع انسان کا کیا جاے کیونکہ وہ زبان جن سے یہان بحث ہے مختص ہے انسان کے ساتھ اور حیوانات کی بولیون سے اُن کے محسوسات جسمانی اور بعض صورت مین محسوسات روحانی کسی قدر کیون نہ ظاہر ہون مگر اُن بولیون پر اطلاق زبان کا نہین ہو سکتا - علاوہ اسکے اختلاف اَلسنہ خواہ یہ اختلاف بہ لحاظ لغات کے ہو یا بہ لحاظ تکمیل و نقص زبان - یہہ موقوف ہے اختلاف اقوام و شعب یا اُن کی مرز بوم و طریق معاشرت و تہذیب و علم و معلومات پر جسقدر قوم مہذب ہوگی اور اُس کی معلومات زیادہ ہونگی اُسیقدر اُسکو توسیع زبان

کی ضرورت پڑے گی۔

اس مقام پر یہ بحث نہین کی جاے گی کہ انسان کس طرح پر عدم سے وجود مین آیا لیکن اتنا کھدینا ضروری ہے کہ از روے فن جیالوجی و تجرات انسان کی قدامت ثابت ہے بعض جیالوجسٹ کی راے ہے کہ انسان کو دنیا مین آئے ہوے اقلاً بیس ہزار سال ہوے اور بعض سو ہزار سال بتاتے ہین انسان کی قدامت کا استنباط اُن آثار قدیمہ سے ہوتا ہے جو مختص انسان کے ساتھ ہین اور دوسرے حیوانات مین نہین پائے جاتے اور اس قسم کے آثار قدیمہ اکثر غارون مین ہین معادن اور کویون کے کھودنے مین نکل آتے ہین اور اُن کی ہئیت مجموعی کو اُن امور متعارفہ سے جو فن جیالوجی مین ثابت ہو چکے ہین تطبیق دینے سے ٹھیک زمانہ اُن کا معلوم ہو سکتا ہے یہ بجنسہ ویسا ہے جیسا سکون سے تاریخ اُس زمانہ کی جب وہ سکے بنے ہین معلوم کرنا اور اصل یون ہے کہ علم سکہ جات اور علم تجرات مین حد درجہ کی مطابقت اور مناسبت ہے۔ فرق اسیقدر ہے کہ وہ تاریخ جسکو جیالوجسٹ تجرات کے مطالعہ سے دریافت کرتا ہے

کہین زیادہ قدیم دلچسپ ہے اور اُسکو اُس قدیم الایام کی سیر کراتی ہے
جہان مورخ واقعات انسانی کا پیک خیال بھی نہ پہونچ سکے۔ اب اس کی
ایک مثال بیان کرتا ہون وسط فرانس مین جواب معتدل آب وہوا بلکہ گرم
ملک ہے ایک غار کے اندر کچھ ہڈیان ایسے جانورون کی جواب مفقود ہین نکلین
اور منجملہ اُن کے ایک تصویر فیل دندان فیل کی تختی پر۔ یہ تصویر ہاتھی کی ہے اور
چونکہ استقرا سے معلوم ہوا ہے کہ بجز انسان کے کسی حیوانون مین قوت
مصوری نہین ہے اس واسطے اس ہاتھی اور انسان کا وقت واحد مین
ایک جگہ ہونا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن یہ ہاتھی وہ نہین ہے جواب ہندوستان
یا افریقہ کے جنگلون مین موجود ہے بلکہ ایک اور ہی قسم ہے جو نہایت سرد
ملکون مین رہا کرتا تھا اور جس کے تمام جسم پر خرس کی طرح سے لمبے لمبے بال
تھے اس ہاتھی کا نام علم متحجرات مین **ماتتھم** رکھا گیا ہے پس اس **ماتتھم**
کا حوالی ملک فرانس مین ہونا اس بات پر دال ہے کہ اُس زمانہ مین یہ ملک
برفستان تھا اور وہان کی سردی مثل کرۂ زمہریر کے تھی اب یہان فن

ہئیت کی مدد ہمکو درکار ہے یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ خط استوا اور منطقة البروج جو منجملہ دوائر عظیمہ کے ہیں اور جنکے تقاطع کے نقطے حمل اور میزان مین ہین باہمدگر ۲۳ درجہ اور ۳۳ دقیقہ کا زاویہ بناتے ہین لیکن یہ زاویہ بمرور زمان بدلتا رہتا ہے اور اس کے بدلنے سے اقطاب شمالی اور جنوبی کی حالت بھی بدلتی رہتی ہے۔ اگرچہ مقدار اس تغیر کی نہایت درجہ کم ہے لیکن بمرور سالہاے دراز اثر مجموعی اُس کا فصول و حرارت و برودت کرات عالم پر مترتب ہوتا ہے۔ پس اگر زاویہ کا تبدل و تغیر پچاس ہزار سال کے واسطے ازروے حساب نکال لیا جاے تو ظاہر ہے کہ مختلف حصص عالم کی حرارت و برودت ازمنہ مختلفہ مین معلوم ہو سکتی ہے اور اوسی سے وہ زمانہ جب فرانس کی برودت اس درجہ تھی کہ ماممتھ وہان رہ سکتا تھا اور اُس انسان ابوالبشر نے اس حیوان عجیب الخلقت کی تصویر خود اُسکے دانت کی تختی پر اوتاری تھی۔ اس ایک مثال سے آپ پر ظاہر ہوگا کہ علم طبعی کے ادنی نتایج پر تیقن حاصل کرنیکے لئے کسقدر تحقیق و تطبیق دوسرے علوم سے درکار ہے۔

اس مثال کے علاوہ اور بہت سی مثالین تجربات سے دیکھا سکتی ہین اور اُن کی تصدیق اور علوم سے اور خود اختلاف اقوام انسانی و اختلاف السنہ سے ہوسکتی ہے جس سے قدامت انسان کی پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے اور حکماے فرنگ کے نزدیک یہ امر مسلمات مین سے ہے کہ انسان زمانہ دراز سے اس دنیا مین ہے اور بمقتضاے جبلت سے اپنی زبان وفنون وعلوم کے اختراع وترقی مین مشغول ہے اور اس سالہاے دراز کی مسلسل محنت شاقہ کا نتیجہ وہ ہے جس کو ہم زمانہ حال مین تھذیب کہتے ہین اور یہ عبارت ہے مجموعہ ترقی علوم وفنون ومعاشرت جملہ اقوام بنی نوع انسان سے۔

کل مردم شماری عالم کی ایک پدم بیالیس کرور اڑتالیس لاکھ سترہ ہزار ہی اور اُس مین اقوام ہر قسم اعلیٰ درجہ کی مہذب قوم سے لیکر جنگلیون تک شامل ہین۔ کل اقوام مین نوع انسان کی تقسیم بلحاظ اختلاف الوان وامزجہ وصورت وشکل پانچ شعبون پر کی گئی ہے۔

پہلا شعبہ **کاکیشن** یعنے کوہ قافی اس شعبہ کے اقوام نہایت درجہ کا

حسن اور اعلے درجہ کی تہذیب رکھتی ہین۔ تقریباً یوروپ۔ افریقہ شمالی تمام عربستان وشام وایران اور ہندوستان شمالی اور امریکہ انہین اقوام سے بسے ہوئے ہین۔ ان اقوام نے ہمیشہ سلطنت وحکومت کی ہے اور غیر قومون کو مسخر کیا ہے۔ یہ لوگ نہایت حسین بال نرم کھڑے خولصورت بدن سڈول اور رنگ صاف رکھتے ہین۔

دوسرا شعبہ **مغول تاتار** ہے اس شعبہ کے اقوام تمام ایشیائی شمالی والیشیاے شرقی برہماپتر کے دہانہ سے لیکر ابنا سے بھرنگ تک اور جزائر شمالی امریکا تک کے باشندے ہین ان مین ترکان مغول وتاتار واقوام چین وتبت اور اسکیمو وہنگرین داخل ہین ان کے سر چوڑے بال لمبے اور سیاہ گال کی ہڈیان ابھری ہوئین آنکھین چھوٹی سیاہ اور کج اور رنگ زرد یا زیتونی ہے۔

تیسرا شعبہ مالے ین۔ کل جزائر جو جنوب وغرب مین ہندوستان کے واقع ہین ماڈاگاسکر سے لیکر نیوزیلینڈ تک انھین اقوام سے بسے ہوئے ہین

ان کے رنگ بھورے بال لمبے اور موٹے چہرے چپٹے اور آنکھیں کج ہین

آسٹریلیا کے اقوام جنکو **پاپوان** کہتے ہین اسی شعبہ مین شامل ہین۔

چوتھا شعبہ اقوام **حبش** کا ہے جو افریقہ جنوبی و ریگستان سہارا کے

باشندے ہین ان کی جلد سیاہ بال گھنگر والے فک اسفل یعنے نیچے کا جبڑا

پھیلا ہوا ہونٹھ نہایت درجہ موٹے اور پچکے ہوسے گال کی ہڈیان اونچی اور

آنکھیں بڑی بڑی اُبھری ہوئی ہین۔

پانچوان شعبہ اقوام **امریکہ** کا ہے جو قدیم باشندے اُس بر اعظم

کے تھے اُن کے رنگ مسی مائل بال سیاہ اور لمبے آنکھیں سیاہ ناکین ٹیڑی

یہودیون کی سی اور بدن چست و چالاک اکثر اُن مین ابھی تک وحشی ہین اور

شکار پر گذران کرتے ہین اور بعض نے زراعت و تمدن کسیقدر سیکھنا شروع

کیا ہے۔

علم طوائف و شعب انسانی بجاے خود نہایت دلچسپ اور مفید علم ہے اور اسکے

نتایج روز بروز زیادہ اور نمودار ہوتے جاتے ہین لیکن اس مقام پر اس کا

ذکر محض ضمناً کیا گیا ہے اور اس وجہ سے علی الاختصار اب تقسیم السنہ کا مضمون

بیان کیا جاتا ہے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ السنہ کے تین طبقہ ہین طبقۂ اعلے یعنے

السنہ مرکبہ و متصرفہ کے دو شعبے ہین - **آرین** اور **سمٹیک** اور طبقہ ادنے

دا نفل یعنے السنہ لمزقہ اور بسیطہ کا ایک شعبہ ہے جس کو تورانین کہتے ہین -

شعبہ اول آرین - لفظ آریا کے معنے سنسکرت مین معزز اور عالی

خاندان کے ہین اور اسی لفظ سے ہندوستان کا نام منوشاستر مین آریا

ورتہ یعنے مسکن اعزہ آیا ہے - زردشت کی **ژنداوستا** مین بھی باشندگان

ایران و وسط ایشیا کو ایریا لکھا ہے اور یہی لفظ **ارمنی** اور **لیتھنین** زبانون

مین موجود ہے اس کے بعد پھر پتہ اس لفظ کا جنوب یونان مین اور جرمنی مین ملتا ہے

اس ساری بحث سے غرض یہ ہے کہ فقط اس ایک لفظ کی تحقیق اور مختلف آرین

زبانون کے مقابلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قوم آرین زمانہ قدیم سے

وسط ایران مین بود و باش رکھتی تھی اور ایک ہی زبان بولتی تھی اس اصلی مسکن سے

ہجرت کرنے کے بعد ایک فرقہ انکا ہندوستان کو آیا اور وہان کے سیاہ فام

اصلی باشندون کو فتح کر کے کوہ ہمالہ سے لیکر دریاے نربدہ تک تسلط کیا دوسرے فرقہ نے یونان و یوروپ جنوبی مین بود و باش اختیار کی اور ایک فرقہ ملک جرمن اور یوروپ کے شمال مین جا بسا اگرچہ بمرور زمان ان خطون کی زبانین بالکل بدل گئین اور ان اقوام کی ظاہری حالت مین تغیرات واقع ہوے لیکن مقابلہ الالسنہ کی روسے ان سب زبانون کا اتحاد ثابت ہوتا ہے اور الفاظ اور مصادر استعمال روزمرہ کے ان سب زبانون مین ایک ہین اس سبب سے اس شعبہ کا نام آرین رکھا گیا ہے اس شعبہ کی سات تقسیمین ہین (۱) ہندی - (۲) فارسی - (۳) یونانی (۴) اطالوی (۵) کلک (۶) سلاوانگ (۷) جرمنوی - تقسیم اول مین سنسکرت ہے جو ان سب زبانون مین بہت پرانی ہے اور اس کی تصنیفات اس زمانہ سے اغلاً تین چار ہزار سال قبل شروع ہوی ہین -

سنسکر قدیم لوگون کے وید کی زبان ہے اور سنسکرت جدید مین قصص و حکایات لکھے گئے ہین سنسکرت مین تغیر ہونے کے بعد پراکرت بنی اور اس سے

ہندی۔ بنگالی۔ مرہٹی۔ سندہی۔ گجراتی اور پنجابی غلی ہین جو آج ہندوستان مین مروج ہین زبان پالی بھی سنسکرت سے مشتق ہی اور مذہب بدہست کی تمام تصنیفات اسی زبان مین ہین۔

تقسیم دوم مین فارسی قدیم یعنے **زند** ہے جسمین زردشت کی زندوستا لکھی گئی ہے اور آج پارسیون کے مذہب کی انجیل ہے علاوہ اس کے پھلوی اور فارسی حال بھی اس تقسیم مین شریک ہین۔

تقسیم سوم مین یونانی قدیم اور اُس کے مختلف محاورات **اٹک آیونگ** وغیرہ اور یونانی جدید جس کو **رومٹک** کہتے ہین۔

تقسیم چہارم مین رومی قدیم اور وہ زبانین جو اُس سے مشتق ہوئی ہین یعنی اٹالین۔ فرنچ۔ پرتگیزی اور اسپانش اِن زبانون کو رومی قدیم سے وہی نسبت ہے جو پراکرت اور ہندی و مرہٹی وغیرہ سنسکرت سے ہے۔

کلٹک کی تقسیم مین **ویلس** و **برٹنی** کی زبانین ہین۔

تقسیم پنجم مین روسی۔ ہنگیرین اور سرو ین زبانین ہین۔

تقسیم ششم مین جرمن -

شعبہ دوم السنہ سٹمیک - لفظ سٹمیک شام سے نکلا ہے یہ زبانین اولاد سام بن نوح کی ہین -

سٹمیک کی تین قسمین ہین (۱) ارمئی - (۲) عبرئی (۳) عربی - ارمئی شام اور عراق عرب کی زبان تھی اور اس کے دو لغات یعنی **سریانی اور قلدی** ہم تک پہونچی ہین - سریانی زبان مین ترجمہ انجیل اور عیسائی مذہب کی کچھ کتابین موجود ہین اور یہ زبان اسوقت بھی کردستان کے نسطورین پادریون مین بولی جاتی ہے - قلدی اُس زبان کا نام ہے جس کو یہود نے اپنے زمانہ مین بابل سے سیکھا تھا - اگرچہ علماے یہود مین عبری کا علم باقی تھا لیکن عام یہود اس ہی قلدی زبان کو لکھتے اور بولتے تھے اور خود حضرت عیسیٰ کی زبان ایک قسم قلدی کی تھی ہدم بیت المقدس کے بعد بھی یہودیون کی یہی زبان رہی اور چوتھی اور پانچوین صدی سنہ مسیحی کے پیشتر سے یہودیون کا اس زبان مین بات کرنا ثابت ہوتا ہے مگر اس کے بعد ہی یہود نے عربی کو اختیار کر لیا اور سترہوین صدی تک اسی کو استعمال

کرتے رہے بعد سترہوین صدی کے یہودیون کی زبان عبرانی ہوگئی اور آج
تک ہے اس مین شک نہین کہ زبان ارمئی کے سارے خزائن سے نینوا اور
بابل کی عجیب وغریب کتابون مین مدفون ہین اور جس روز یہ کتابین حل ہو نگے تو انکی
دولت بے بہا ہمارے ہاتھ لگیگی۔

دوسری تقسیم السنہ سٹمیک **عبری** ہے اور یہ فلسطین کی قدیم زبان ہے اور اُس
خطہ مین حضرت موسیٰ کے وقت سے مروج ہے مگر اس زبان پر پہلے غلبہ ارمئی زبان
کا ہوا اور بعد اس کے یونانی کا ۔ اور آخر کو ۱۳۶ء مین جب عربون نے فلسطین
اور شام کو فتح کیا اُس وقت عبری اپنے وطن قدیم سے نکالدی گئی اور عربی نے اُسکی
جگہ لے لی زبان عربی خاص جزیرہ العرب سے نکلی ہے اور آج تک اُس خطہ کی زبان ہے
سب سے پرانی زبان حمیری کتابون مین ملتی ہے زمانہ قدیم مین عربی کی ایک
شاخ افریقہ مین قایم کی گئی تھی جس کا نام قبطی تھا اور اُسوقت بھی حبش کی عربی زبان تھی۔
پہلا کلام عربی جس کی تدوین ہوی معلقات اور دواوین شعراے جاہلیت ہین بعد
اس کے مذہب اسلام کے ذریعہ سے عربی زبان تمام عالم مین رائج ہوئی اور آج

مصر و افریقہ شمالی مین بولی جاتی ہے - ارمنی - عبری و عربی کے مصادر اور ترکیب
مین اس درجہ مطابقت ہے کہ ان زبانون کے اتحاد مین کسیطرح پر شک
و شبہہ نہین ہو سکتا مگر ان تینون مین عربی سب سے وسیع ہے اور کثرت تصنیفات
مین تفوق رکھتی ہے خود مفردات و مصادر عربی مین اسقدر ہین کہ جسپر عبور گویا
محالات سے ہے مادہ ان تینون زبانون کا سہ حرفی ہے اور عربی کی وسعت کی
ایک ادنے دلیل یہ ہے کہ اس مین اکثر ایسے مادے ہین کہ جن کے حروف کی ترتیب
بدل دینے سے چھ لفظ پیدا ہوتے ہین اور سب ذو معنی بھی ہوتے ہین مثلاً
ق - ل - ب اس کی ترکیب بدلنے سے **قلب - قبل - بقل**
لقب - بلق اور **لبق** بنتے ہین اور یہ سب ذو معنی ہین - اسیطرح سے
ق - ب - ر - اور **ر - ق - م** ہین - علاوہ اس کے معنی کی باریکیان
ظاہر کرنے مین کوئی زبان عربی کا مقابلہ نہین کر سکتی - مثلاً آدمی کے واسطے ابتدائے
پیدائش سے لیکر آخر پیری تک پندرہ لفظ ہین جنسے انسان کی مختلف عمرین ظاہر
ہوتی ہین - اسیطرح ہر ایک جانور کے چلنے اور اسکے بولنے کے واسطے

علحدہ لفظ ہے۔ شعبہ کا اطلاق فقط السنہ ایرین و شمیک پر درست ہے اور السنہ تورانیہ کی تقسیم بضرورت ٹھرائی گئی ہے۔ کیونکہ یہی دو زبانین ہین جنکی صرف و نحو قبل اس کے کہ اِس مین انحطاط اور تنوع پیدا ہو مقرر ہو چکی تہی اور ان کی ساری سوانح عمری ان کی پیری اور انحطاط کی داستان ہے۔

ممکن ہے کہ ایک زمانہ وہ ہو جب یہ دونون شعبہ کسی متحد زبان سے نکلے ہون کیونکہ سنسکرت اور عبری کے مصادر مین مطابقت پائی جاتی ہے مگر وہ زمانہ اقصاے ممالک تواریخ مین بلکہ قوت تخیلہ کی سرحد مین واقع ہے۔

السنہ تورانیہ وہ زبانین ہین جنکو اقوام منغول و تاتار اور باشندگان جزائر بحر سند بولتے ہین اِن مین سے قدیم زبان چینی ہے ان زبانون مین باہم اسطرح کا تناسب نہین جیسا ہم ایرین اور شمیک زبانون مین دیکھ چکے۔ کیونکہ سواے چینیون کے جو اقوام اِن زبانون کو بولتی ہین وہ ہمیشہ سے خانہ بدوش اور بادیہ نوردی ہین اور اُن کے آبا و اجداد کو کبھی اس امر کی مہلت نہین ملی کہ وہ کسی خاص جا سے مین مقیم ہو کر زبان کے لغات اور قواعد صرف و نحو کو مقرر اور منضبط کرتے۔ اس تحریر

مین مین نے مضامین علم اللسان کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے مضمون اسقدر وسیع ہے کہ اُس کا ایک تحریر مین بیان کرنا گویا محال ہے جو امر مین نے اول سے آخر تک ملحوظ رکھا ہے وہ یہ ہے کہ کل مسائل اختراع و تبدل و تعدد و اشاعت السنہ آسان اور عام فہم اُصول پر بیان کئے جائین اور علم طبعی سے بڑی غرض یہی ہے کہ کل واقعات اور عجائبات عالم کی توجیہ خواہ وہ متعلق انسان سے ہون یا حیوانات و نباتات و جمادات سے اُصول موضوعہ و علوم متعارفہ و قانون قدرت کی رو سے کی جاے اور معجزہ اور خرق عادت کو تکلیف نہ دیجاے۔

شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی۔ بی۔ اے۔ بی۔ ایل وغیرہ

طلسم اعضاے انسانی

العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان - اگر اس حدیث کے مضمون کو ایک لفظ مین بیان کیا چاہین تو یہہ کہہ سکتے ہین کہ العلم علم الانسان کیونکہ جسطرح علم الابدان مین بحث انسان کی صورت ظاہری اور محسوسات جسمانی سے ہے اوسیطرح علم الادیان مین بحث انسان کے محسوسات وکیفیات روحانی سے ہے - اور اسمین شک نہین کہ بلحاظ اوّلیت واولویت بھی علم الابدان کو علم الادیان پر فوقیت ہے کیونکہ اول محسوسات جنکا ادراک انسان کو ہوا محسوسات جسمانی تھے اور انہین محسوسات کے ذریعہ سے انسان کو پتہ اُس حکیم مطلق کا لگا - ہر ایک عضو وہر جزو ہمارا اُسکی قدرت تامہ کا نمونہ ہے - اور اُسوقت علم الادیان کی نیو پڑی - غرض علم الانسان عجیب علم جامع ہے جسکے مطالعہ اور تحقیق مین تمامی فوائد

دینوی و آخروی مجتمع ہو گئے ہین - علم الانسان کے بے انتہا شعبے ہین بلکہ ایسا کم کوئی علم ہوگا جسکو تعلق انسان سے نہو کیونکہ اکثر علوم کی بنا خود انسان کی ذاتی ضروریات کی وجہ سے پڑی ہے - اس تحریر مین کچھ مسائل علم حیات کے جو ایک شعبہ علم الانسان کا ہے بیان کئے جاتے ہین - علم حیات وہ علم ہے جسمین اعضا سے انسانی کے افعال سے بحث ہے - چونکہ یہ افعال حد درجہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہین اس وجہ سے اس تحریر کے سرنامہ پر طلسم اعضاے انسانی لکھا گیا ہے قبل اسکے کہ مسائل علم حیات بیان کئے جاوین مختصر ذکر تشریح جسم انسانی کا ضرور ہے اگر انسان کو بنظر سرسری دیکھین تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسم انسان تین حصون پر منقسم ہے - اول سر - دوسرے بیچ کا دھڑ - تیسرے ہاتھ پاؤن - سر کے بھی دو حصّے ہین ایک تو سامنے والا حصّہ جسکو وجہ یا چہرہ کہتے ہین اور دوسرا پیچھے والا حصہ جسکو کھوپڑی یا کاسہ سر کہتے ہین - کاسہ سر اندر سے مجوّف ہے اور اُسکا جوف دماغ سے بھرا ہوا ہے -

بیچ کے دھڑ کے بھی دو بدیہی حصّے ہین سینہ اور شکم اور ان دونون کے

بیچ مین ایک پردہ ہے - یہہ دونون بھی مجوف ہین اور انمین احشا ہین -

اگرچہ ہاتہہ پاون مثل سر اور دہڑ کے مجوف نہین لیکن انمین بھی مناسبت کافی ہے اور ایک حصہ دوسرے کا جواب ہے - مثلاً کندہیکا جواب کولہ ہے - بازو کا جواب ران - پہنچے کا جواب پنڈلی - کف دست کا جواب کف پا - اور ہاتھ کی انگلیون کا جواب پاونکی انگلیان ہین - غرض اگر جسم انسان کو لمبان مین آرہ سے چیرکر دو کرڈالین تو باعتبار ہاتھ پاون دو حصے بالکل مماثل ایکدوسرے کے ہنجاوینگے - اس تراش جسم انسان مین ریڑہ کی ہڈیان بھی کٹی ہوئی نظر اوینگی (تصویر نشان ۱) ان ہڈیون کو عربی مین فقرات الظہر اور فارسی مین مہرہاے پشت کہتے ہین اور انہین کے سبب سے جسم کو استقامت حاصل ہوتی ہے مہرون کے باہم اتصال کے واسطے ایک نہایت لچکدار و ملایم گدی ہے - اور اس گدی کی وجہ سے فقرات الظہر کو باسانی حرکت ہوتی ہے - اور پیٹہہ اور گردن کا جھکانا دشوار نہین ہوتا ان مہرون کے بیچمین سے ہوکر اور انکو چہیدتی ہوئی ایک نالی گئی ہے اور اس نالی کے اندر مادہ دماغی ہے جسکو نخاع اور حرام مغز کہتے ہین -

تصویر نشان ۱

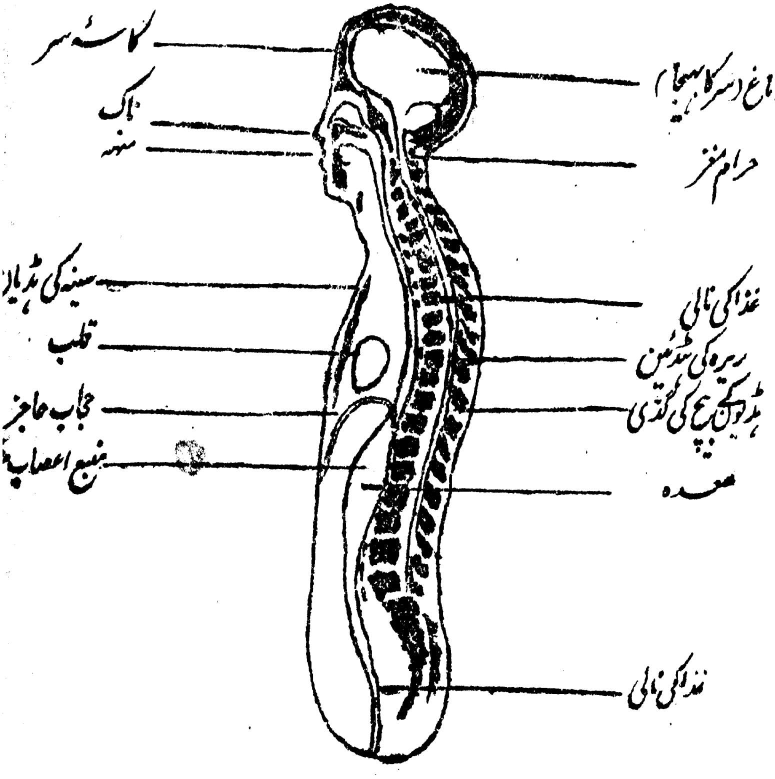

فرضی تراش جسم انسانی تنصیفاً لمبان مین

اس تصویر مین سیاہ رنگ ہڈیون کا ہے۔

ریڑھ کے سامنے کیطرف کو سینہ اور شکم کے جوف نظر آتے ہین اُن دونون کے بیچمین جیساکہ اوپر لکھا گیا ایک پردہ حائل ہے جسکی سطح محدّب سینہ کیطرف ہے اور سطح مقعر شکم کیطرف اس پردہ کو حجاب حاجز کہتے ہین اور اسکی وجہ سے ان دونون جوفون مین جو احشا ہین وہ علٰحدہ ہوجاتے ہین لیکن اس حجاب حاجز مین کئی سوراخ ہین جنکے رستہ سے کئی چیزین سینہ اور شکم دونون سے ہوکر گذرتے ہین منجملہ ان چیزون کے ایک غذا کی نالی جو منہہ سے شروع ہوتی ہے اور امعا مین تمام ہوتی ہے علاوہ اسکے ریڑھ کے دونو جانب دو باریک ڈوریان سفید سفید واقع ہین جنمین تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر گویا گرہین پڑی ہوئی ہین یہ ڈوریان بھی حجاب حاجز سے پار ہوگئی ہین اور عصبی مادہ سے بنے ہوئے ہین اور یہ ایک خاص قسم کے اعصاب کا منبع ہے اس منبع کو انگریزی مین سمپاتھیٹک یعنی مشترک الحس کہتے ہین اور اس منبع سے وہ اعصاب نکلتے ہین جنکی وجہ سے اعضا کو باہم ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور ایک عضو کی بیماری کا اثر دوسرے اعضا پر مرتب ہوتا ہے۔

سینے کے جوف مین قریب قریب متوسط مقام قلب کا ہے اور اُس کے دونون جانب شُش ہین پیٹ کے جوف مین علاوہ معدہ اور امعا کے (جنکا شمار غذا کی نالی مین ہی) ریڑہ کے دونون طرف دو گردے ہین معدے کے داہنی طرف کبد ہے یعنے جگر ہے اور بائین طرف طحال اور معدے کے نیچے کیطرف پنکریاس ہے۔

ریڑہ کی نالی کاسہ سر کے نیچے ختم ہوئی اور اُس سوراخ کے ذریعہ سے جو کاسہ مین واقع ہے حرام مغز مادہ دماغی کے ساتھ جاکر ملجاتا ہے اور یہ اتصال بلا انقطاع ہے۔ دونون جز مین ایک ہی نبع اعصابی کے اور اُنہین سے اعصاب تمام جسم کو تقسیم ہوتے ہین۔

یہان تک بیان اُن اعضا کا تھا جو بادی النظر مین اور بلا زیادہ تشریح کے تمیز ہو سکتے ہین اب تہوڑا سا بیان اُن اجزا کا بھی جو تشریح سے ظاہر ہوتے ہین ضرور ہے اور بعد اس کے افعال اعصاب انسانی سے بحث ہوگی۔

اول جز بدن جو چاقو کے نیچے آتا ہے جلد ہے۔ ظاہرا جلد ایک چیز ہے لیکن

اسکے دو تہیں ہین - اوپر والی تہہ سانپ کی کیچلی کی طرح سے ہمیشہ خشک ہوکر گرتی رہتی ہے - اسکو عربی مین لبشرہ کہتے ہین - نیچے والی تہہ جلد حقیقی ہے اور سارا حس اسمین ہے اور اسمین سیکڑون باریک عروق ہین جنکو ادنے سا صدمہ پہنچتے ہی خون نکل آتا ہے - جلد کے دونون تہون کے تفریق حجامت مین خوب معلوم ہوتی ہے جب تلک استرہ لبشرہ کو چھیل رہا ہے کسی قسم کی تکلیف نہین ہوتی مگر جہان حجام کا ہاتھ ذرا بھی بہکا نیچے کی تہہ کو خبر ہو جاتی ہے اور خون نکل آتا ہے - جب کبھی ہاتھہ زور سے چھل جاتا ہے یہ دونون تہین الگ الگ دکھائی دینے لگتی ہین اور حمام جانے والون کی جسم سے جو بتیان میل کی نکلتے ہین وہ بھی یہی اوپر کی کیچلی ہے جسطرح تمام اعضا کے سطح خارجی پر جلد ہے اوسیطرح سطح اندرونی پر بھی جلد کا استر ہے فرق اسی قدر ہے کہ اس جلد اندرونی کا رنگ سرخ ہے اور یہ حد درجہ نازک ہے - ان دونون جلدونکا اتصال اور ان مین تفریق ان مقامات پر معلوم ہوتی ہے جہان منافذ ہین مثلاً منھہ ناک آنکھہ آئینہ دیکھتے وقت اگر اتفاق سے

ہونٹ بچک جائے تو یہ فرق صریح طور پر ظاہر ہوتا ہے - جلد اندرونی
کا نام اصطلاح مین میوکس ممبرن یعنے غشاء لعابی ہے کیون کہ اس جلد سے
ہمیشہ ایک قسم کا لعاب نکلتا رہتا ہے - غشاء لعابی کے بھی دو پرت ہین اوپر
والی پرت بحس و بلا عروق اور نیچے والی پرت مثل جلد حقیقی کے باحس
اور عروق سے بھری ہوئی ہے جلد کے نیچے والی تہہ ہیہ دونون ایک
قسم کے خاص ریشے سے مرکب ہین جسکو کنکٹو ٹیشو یعنے نسیج رابط کہتے
ہین کیونکہ ہیہ وہ ریشہ ہے جو اعضا کے اندرونی اجزا کو آپسمین ملاتا ہے
نسیج رابطہ تمام اجزا سے بدن پر حاوی ہے گوشت کے تہو نمین گوشت اور
ہڈیون کے بیچ مین اعصاب مین دماغ کے تہون مین ہر جگہہ موجود ہے تمام
اجزا سے بدن اس ریشے سے اسطرح گھیری ہوئی ہین اور اسکی جال مین اسطرح
پر جکڑے ہوئے ہین جسطرح دیوار مین اینٹین گارے یا چونے سے جما دی
جاتی ہین - اگر کسی ترکیب سے اینٹین نکال لی جاوین اور مصالح اپنی حالت پر
باقی رہے تو ظاہر ہے کہ دیوار کی صورت جیسی تھی ویسی ہی رہیگی - اسیطرح

اگر تمام اجزا بدن کے نکل جاوین اور فقط نسیج رابطہ باقی رہجاسے تو ہر ایک عضو کا ڈھانچا اس ریشے سے بنا ہوا قایم رہجاے گا۔

جلد کو علیحدہ کرنے کے بعد سارے جسم پر فقط سرخ سرخ گوشت کی تہین جنکو اصطلاح مین عضلات کہتے ہین رہجاتے ہین اور اگر اس گوشت کو بھی کاٹ ڈالین تو فقط ہڈیان اور انکے جوڑ باقی رہجاتے ہین۔

انسان کے جسم مین کم و بیش دو سو ہڈیان ہین اور انکی تفصیل یہہ ہے۔

فقرات الظہر	۲۶
کاسہ سر کے ہڈیان	۸
چہرہ کی ہڈیان	۱۴
عظم اللسان سینے کی ہڈیان اور پسلیان	۲۶
دونون ہاتھون کی ہڈیان	۶۴

اس طرح پر کہ شانے کی چار ہڈیان دو سامنے جنکو ہنسلی کہتے ہین اور دو پیچھے جنکا نام لوح ہے بازو کی ایک ایک ہڈی پہنچیکی دو دو کلائی کی آٹھہ آٹھہ

ہتیلیکی پانچ پانچ انگلیون کی چودہ چودہ یعنے ہر ایک انگلی مین تین تین اور انگوٹھون مین دو دو مجموعہ ۲۷ ہڈیان دونون پاؤن کی ہڈیان ـ کل $\frac{62}{200}$ انکی تفصیل یہی قریب قریب ویسی ہی ہے جیسے ہاتھ کے ہڈیون کی اگر کانکے باریک اور نازک ہڈیون کو جو اٹھہ ہین اور دانتونکو اسمین شمار کرلیوین توکل عدد (۲۴۰) ہوجاتا ہے ـ یہہ توعلیحدہ ہڈیون کا شمار ہوا لیکن کالبد انسانی کوکھڑا کرکے دکھانے کے لئے ضرور ہے کہ ان ہڈیون مین باہم اتصال پیدا ہوا اور یہہ اتصال رباطات کے ذریعہ سے ہوتا ہے رباطات کا مصرف فقط ہڈیون کو جوڑ دینے کا ہے اور اسی وجہ سے مختلف جوڑون کے لئے مختلف قسم کے رباط ہین ـ اور یہہ اختلاف اقسام موقوف ہے فقط اس امر پر کہ آیا ادن ہڈیون مین باہم حرکت ہے یا نہین اور کسقدر حرکت ہی ـ

اب ہڈیون کی ٹہٹری جوڑی جوا ڑے ہوے طیار ہوگئی لیکن اوسکا کھڑا ہونا بلا اعانت عضلات یعنے پٹھون کے محالات سے ہے پٹھون کا فقط یہی مصرف نہین کہ جسم کے مختلف حصون مین حرکت پیدا کرین

بلکہ کل عضلات جسم انسانی کے باہم کہچاؤ کا مجموعی اثر یہ ہے کہ انسان
حالت محمودی پیدا کرتا ہے یعنے کھڑا ہوتا ہے۔ کھڑا ہونا بھی انسان کے
واسطے ایک مادہ امتیاز ہے کیونکہ اور کوئی حیوان انسان کی طرح جبلتاً
کھڑا نہیں ہوتا بے دُم کے بندر بھی جنہیں اور انسان مین بے انتہا مشابہت
ہے انسان کا سا قامت رعنا نہین رکھتے دیکہنا چاہیے وہ کون سی خاصیت
عضلات کی ہے جو اُن مین مادہ محرک پیدا کرتی ہے اور اس امر کے دریافت کیواسطے
ہم بازو اور پہنچے کو لیتے ہین ہر وقت کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہنچیکو
بازو پر حرکت ہے یعنے جب چاہین بارادہ کف دست کو کندہے پر لے
اوین لیکن دیکہنا چاہئے کہ یہ حرکت کیونکر پیدا ہوتی ہے پہنچے اور بازو کے
بیچ مین حرکت پیدا کرنے والا جو عضلہ ہے اسکو دو راسین کہتے ہین کیونکہ
اُسکے دوسری لوح کی ہڈی سے ملصق ہین اور ایک سرا اوسکا پہنچے مین لگا ہوا ہے
اب اگر دائین ہاتھ کو خوب پہیلا دلوین اور بازو کو بائین ہاتھ سے پکڑ کر پہنچیکو
سمیٹین تو دائین ہاتھ کے نیچے جو گوشت کا ٹکڑا ہے اور جسکا نام عضلہ

دور اسین ہی آئین ایک خاص قسم کی کیفیت محسوس ہوگی یہہ کیفیت
انقباض ہے اور اُسکے معنی طول کا گھٹ جانا اور حجم کا بڑہ جانا ہے یعنے
عضلہ ربر کی طرح سے سمٹ کر گنڈہ ہو جاتا ہے۔ مین چاہتا ہون کہ اس تحریر
کے کل قارئین اس تجربہ کو عمل مین لائین تاکہ انقباض عضلات بخوبی اُن کے
ذہن نشین ہو جاوے انقباض کی خاصیت مختص عضلات کے ساتھ ہے
اور اس خاصیت کا یاد رکھنا ضرور ہے آگے چلکر بھی اس کا کام پڑے گا۔
کسی خاص عضلہ مین انقباض پیدا کرنے کے لئے فقط ارادہ کافی ہوتا ہے
مثلاً اگر ہاتہہ کو اٹھانا چاہین ہاتہہ ہی اٹھتا ہے پیر نہین اٹھتا۔ یہہ حکومت ارادہ
کا منبع دماغ اور حرام مغز ہین۔ تمام اعضاء جسمانی کے افعال کی صحت دماغ
کی صحت پر موقوف ہے اور جہان حضرت دماغ پر کچھ صدمہ پہنچا سارے جسم
مین کھڑ منڈل پڑ جاتا ہے بدعملی ہو جاتی ہے سب کے ہاتھ پیر ڈہیلے ہو جاتے
ہین کسی سے کچھہ نہین ہو سکتا اسکی مثال بدیہی ہے۔ مثلاً فرض کرین کہ کوئی
شخص صحیح تندرست ہٹا کٹا مضبوط توانا چلا جاتا ہے سب اعضا اُسکے اپنے

اپنے کام مین مصروف ہین اور عضلات کے انقباض سے اسکے جسم کو حرکت ہورہی ہے اتنے مین کسی دوسرے شخص نے پیچھے سے آکر ایک لاٹھی سر پر ماری اسیوقت وہ شخص کیسا ہی توانا کیون نہو ادبدا کر بیٹھ جاوے گا ہاتھ پیر ڈہیلے پڑجاوینگے کسی عضو پر حکومت باقی نرہےگی اور جیون جیون اس صدمہ کا اثر دفع ہوتا جاوے گا تیون تیون وہ اپنی اصلی حالت پر عود کریگا۔

تمام جسم مین باریک باریک سفید سفید ڈوریان اعصاب کی پھیلی ہوئی ہین اور ان کا کام یہہ ہے کہ محسوسات خارجی کی اطلاع دماغ کو دین اور وہان سے جو حکم ہو اُسکی تعمیل عضلات کے ذریعہ سے کرائین مثلاً ناک پر مکھی بیٹھی ان باریک اعصاب کے ذریعہ سے جو ناک کے جلد کے نیچے ہین فوراً دماغ کو اطلاع ہوئی یعنے سرسراہٹ کا ادراک ہوا اور اُسکے ساتھ ہی ہاتھ اٹھکر ناک پر آیا۔ اعصاب دو قسم کے ہین ایک تو وہ جنکے ذریعہ سے عضلات مین انقباض ہوتا ہے انکو اعصاب الحرکت کہتے ہین اور دوسرے وہ اعصاب جنکے ذریعہ سے کسی تحریک یا اثر خارجی کا ادراک دماغ کو ہوتا ہے

ان اعصاب کو اعصاب الحس کہتے ہین غرض دماغ تمام جسم مین بادشاہ اور فرمان فرما ہے یہہ ساری کل دماغ کے بل پر چلتی ہے طلسم اعضاے انسانی کی لوح دماغ ہے۔ یہان تک مجملاً جسم انسانیکی تشریح بیان کی گئی کیونکہ بلا تھوڑی سی تشریح جانی ہوئی مسائل علم حیات کا سمجھہ مین آنا ممکن نہین ہی۔

اب دورانِ خون بیان ہوتا ہے خون کیا چیز ہے اگر انگلی کی نوک کو تاگے سے مضبوط باندہین اور جسوقت وہ پھول جاوے سوئی سے آہستہ کوچ دین تو ایک قطرہ خون کا نکلیگا اور بظاہر یہہ خون بالکل رقیق اور متصل الاجزا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسکو شیشے پر رکھکر خورد بین مین دیکہین تو لاکہون ذرے گول گول نظر آتے ہین انکو اسبالدم بھی کہتے ہین۔ خون مین ایک خاص قسم کی بو ہوتی ہے اور مختلف جانورون مین مختلف بوئین ہوتی ہین یہان تک کہ فقط خون کی بو سے جانور کا پہچان لینا چندان مشکل نہین۔

خون کے ذرّے دو قسم کے ہین اول سرخ دوم سفید اور چونکہ سرخ ذرّے
تعداد مین سفید ذرون سے بہت زیادہ ہین اسوجہ سے خون کا رنگ بھی
بادی النظر مین سرخ ہے سرخ ذرّے علاوہ رنگین ہونے کے گول اور
چپٹے ہین اور قطر انکا ایک انچ کا تین ہزاروان حصہ ہے یعنے ایک انچ مربع
مین کرور ذرے بآسانی آجاسکتے ہین بیچمین سے یہہ دبے ہوے اور
کنارون پر کسیقدر پھولے ہوے بالکل بسکٹ کی صورت ہین خون کے
سفید ذرّے سرخ ذرون سے کسیقدر بڑے ہین اُنکا قطر ایک انچ کا
اڑہائی ہزاروان حصہ ہے لیکن بڑی بات اُن مین یہہ ہے کہ ہیئت ظاہری
اُنکی ہر وقت متغیر ہوتی رہتی ہے اُنکے مادہ اندرونی مین ایک طبیعی انقباض
ہے جس سے تغیر پیدا ہوتا رہتا ہے اگر کسی سفید ذرّے کو غور سے دیکھین
اور ہر ہر منٹ مین اسکی تصویر اُتارین تو یہہ معلوم ہوگا کہ ایک جاندار چیز ہے
جسکو کسیوقت چین نہین کبھی تو ایک طرف بڑہ جاتا ہے اور کبھی دوسرے
طرف کو۔ اور عجب یہہ ہے کہ تحقیقات علم حیوانات سے معلوم ہوتا ہے

کہ سب سے ادنی جو حیوان ہے اُسکی کیفیت بالکل سفید ذرّی کی سی ہے یعنے اسمین بھی بجنسہ یہی اجزا ہین اور اسکی ہیت بھی ہر وقت بالکل اسطرح پر بدلتی رہتی ہے گویا خون کے اندر ہزارون اور لاکھون جاندار کیڑے ہین اور ہر ایک اُن مین سے بجائے خود زندگانی کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔

بعد بدن سے نکلنے کے ذرا دیر مین خون دہی کیطرح سے جم جاتا ہے لیکن اس جمے ہوئے خون کو اگر ذرا دیر رہنے دیوین تو اسکے اندر سے پانی کا سا میلا میلا عرق نکلتا ہے یہی عرق ہے جسمین خون کے ذرّے تیرتے ہین اور عام زبان مین اسکو خون کا پانی کہتے ہین۔ خون غذا کو لطیف حالت مین جذب کر لیتا ہے اور اُسکے ذریعہ سے جن اعضا کو ضرورت ہے غذا پہونچتی ہے اور جن اعضا کا کام فضلہ کو صاف کر دیتا ہے وہ بھی خون ہی مین سے فضلہ کو لیکر دفع کرتے ہین خون ہی کے سبب سے جسم کی حرارت عزیزی قایم رہتی ہے اور خون ہی تمام اعضا کو گرمی اور رطوبت پہونچاتا ہے اس خون کو تمام جسم مین دوڑانے کے لئے ایک پمپ رکھا گیا ہے اور اس سے نل نکالے گئے ہین جو ہر ایک

عضو کو پہونچے ہین یہہ پمپ قلب ہے اور اسکے نل عروق ہین۔

عروق دو قسم کے ہین شرائین اور وردہ قلب سے جو دہار خون کی نکلتی ہے وہ شرائین کے رستے تمام اعضا کو پہونچائی جاتی ہے اور وردہ کے راستہ قلب کو واپس آتی ہے۔ شریانمین خون صاف اور سرخ رنگ کا ہوتا ہے اور شریان کی دیوارین موٹی اور لچکدار ہین۔ ورد کا خون نیلگون ہی اور یہی اوردہ ہین جو جسم کے اوپر نیلے نیلے نظر آتے ہین اور ورد کی دیوار نہایت باریک ہوتی ہے اور اسمین کسی قسم کی لچک نہین ہوتی جسوقت انسان مرجاتا ہے تو شرائین کا خون اُن مین لچک ہونے کے سبب سے کہچ کر قلب مین چلا جاتا ہے اور اوردہ مین خون باقی رہ جاتا ہے اور اسی وجہ سے مردہ جسم پر ایک قسم کی نیلگونی آجاتی ہے۔

شرائین و اوردہ دونون جسم کے اندر برابر تقسیم ہوئے ہین گویا ہر عضو کے واسطے ایک شریان ہے اور ایک ورد۔ اور انکی شاخین اور شعبے بھی پیچ در پیچ ہین یہان تک کہ آخیر شاخین اوردہ کے جو حد درجہ باریک ہین اسمین

پیسے ہوئے ہین ان باریک شاخون کو عروق شعریہ کہتے ہین اور انہین عروق کے ذریعہ سے شرائین کا خون اوردہ مین چلا آتا ہے۔ ہر ایک عضو کو جسوقت اپنے شریان کے ذریعہ سے خون صاف وصحیح پہونچا اور اُس عضو نے اسمین سے غذا کو لیلیا پھر وہ خون پتلا ہو کر عروق شعریہ کے ذریعہ سے اُسی عضو کے ورید مین آجاتا ہے اور وریدکی بڑی شاخون کے رستے سے قلب کو پہونچتا ہے علاوہ شرائین واوردہ کے ایک قسم کے اور عروق بھی ہین جنکو عروق مائیہ کہتے ہین لیکن یہہ بھی اوردہ مین ملجاتے ہین۔ قلب ایک مخروطی عضو وسط سینہ مین پانچوین اور چھٹے پسلی کے درمیان مین واقع ہے اور ہر شخص کا قلب اُسکے مشت دست کے برابر ہوتا ہے (تصویر نشان ۲) اس مخروط کا قاعدہ اوپر کیطرف جانب راست کو ہے اور اُسکی نوک نیچے کے طرف جانب چپ کو قلب کے طول مین دو حصے ہین حصہ راست وحصہ چپ اور اُن مین سے ہر ایک کے دو تقسمین ہین حصہ فوقانی کو اذن القلب یعنے دل کا کان اور حصہ تحتانی کو بطن القلب کہتے ہین دونون طرف کی آذان کی دیوارین باریک

اور ڈہیلی ہین برخلاف اسکے دونون طرف کی لبطون کی دیوارین موٹی اور لچکدار ہین اور ان مین بھی لبطن چپ کی دیوار لبطن راست سے زیادہ موٹی ہے۔ غرض قلب مین چار کوٹہریان ہین دو جانب راست کو اور دو جانب چپ کو ہر ایک طرف کی دونون کوٹہریان مین باہم راستہ ہے لیکن نصف راست اور نصف چپ کی کوٹہرلون مین باہم کوئی راستہ نہین ہے یہ راستے بالکل کہلے ہوے نہین ہین بلکہ انپر جہلّی کے دروازے لگے ہوئے ہین جنکی وجہ سے خون کی دہار ایک ہی طرف کو بہ سکتی ہے اور طرف مخالف مین زور ہونے کے ساتھ ہی دروازہ بند ہو جاتا ہے ان دروازون کو اصطلاح مصارع کہتے ہین۔

جانب راست کو اذن اور لبطن کے بیچ جو منفذ ہے اوسکے دروازہ کو تہ کنّا ہونے کیوجہ سے مصراع مثلث کہتے ہین اور جانب چپ کو اس قسم کے دروازہ کا نام مصراع اکیلی ہے کیونکہ اوس جہلّی کی صورت ٹوپی کی سی ہے اس مصارع کی ساخت اس وضع کی ہے کہ خون اذن قلب سے لبطن قلب

مین آسکتا ہے لیکن اگر بطن سے اذن کیطرف جانا چاہے تو دروازہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ خون قلب سے شرائین کے راستے نکلتا ہے اور اوردہ کے راستے پھر قلب کو واپس جاتا ہے باستثناء شریان ریہ کل شرائین کا منبع ایک بڑی شریان ہے جسکو شریان اورطی کہتے ہین یہہ شریان قلب کے بطن چپ سے نکلی ہے اور اوپر کو چڑھ کر بائین طرف خم کہاتی ہوئی نیچے اوتری ہے اور فقرات الظہر کے محاذی چلی گئی ہے اور اُسکی شاخین تمام اعضا کو تقسیم ہوے ہین۔ جس مقام پر سے یہہ شریان نکلی ہے وہان بھی ایک جھلّی واقع ہے جسکو مصراع ہلالی کہتے ہین۔

اسیطرح بجز استثناء کل اوردہ کا مرجع دو وردہین جنکو اجوف اعلےٰ اور اجوف اسفل کہتے ہین اجوف اعلےٰ اعضاے فوقانی کے خون فاسد کو جمع کرتی ہے اور اجوف اسفل اعضاے تحتانی کے خون فاسد کو اور یہہ دونون قلب کے اذن راست مین آکر ملتے ہین۔

تصویر نشان (ج)

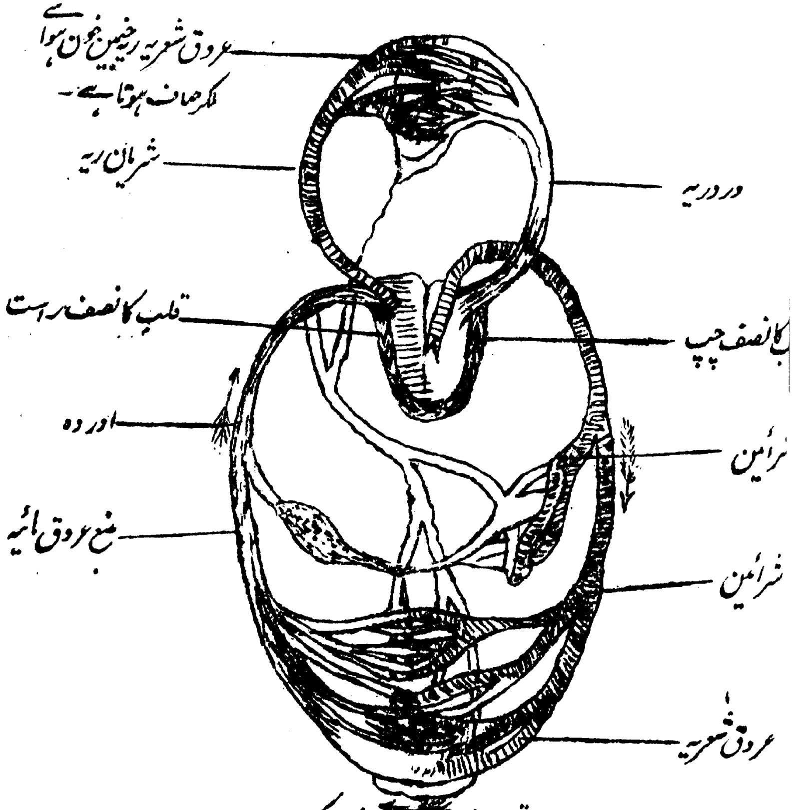

تصویر فرضی دوران خون کی

اس تصویر مین آڑی لکیرین شرائین مین دی گئی ہین

اور سیدہی لکیرین اوردہ مین

اور جس جانب کو دوران ہوتا ہے وہ تیرون سے

ظاہر کیا گیا ہے۔

علاوہ ان عروق کے شریان ریہ قلب کے بطن راست سے نکلکر شُش مین تقسیم ہوجاتی ہے اور وردریہ شُش کے خون کو لاکر اذن چپ مین ڈالتی ہے۔

اب قلب کی حرکت کو دیکھنا چاہئے۔ قلب کی حرکت فقط انقباض اور انبساط ہے قلب کی حرکت اسطرح پر شروع ہوتی ہے کہ پہلے اذن راست مین انقباض ہوتا ہے اور اُسکا اثر یہہ ہے کہ اجوف اعلےٰ اور اجوف اسفل کی راہ سے جو خون اذن مین آتا ہے وہ بطن راست مین آجاتا ہے۔ اُسکے بعد بطن راست کا انقباض ہوتا ہے اور وہ خون شریان ریہ کے راستے شُش مین جاتا ہے اور مصراع مثلث کی وجہ سے اذن مین واپس نہین جاسکتا وہان خون ہوا سے جو شُش مین بھری ہوئی ہے ملکر صاف ہوجاتا ہے اور وردریہ کے ذریعہ سے اذن چپ مین آتا ہے اب اذن چپ کا انقباض ہوتا ہے اور خون بطن چپ مین آجاتا ہے سب کے اخیر مین بطن چپ کا انقباض ہوتا ہے اور چونکہ مصراع اکلیلی خون کو اذن مین واپس نہین جانے دیتا ناچار خون شریان اورطی کے

راستے سے تمام جسم مین تقسیم ہوتا ہے پھر اس ترتیب سے انقباض شروع ہوتا ہے یعنے پہلے اذن راست پھر بطن راست پھر اذن چپ (تصویر نشان ج) ان انقباضات کے بیان مین بڑی دیر لگی لیکن واقع مین یہہ اسقدر جلد ہوتے ہین جسقدر جلد نبض چلتی ہے یعنے تقریباً منٹ مین سو مرتبہ۔ نبض اُس جھٹکے کا نام ہے جو قلب کے انقباض اور انبساط کی وجہ سے شرائین مین پیدا ہوتا ہی اور ہر شریان مین یہہ جھٹک دیکھی جا سکتی ہے مثلاً کنپٹی یا ہاتھہ کی شریان مین اور جسقدر عضو قلب سے دور ہوگا اُسقدر دیر مین یہہ جھٹک محسوس ہوگی۔ یہہ بات ظاہر ہے کہ جو عروق بڑے ہین ان مین خون باسانی و لبسرعت دوڑتا ہے اور باریک عروق اور عروق شعریہ مین اسیقدر دیر لگتی ہے لیکن امتحان سے معلوم ہوا ہے کہ ہر قطرہ خون سارے جسم کا دوران پچاس ثانیہ مین یعنی ایک منٹ کے اندر پورا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو سم شریک خون ہوتا ہے اس کا علاج گویا محال ہے۔ مثلاً سانپ یا دیوانے کتے کا کاٹا مشکل سے بچتا ہے اگر یہی زہر انسان کھالیوے تو معدیکا اسپر تصرف ہنوا اور شاید آخر کو کچھ اثر ہنو لیکن خون مین ملجانیکی

وجہہ سے ہر عضو میں ایک منٹ کے اندر زہر سرایت کر جاتا ہے۔ اور
تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ناگ کے کاٹے ہوئے عضو کو اگر فوراً جسم سے
جدا کر ڈالیں تو بھی اوسکے زہر سے نجات نہیں ہوتی مسئلہ دوران خون کا ثابت
کرنے والا علامہ ہاردی تھا یہہ شخص ۱۵۷۸ء عیسوی مین پیدا ہوا تھا اور اس نے
کیمبرج مین اور بعد اُس کے اطالیہ کے ملک مین تعلیم پائی اپنے زمانہ کا نہایت
حاذق طبیب تھا اور اسی برس کی عمر مین اُسنے قضا کی عموماً مسلمانون کا خیال
ہے کہ یہہ مسئلہ پہلے سے حل ہو چکا تھا لیکن یہہ صحیح نہین اگرچہ حکماء یونان اور
خصوصاً جالینوس نے بہت سے مرحلے طے کر لئے تھے لیکن پورا ثبوت اس امر
کا خون قلب کے جانب چپ سے نکلکر تمام جسم کا دورہ کرنے کے بعد جانب
چپ سے نکلکر تمام جسم کا دورہ کرنے کے بعد جانب راست کو واپس آتا ہے
ہاردی سے پہلے کسی نے نہین دیا۔ یہہ تحریر دوران خون ختم کی جاتی ہے۔ لیکن جس
عضو انسان کو دیکھیے جس مسئلہ علم حیات پر غور کیجئے ایک عالم حیرت نظر آتا ہے
شاید کسی اور موقع پر اُن عجائبات جو اور اعضاے انسانی مین پوشیدہ ہین بیان کیا جاویگا۔

شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی - بی - اے - بی - ایل وغیرہ

قبل از اسلام اہل عرب کا حال - یعنی زمانہ جاہلیت کا بیان

مورخون اور دانشمندون کا یہ عاقلانہ مقولہ ہے کہ شریف اور رذیل قومین سب بنی آدم ہین - ان مین جو بڑا فرق ہوتا ہے اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ شریف قومون کو اپنے آباؤ اجداد کے کارہاے نمایان یاد ہوتے ہین اور اونکے اقتدا اور پیروی کو اپنے شرافت قایم رکھنے کے لئے فرض سمجھتے ہین - اور رذیل قومین زمانہ دراز کے گزرنے کے سبب سے اپنے بزرگون کے بزرگ کامون کا

بہولجاتے ہین لیس اگر کسی خاندان یا قوم مین جسکے باپ دادا نے خدا پرستی۔ جوانمردی۔ علم و ہنر۔ جاہ و حشمت۔ شان و شوکت کے میدان مین علم بلند کیا ہو اور وہ اسکو نہ بہول گئے ہون تو اسکو بار بار اس کے بزرگون کے بڑے بڑے کام یاد دلانے سے عزم و ہمت و غیرت و حمیت اس مین پیدا کر سکتے ہین۔ مگر رذیل قومون کے اندر یہ کام نہین ہو سکتا۔ تاریخ مین بہت جگہ ایسے ذکر آتے ہین کہ میدان کارزار مین جہان سپہ سالار نے سپاہیون کو انکے باپ دادا کے بہادری و دلیری یاد دلائی۔ توان مین حمیت و غیرت ایسی جوش مین آئی کہ جان توڑ کر لڑنے لگے۔ ہندوستان مین مسلمان بہت ہین مگر انمین ایسے تھوڑے ہین کہ جنکو آبا و اجداد کے بزرگانہ کامون کی یاد دل مین غیرت و حمیت کا جوش پیدا کرے۔ اس لئے کہ ان مین زیادہ تر غربا ہین جو اپنی شرافت کو بہول گئے ہین۔ اور اُمرا اپنی عیش و عشرت مین ڈوبے بیٹھے ہین۔

کچھ متوسطین ایسے ہین جنکو کہ آبا و اجداد کے کارنامے خواہ وہ جنگ کے میدان

مین ہون خواہ علم و فضل و خدا پرستی زہد و تقویٰ ۔ حسن و خلق کے باب مین سنا سے جائین تو ضرور وہ متاثر ہونگے ۔ انکو غیرت آئیگی ۔ اور وہ خوبیان اپنے مین پیدا کرنے کی کوشش کرینگے جو اُن کے باپ دادے مین تھین گو ایسے مضامین جن مین ہمارے بزرگون کے کارنامے لکھے ہوے ہون بہت سے موجود ہین مگر ان کے طرز تحریر ایسی ہے کہ اگر اس مین دس واقعات اصلی ہین تو بیس داستانین جن پری ۔ کرامات ۔ خرق عادات کے لگے ہوے ہین ۔ اب زمانہ کا رنگ ایسا بدل گیا ہے کہ ایسے تحریرون کا ذرا اثر دل پر نہین ہوتا ۔ یہی سبب ہے کہ ان کتابون کے پڑھنے سے غیرت کا جوش طبیعت مین پیدا نہین ہوتا ۔ اس زمانہ مین ایسے واقعہ کو کہ کوئی سپہ سالار اپنے جاسوسون کے معرفت دشمن کے لشکر کا حال و مقام دریافت کرکے اس کو شکست دیوے اسکولین زمانہ سابق کے موافق بیان کرنا کہ خدا ے تعالیٰ نے اپنے فرشتے میر عسکر کے پاس دشمن کے مقام و حال بتلانے کیلئے بھیجے تھے ایک ہنسی کی بات ہے ۔ ابھی تھوڑے دنون کی بات ہے کہ جنگ مصر مین لارڈ ولیلی نے پہلے سے یہ کہدیا تھا کہ فلان فلان مقام پر جنگ ہوگی ۔ لڑائی مین اتنے دن

لگین گے اور بہت سی باتین بتلائین جو سب کی سب اوسیطرح واقع ہوئین جو انہون نے پہلے سے کہی تھین۔ اس زمانہ مین ان کی فراست و دانائی کی تعریف کی جاتی ہے۔ مگر کوئی یہ کہے کہ ان کو یہ معلومات پہلے سے مکاشفات و الہامون سے ہوئے تھے تو مہذب قومین اوسکو پاگل جانے گی پس ہمکو اپنے بزرگون کے وہ حالات صحیح صحیح بتلانے چاہئین کہ جسکی اقتدا و پیروی کر کے ہم بھی اپنے مین وہ خوبیان پیدا کرین ایسے کام بتلاے کہ جنکا کرنا ہمارے لئے ناممکن ہو کیا اثر رکھتا ہے۔ اگر کسی ولی اللہ کا حسن و خلق بیان کیا جاے تو ہم اوسکی تقلید کر سکتے ہین اگر یہ اون کے حال مین بیان کیا جاے کہ وہ ایک رنگ سے سو طرح کے رنگ رنگدیتے تھے تو اس کا کیا اثر ہوگا۔

یہ کرامت ہم اپنے اس زمانہ کے اندر نہین پیدا کر سکتے۔ غرض اگر بزرگون کا حال یون بیان کیا جاے کہ انہون نے اپنے زمانہ مین وہ بزرگ کام کئے جو انسان اعلےٰ سے اعلےٰ کر سکتا تھا اور اون کے اسباب ایسے تھے کہ جنکا ہم پہونچانا ہمارے اختیار مین ہے تو اسکے اقتدا و تقلید سے فائدہ اٹھا سکتے ہین لیکن ان کے حال مین اگر کوئی

ایسی مشکل بات کہدی جاسے جوہم سے اٹھائی جاسے نہ وہری جاسے تو وہ حال لکہنا نہ لکہنا برابر ہوگا۔ اس لئے ہم جب کبہی اپنے بزرگون کا حال لکہین گے تو اس طرح کہ ہم اوسکا اقتدار اس زمانہ مین کرسکین۔ اول ہم قبل از اسلام اہل عرب کا حال یعنی زمانہ جاہلیت کا لکہتے ہین۔ جس سے مسلمانون کو معلوم ہوکہ پہلے زمانہ مین ملک عرب کا حال جو اسلام کا سرچشمہ اور مسلمانون کے اقبال اور عروج کا صدر مقام ہے کیا تھا قبل از اسلام اہل عرب خدا اور رسول اور شریعت سے جاہل تھے۔ اس لئے جو زمانہ اہل عرب پر قبل از اسلام گزرا ہے (اوس کو زمانہ جاہلیت کہتے ہین)

عرب کا مقام و وسعت و صورت

ہندوستان سے ملک عرب وسعت مین کچہہ تہوڑا ہی کم ہوگا۔ ہندوستان کی شکل کیطرح اسکو بہی شلثی نما بتلاتے ہین اور باب المندب زاویہ قائمہ اس کا ٹھہراتے ہین۔ لیکن حقیقت مین اس کی صورت ایک بے قاعدہ متوازی الاضلاع کی سی ہے۔ صوبہ عمان کو جو ایران کی طرف ہے علٰحدہ کردین تو ہر دو حصہ

مستطیل بنجاتا ہے عربا عبرانی مین ریگستان کو کہتے ہین - اور لغت عرب مین عرب
ایک خاص قوم کا نام ہے کہ عجم بہو عرابہ کے معنی گندم گون کے ہین شاید ان سببون
مین سے کوئی سبب عرب کے نام کا باعث ہو - ایران - سریا - مصر - اتھی اوپیا
اسکو گھیرے ہوے ہین اسکا کنارہ شمالی سرحد ملک شام مین سمندر سے ملا ہے
یعنی وہ ایک جزیرہ نما ہے شرق مین خلیج فارس و بحر عمان - جنوب مین بحر عرب -
مغرب مین بحر قلزم ہے شمالی سرحد ملک شام ہے - اسکے رقبہ کا تخمینہ
۱۲۱۹۷۴۰ مربع میل ہے - طول عرض سے دو گنا ہے - زیادہ سے زیادہ
طول پندرہ سو میل ہے - ۱۲۰۴ و ۳۴ کے درمیان عرض یا شمالی و ۳۲° ۳۰
۶۰ کے درمیان شرقی طول البلد ہے -

زمین اور آب وہوا زراعت وتجارت

اس ملک مین بیابان وریگستان وکوہستان کی عجیب بہار ہے - تاتار کے
بیابانون مین تو کہین کہین دست قدرت نے بلند بلند درخت اور سبز جھاڑی بوٹے
لگادی ہے - جب کہ تنہا مسافر ان مین منزل پیما ہوتا ہے تو ان نباتات کی ملاقات

کو بہت غنیمت جانتا ہے۔ اور وہ اُن سے متمتع ہوتا ہے۔ مگر ملک عرب کے بیابان تو وہ ہموار ریگستانی میدان ہین کہ جس مین پہاڑ کھڑے ہین۔ اور ان پہاڑون پر بھی کہین سبزہ زار نہین۔ پھر اس صحرا مین نہ جہین درختون کا سایہ ہے نہ کوئی اور پناہ کی جگہ ہے۔ آفتاب کی شعاعین سیدہی اور تیز پڑتی ہین۔ جو خط استوا کے اقالیم مین پڑا کرتی ہین۔ بھلا ایسے مقام مین باد نسیم کا نشان کہان۔ اس کی جگہ پچھم دکن کی طرف سے باد صرصر کے طوفان آتے ہین مہلک بخارات اپنے ساتھ لاتے ہین۔ ریگستانون کو نچلا بیٹھنے نہین دیتے ان مین سمندر کا سا تلاطم مچاتے ہین۔ ریگ کے تودے کے تودے ادہر سے اُدہر ایسے لہراتے ہین کہ جیسے بحر مین طوفان کے اندر پانی کی لہرین لہراتی ہین ان کے بگولون مین قافلے کے قافلہ غائب ہو جاتے ہین۔ فوجین کی فوجین دب کر دفن ہو جاتی ہین۔ پانی وہان ایسا نایاب کہ جسکے لئے انسان بیتاب رہتا ہے۔ جب ملجاتا ہے تو اوسکے پینے پلانے اور فائدہ اُٹھانے پر ایک فساد برپا ہو جاتا ہے۔ پانی کے ساتھ آگ کی بھی قلت تھی۔ لکڑی کا کال رہتا تھا آگ کا سلگانا اور۔ اوسکو دیر تک قایم رکہنا ایک بڑے

ہنر اور سلیقہ کا کام گنا جاتا تھا۔ عرب کی سرزمین ایسے دریاؤن سے خالی ہے
کہ جسمین جہاز رانی ہو سکے۔ اور وہ زمین کو سرسبز و شاداب کرین۔ اور
ملک کے پیداوار کو قرب و جوار کے ملکون کے اندر لیجانے کی راہین بنائی جائین
زمین وہان کی ہمیشہ تپتی رہتی ہے۔ اس لئے ایسی پیاسی ہوتی ہے کہ جو پہاڑون
سے سیل اور اوس مین پانی کی بہ کر آتی ہین اونکو نوشجان کر کے ایسی ہضم کر جاتے
ہین کہ ڈکار بھی نہین لیتی۔ کھجور کے جھنڈ اور ببولون کے درخت نہایت سخت
پہاڑون کی چٹانون مین اپنی جڑین جماتے ہین۔ رات کی اوس اونکو پال پوس کر
بڑا کرتی ہے۔ مینہ گاہ گاہے برستا تھا تو مینہ کا پانی حوضون اور نالیون مین بھر
لیا جاتا تھا۔ ریگستان مین کنوون اور چشمون کا پانا گویا جنگل مین ایک مخفی گنج دولت
کا پانا سمجھا جاتا تھا۔ حاجی جو مکہ کو حج کرنے جاتے تھے اُن کو بری کڑی منزلین خشک
و گرم میدانون مین طے کرنی پڑتی تہین۔ جب انکو شور زمین کا آب روان تلخ
و بے مزہ پینا پڑتا تھا تو اُن کی طبیعت کو نہایت ناگوار ہوتا تھا۔ قاہرہ سے مکہ
تک پندرہ منزلین ہوتی تہین۔ جنمین گیارہ منزلون مین پانی نہین ملتا تھا۔ غرض

ملک عرب کے اکثر حصون کی آب وہوا کا یہ حال تھا گو بعض مقامات ان مین مستثنےٰ بھی تھے۔

قاعدہ ہے کہ جہان محنت مشقت تکلیف مصیبت کی کثرت ہوتی ہے وہان تھوڑے سے آرام کی بھی نہایت قدر ہوتی ہے۔ جہان کچھ بھی آرام ملتا ہے وہ آرام سمجھا جاتا ہے۔ جب ملک عرب کا یہ حال تھا کہ اس کی آب وہوا روح پر کبتر۔ اور صرصر کا طوفان سر پر اکثر رہتا تھا اُدھر ہوا آتش فشان ہوتی تھی ادھر پانی کا ٹکان پانا مشکل ہوتا تھا۔ پکانے جلانے کو لکڑی کے پانے مین تکلیف سراسر تھی۔ لکڑیان آتش آب رنگ (سراب) جان لینے کے لئے بلاتے تھے کانٹے و ٹیلے چلنے کو سدراہ ہوتے تھے۔ سبز کھیتی اور سایہ دار درخت شاذ و نادر ہوتے تھے۔ جہان یہ یہ تکلیفون پر تکلیفین ہون۔ وہان کے باشندے ایسے مقامات کی قدر حد سے زیادہ کیون نہ کرین اور وہان سکونت کیون نہ اختیار کرین جہان سایہ دار درختون کے جھنڈ کے جھنڈ ہون۔ چراگاہ سبز موجود ہون۔ برسات کا پانی یا کوئی چشمہ وہان روان ہو۔ پس اہل عرب

ایسے مقامات کی تلاش مین رہتے تھے جہان انکو سنگئے وہان انکے قبیلے کے قبیلے چلے جاتے تھے - اپنے دُنبے بکریون کے گلّے اور اونٹون اور گھوڑون کو ساتھ لے آتے تھے - اور اُن کو چرا کر تازہ دم اور توانا کرتے تھے اور سبزہ اور انگور کی زراعت سے اپنی محنت کا ثمرہ پاتے تھے - ملک عرب مین جو سرزمین مرتفع بحر ہند کے ساحل پر واقع ہے وہ سارے ملک مین ممتاز و سرفراز اس بات مین تھی کہ وہان پانی اور لکڑی کی افراط تھی - ہوا مین اعتدال رہتا تھا - میوے بڑے بامزہ ہوتے تھے حیوانون اور انسانون کی وہان کثرت تھی - زمین کی شادابی اور زرخیزی کاشتکار کو پکار پکار کر بلاتی تھی کہ یہان آ اور مجھ مین زراعت کر کے اپنی ریاضت کا ثمرہ پاؤ اور اسکا مزہ اُٹھاؤ - یہان زراعت کا سامان یہ تھا تجارت کی صورت یہ تھی کہ قہوہ نافعہ اور لوبان معطرہ ساری دنیا کے تاجرون کو ہر زمانہ مین اپنی طرف رغبت دلاتا رہا ہے - تاجر ہمیشہ اس کی طرف لطیب خاطر التفات کرتے رہتے ہین - ساری عبادت گاہون کو لوبان معطر کرتا تھا پھر ایسی عمدہ چیز پر کیون نہ تاجر دوڑتے آتین - یہان کے مصالحون کا خوشبودار

خوار پھرتے تھے۔ شکار کا ہاتھ آنا کچھ شکاری کے اختیار مین تو ہوتا نہین۔
کبھی اتنا ہاتھ آگیا کہ پیٹ بھر گیا اور بچ رہا۔ کبھی اتنا بھی نہ ہاتھ آتا کہ پورا
پڑتا۔ یہہ ابتدائی ماہی خوری کی حالت ایسی ذلیل وخوار تھی کہ اسکو تمدن انسانی
کہنا ہتک نوع بشر ہے ان وحشی انسانون مین گو مردم خوری نہ تھی مگر نہ انکو
کوئی فن آتا تھا نہ کوئی قانون و آئین جاری تھا۔ عقل و زبان کے پیرایہ سے
بھی معرا تھے۔ ان کی اور بہایم کی حالت ایسی یکسان تھی کہ ان مین تمیز کرنا
بھی دشوار تھا۔ معلوم نہین کہ ان مچھلیون کے صید نے ان کو ساحل بحر کے
تنگ قیدخانے مین کب تک قید رکھا۔ اور ان کو ایسا اپنے مین ڈوبا ہے
رکھا کہ نہ ابھرنے کی اجازت دی نہ آگے چلنے کی۔ اتنے قرن ان کے
اس بہایم صفتی مین گزر گئے جسکو اب زمانہ یاد نہین رکھتا۔ بیابان بھی ان وحشیون
کے پاس ایسے نہ تھے کہ اُن کے شکار سے مدت تک گزارہ ہوسکتا۔ اس لئے
کہ قاعدہ ہے کہ شکاریون کا بیابان مین جب ہی تک گزارہ ہو سکتا ہے کہ
پیٹ بھر کر اوس مین ملے۔ پس جب ان بیابانون مین بھی ان کا گزارہ مشکل

ہوا تو بہت زمانہ اس پر گزر چکا ہے کہ انہون نے اپنے تئین اس بستی سے
اُبھارا انھون نے چرواہہ ہونے کا پیشہ اختیار کیا۔ یہ پیشہ بڑا امیون و
مانوس ہے۔ سارے ریگستانی بیابانون کے اقوام خانہ بدوش اسی پیشہ سے
اپنے بسر اوقات کرتی تھین۔ زمانۂ حال مین بدون کی صورت و بشرہ ان کے
بزرگون کے پیشہ شبانی کی شہادت دیتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ و آنحضرت
علےنبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مین ایک ہی طرح رہتے تھے۔
وہی اُن کے چمڑے کے خیمے بدُون کے خرگاہین رہنے کے لئے تھین۔
دنبون اور بکریون کے گلّے اور اونٹ گھوڑے اپنے قبیلے کے ساتھ لئے
پھرتے تھے جہان پانی کا چشمہ اور جانورون کا چارہ اور اپنا گزارہ دیکھا
وہین ڈیرے ڈالدے تنبو تان لئے۔ آسمان کے تلے بسیرا لینے لگے۔

گھوڑا

قاعدہ ہے کہ جب سودمند اور بکار آمد جانور انسان کے قابو اور بس مین آجاتے
ہین تو انسان کی محنت کرنے اور دولت بڑھانے مین وہ بڑے معاون

ہوتے ہین - پس اِن عرب کے چرواہون کو گھوڑا جو ایک وفادار دوست
کا کام دیتا تھا - اور اونٹ جو جفاکش غلام کی سی خدمت کرتا تھا ملگیا -
جن کی باگ ونکیل ان کے ہاتھ مین تھی کہ جہان چاہین انکو لیجائین اور جو
خدمت چاہین وہ لین - علم حیوانات کے جو عالم ہین ان کی یہ راے ہے
گھوڑا سب سے پہلے ملک عرب مین پیدا ہوا ہے وہین اوس کی پہلے جنم ہوئی
ہے - یہان کی آب وہوا اس شریف ونجیب جانور کے لئے موزون کی گئی
تھی گو اس کے قد وقامت کو وہ چندان بلند نہین کرتی - مگر تیزی و چستی
و چالاکی شتاب روی وہ پیدا کرتی ہے کہ جسکا جواب دنیا مین نہین -
اسپانیہ - انگلستان کے گھوڑون کی نسل مین جو خوبیان پیدا ہوئی ہین
وہ ان عربی گھوڑون ہی کے تناسل کا طفیل ہے - شریف ونجیب گھوڑون
کی نسل کا باقی رکھنا بدون کا ایمان ہے - اور جگہ انسان اپنی شرافت کو لیبا
یاد نہین رکھتا جیسا کہ بدّو ان گھوڑون کی نسل کی نجابت کو یاد رکھتا ہے -
وہ نر کو زیادہ فروخت کر ڈالتا ہے اور مادہ کو جان کے برابر رکھتا ہے -

مشکل سے اُسے جدا کرتا ہے۔ جب کوئی نجیب گھوڑی بچھیرا دیتی ہے

تو اوس کی خوشی کی مبارک سلامت اتنی ہی شادی کی سی ہوتی ہے۔

بدو اپنے خیمون مین گھوڑون کی تعلیم و تربیت اپنی اولاد کیطرح کرتے ہین۔

اور ان سے محبت بھی اپنی اولاد سے کم نہین کرتے اسی سبب سے

اُن کے گھوڑون مین شایستگی اور ارتباط عادت ہو جاتی ہے وہ رہوار

اور سرپٹ دوڑنے کے مشاق ہوتے ہین۔ سوار ہمیز اور تازیانہ کی متواتر

مارسے ان کے حواس کو کند نہین کرتا بلکہ ان دو چیزون کو اُسوقت کے لئے

اٹھا رکھتا ہے کہ اسکو خود بھاگنا ہوتا ہے یا کسی کے تعاقب مین جانا ہوتا ہے۔

ایسے وقت مین وہ تازیانہ کا ہاتھ اُٹھاتا ہے اور ایڑ مارتا ہے جب یہ ہوتا ہے

تو گھوڑا بھی ہوا کی طرح اُڑتا ہے۔ اگر کہین اس کا سوار پیٹھ سے جدا ہو کر گرجاتا

ہے تو وہ اس اپنے دوست کے انتظار مین کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب وہ اپنے

ہوش حواس ٹھیک کرکے پھر سوار ہوتا ہے تو وہ آگے قدم اٹھاتا ہے۔

اونٹ

عرب اور افریقہ کو خدا نے یہ شرف دیا ہے کہ اسمین اونٹ کو پیدا کیا ہے - یہ جانور کیا صابر حلیم ہے کیسی گرمی کی شدت - تشنگی - گرسنگی کا متحمل ہوتا ہے - کئے کئے روز تک بے آب ودانہ وچارہ کڑی کڑی منزلین طے کرتا ہے ع بیچارہ خار میخورد و بار میکشد - اس کے پانچوین اوجھ مین ایک بڑا کیسہ ہوتا ہے وہ تازہ پانی سے بھرا رکھتا ہے - اونٹ کے جسم کی ساخت ایسی بنی ہی کہ گویا اس پر یہ عبارت کندہ ہے کہ اسے انسان اپنا خدمت گزار بنالے وہ اطاعت کے لئے سب طرح حاضر ہے -

اونچی نسل کا اونٹ ساڑھے بارہ من بوجھ پیٹھ پر لاد کر لیجاتا ہے - اور سانڈنی سبک اندام اور چالاک گھوڑ دوڑ کے تیز گھوڑون سے آگے نکل جاتی ہی - اونٹ اگر ان ملکون مین نہ ہوتا تو وہان کے باشندون کا رشتہ معیشت ہی ٹوٹ جاتا - کاروانون کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا - دودہ اس کا مقوی و بکثرت ہوتا ہے وہی اہل عرب کی سب سے زیادہ عمدہ غذا تھی - اس کے بچے

کا ملایم گوشت گاے کے بچھڑے کے گوشت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ پیشاب اس کا بیش بہا نمک کی کان ہوتا تھا مینگنیاں اس کی جلانے کے کام مین آتی تھین۔ لمبی پشم اس کی ہر سال گرتی تھی اور از سر نو جمتی تھی۔ اسکو عورتین توم کر اور کات کر اور بنکر لباس اور خیمے اور اسباب گھر کے بناتی تھین۔ غرض اس پشم کو عربون کے خان ومان آباد کرنے مین بڑا دخل تھا۔ اگر مینھ کے برسنے سے کہین کہین جنگل مین نباتات کا نمو ہو جاتا تھا تو ان کو بدو کھاتے تھے موسم گرما کی شدت حرارت اور موسم سرما کی قلت حرارت مین ساحل بحر پر یا یمن کے پہاڑون مین یا دریاے فرات کے قرب وجوار مین وہ اپنے خیمون کو لے جاتے تھے۔ اکثر وہ رود نیل کے کنارہ پر اور شام اور فلسطین کے مواضع مین بڑے بڑے خطرے اٹھا کر وہان رہنے کی اجازت بالجبر حاصل کرتے تھے۔ ایک خانہ بدوش بدو کو بعض اوقات غارتگری یا تجارت سے اپنی محنت کا ثمرہ ملجاتا تھا مگر پھر بھی اس زندگی کی سخت جفاکشی اور خطرناک حالت کی تھی۔ بدون کا وہ امیر متکبر جو دس ہزار سوار میدان جنگ

مین لیجا سکتا تھا وہ عیش و آرام نہین پاتا تھا جو ادنے امیر فرنگستان کا پاتا ہی۔

عرب کے شہر اور اُن کی تجارت و زراعت

عرب کی بہت سی قومین مجتمع ہوکر قصبات اور دیہات آباد کرتی تھین اور تجارت و فلاحت کے کامون کو کرتی تھین۔ مویشی کی پرورش مین سخت محنت اٹھاتی تھین اور اپنے وقت کا ایک حصہ اس مین صرف کرتی تھین۔ صلح و جنگ کے وقت وہ اپنے ریگستانی بہائیون کے ساتھ شریک ہو جاتی تھین یون بدون مین آپسمین آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا یہ بیوپاری دین ہمسایہ کے قومون کے ساتھ ہوتا تھا۔ ان سے بعض حاجتین بھی روا ہو جاتی تھین۔ علوم و فنون کی الفا بے تے کا بھی کوئی سبق پڑھ لیتے تھے۔ ابوالفدائی عرب مین بیالیس شہر شمار کئے تھے۔ ان مین نہایت قدیمی اور آباد ملک یمن تھا اور زمین مین واقع تھے۔

شہر صنعا کے بروج عالی شان اور مآرب کے حوض تعجب خیز اور حیرت افزا تعمیر کے بادشاہون نے بناے تھے۔ جو صنائع معماری سے آراستہ تھے

مکہ معظمہ و مدینہ منورہ نے ان دونوں شہروں کے زیب و زینت کے
آفتاب کو کسوف لگا دیا۔ یہہ کیوں نہ ہوتا وہ بادشاہوں کے بنائے ہوئے
یہہ نبیوں کے بنائے ہوئے تھے۔ کہاں بادشاہ کہاں نبی۔ چہ نسبت خاک
را با عالم پاک۔ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں (۲۷۰) میل کا فاصلہ ہے۔ اور
دونوں شہر بحر قلزم کے نزدیک ہیں۔ ان مقدس شہروں میں سے یونانیوں
نے مکہ کا نام الیبار رکھا تھا۔ جس کے معنی اس شہر کی عظمت و شوکت کو ظاہر
کرتے تھے۔ یہہ شہر اپنے معراج کے زمانہ میں بھی مارسلیز پر فائق نہیں
تھا۔ یہہ شہر ایسی جگہ آباد ہے جہاں کوئی توقع سود اور بہبود کی نہیں ہو سکتی۔
بانیان شہر نے کوئی مبارک شگون سوچ کر اور اپنی مصلحت سمجھکر اس کی بنیاد
رکھی ہوگی۔ اس میں مٹی اور پتھر کے مکانات دو میل طویل اور ایک میل چوڑی
جگہ میں بنے ہوئے تھے۔ یہ جگہ ایسی دامن کوہ میں واقع تھی کہ جنپر نباتات نے
اوگنے کی قسم کھائی تھی۔ زمین پتھریلی۔ پانی کھاری۔ یہاں تک کہ آب متبرکہ
چاہ زمزم بھی شیرینی سے خالی تھا۔ سبز چراگاہ شہر سے دور فاصلہ پر۔

طائف یہان سے ستّر میل کے فاصلہ پر تھا جہان کے انگور یہان بکنے آتے تھے۔ اس شہر کی حکمران قوم قریش تھی۔ جو اور قومون مین ممتاز اور نامور تھی۔ اس کی شجاعت کی دُہوم تمام عرب مین تھی۔ قوم قریش کے پاس یہان کی زمین ایسی بے فیض تھی کہ خواہ اوس کے بونے جوتنے پر کوئی جان ہی کیون نہ کھپاوے مگر اس کو ایک دانہ بھی نہ دیوے مگر ہان اپنے اقامت گزینون کو تجارت سے فائدہ پہونچاتی تھی۔

جدّہ کا بندرگاہ اس سے چالیس میل تھا۔ اس کے توسط سے ملک حبش کے ساتھ سلسلۂ آمد و رفت بآسانی جاری تھا۔ افریقہ کا مال عرب مین ہوکر حیرہ کتف کو پہنچاتے تھے۔ کہتے ہین کہ کتف کو ضلع بحرین مین خالدیہ کے جلاے وطنون نے نمک کے کتل سے بنایا تھا۔ پھر یہان سے خلیج فارس کے موتیون کو لیکر بیڑون مین سفر کرکے دریاے فرات کے دہانہ تک لے جاتے۔ یمن اور شام کے وسط مین مکہ واقع ہے اور ہر ایک سے ایک مہینہ کے سفر کا فاصلہ رکہتا تھا۔ ملک یمن اس کے جانب یمین مین۔ اور ملک شام

اس کے جانب لیسار مین واقع ہین۔ اس کے کاروان گرمیون مین ملک یمن مین۔ اور جاڑون مین ملک شام مین قیام کرتے تھے۔ ان موسمون مینا مین وقت پر کاروانون کے پہونچنے سے ہندوستان کے جہازات کو طول طویل اور خطرناک سفر بحر قلزم کا نہ کرنا پڑتا تھا۔ صنعاء مارب کے بازارون مین اور عدن اور عمان کے بندرگاہون مین قیمتی اور خوشبودار مصالح کی کھیپین قریش لادکر لاتے تھے۔ اور بصرہ اور دمشق کے میلون سے اناج اور صنعت کاری کی چیزین خرید کے لیجاتے تھے۔

غرض اس مفید تجارت کے بدولت مکہ کے کوچہ و بازار مال و متاع سے معمور رہتے تھے۔ وہان کے اُمرا اور شرفا کو جیسے کہ سپہ گری کے پیشہ سے موانست تھی ایسے ہی تجارت سے بھی الفت تھی۔

عرب کی قومی آزادی

یہ اور بھی منجملہ عجائبات روزگار ہے کہ اہل عرب ہمیشہ آزاد رہے۔ کوئی غیر قوم ان پر فرمان روا نہین ہوئی۔ اس بات پر ان کو خود بھی بڑا ناز اور افتخار

تھا۔ اور غیر قومین ان کی اس بات پر مدح خوان ہین۔

اب اس آزاد رہنے کے سبب ارباب الرا سے مختلف بتاتے ہین۔ بعض عیسائی عالم اس کو کتاب پیدائش کے ۱۶ باب کے ۱۱ و ۱۲ آیت کی پشین گوئی سے منسوب کرتے ہین اور اس سے اپنے مذہب کی صداقت دکھلاتے ہین۔ آیتین یہ ہین کہ (خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی اسکا نام اسمٰعیل رکھنا کہ خداوند کریم نے تیرا دکھ سن لیا وہ وحشی آدمی ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے اوپر اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہون گے اور وہ اپنے سب بھائیون کے سامنے بود و باش کریگا) اول تو اس آیت کے معنی بہت سے ہو سکتے ہین۔ دوسرے وہ آزادی عرب کی مصداق اس سبب سے بھی نہین ہو سکتی کہ سلطنت یمن پیہم اہل حبش اور اہل فارس اور سلاطین مصر کے حملون کی لگدکوب مین رہی۔ مکہ و مدینہ کے متبرک شہرون مین جبابرہ سدیہ (تاتاری ظالم) کی اطاعت مین سر جھکایا۔ رومیون کے سلطنت کا تو عرب ایک صوبہ تھا جسمین وہ خاص ویرانہ شامل

تھا جس مین کہ حضرت اسمٰعیل علے نبینا وعلیہم السلام اور اون کی نسل نے
اپنے بھائیون کو دفن کیا ہے۔

غرض یہہ طریقہ استدلال جیسا نامعقول ہے ویسا ہی فضول ہے۔ تم اسکو
خوب یاد رکھو کہ یہہ اوپر جو شکستنی صورتین بیان ہوئے ہین وہ چند روزہ
عارضی تھین یا کسی خاص مقام سے مخصوص تھین ورنہ عرب کی کل قومون نے
بڑے بڑے صاحب جلال اور شان وشکوہ بادشاہون کے غاشیہ
اطاعت کو کندہے کے اوپر رکھا نہ کندہا کبھی جوئے کے نیچے دہرا
ہزارون برس آزاد رہے فراعنہ مصر اور شاہان شام کی سعی اس کی فتح
مین بے حاصل رہی۔ کیخسرو ایرانی اور اسکندر یونانی سے بجارہا روم
کی سلطنت کا علم ساری دنیا مین بلند ہوا مگر میری سرزمین محفوظ رہی۔
مارس۔ پومپی۔ ٹریجن وغیرہ کی فوجین سر ٹیک کے بیٹھ رہین مگر
ملک عرب کو زیر نہ کرسکین۔ گو حال مین سلطان روم ان پر حکومت براے
نام رکہتا ہے۔ اپنے انتظام کا سایہ وہان ڈالتا ہے۔ مگر ان کو چھیڑنے

سے ڈرتا ہے۔ ان پر حملہ آوری بے سود جانتا ہے۔ مگر ان سے دوستی کی التجا کرتے ہوئے بھی اس کی شان مین جفبہ آتا ہے۔ خدا نے یہ ملک ہی ایسا بنایا ہے اور اس کے باشندون کے خصائل اور طرز و روش کو ایسا رکھا ہے کہ وہ ان کی آزادی کی بڑی معاون ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے عہد سے قرنون پہلے ان کی بیباکانہ جرأت وہمت اور شجاعت کو ہمسایہ کی قومون نے خوب آزما لیا تہا۔ کبھی وہ ان پر چڑہکر آئے کبھی یہ اُن پر چڑہکر گئے۔ دونون نے لڑائیون مین اپنی قوتون اور زورون کو تول لیا تہا۔ انکا پیشہ چرواہہ ہونے کا ایسا تھا کہ اس مین خودبخود نادانستہ سپاہیانہ چستی وچالاکی۔ سختی کی برداشت کرنی۔ جفاکشی عادت مین داخل ہوجاتی تھی۔ بھیڑون کے گلون کی اور اونٹون کے قطارون کی نگہبانی اپنی عورتون کے سپرد کرتے تھے۔ اور جو مردان کار ہوتے تھے وہ اپنے کسی امیر کے علم کے نیچے گھوڑون پر سوار ہوکر میدان کارزار مین تیر چلانے کو برچھی اور تلوار مارنے کو تیار رہتے تھے۔ ان کو اپنی قدیمے

آزادی ایسی دل پسند تھی کہ وہ اس کا وظیفہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور اپنی اولاد کو یاد کرایا کرتے تھے - یہہ دونون باتین ان کی آزادی مدام کی کفیل تھین - انکی اولاد خوب سمجھے ہوی تھی کہ ہماری اصالت اور نجابت کا ثبوت یہی ہے کہ ہم آزادی کو جو باپ دادا سے ارث مین پہونچی ہے قایم وثابت رکھین - وہ اس لئے اپنی آزادی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے - جب کوئی غیر دشمن ان پر حملہ آور ہوتا تھا تو وہ اپنے سارے باہمی جھگڑے اور فساد تہہ کرکے رکھ چھوڑتے تھے اور سب متفق ہوکر دشمن کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑتے تھے -

جب ان کی ترکون سے آخر معرکہ آرائیان ہوئی ہین تو اُس مین مکہ کے ایک کاروان کو اسّی ہزار اقوام ترک نے حملہ کرکے غارت وتباہ کیا تھا جب اہل عرب دشمنون سے جنگ کے لئے آگے قدم بڑہاتے تھے تو فتح وظفر ان کے آگے بھی اور پیچھے بھی دست بستہ کھڑی ہوتی تھی - جب دشمنون کے آگے سے پیچھے ہٹتے تھے تو اس کے ہاتھ سے سلامت

بچ جانے کا یقین ساتھ ہوتا تھا - ان کے تعاقب مین ظفر مند دشمن
کی سعی کچھ کام نہ کرتی تھی - ان کی رانون تلے وہ خوش عنان تیز رفتار
گھوڑے اور اونٹ ہوتے تھے کہ آٹھ دس روز مین چار پانچ سو میل اُنکو
الے اوڑا کر لے جاتے تھے اور ان کو ریگ سوزان کے گوشون مین اُتار
دیتے تھے کہ دشمن ان کی گرد کو بھی نہ پہونچا تھا - اگر وہ ان کے پیچھے جاتا تو
اودہر ان کے پتہ لگانے مین حیران رہتا اُدہر پانی کی تلاش مین پیاسا مرتا -
کھانے کو خاک نہ ملتا - یہ بھوک و پیاس پھر اس پر سفر کی درماندگی ان کو موت
کا لقمہ بناتی اور انکو آزادوں کا آزاد رہنے دیتی - یہ بدون کے ہتیار اور ان کے
ریگستان صرف انہین کی آزادی کے پشت و پناہ نہ تھے بلکہ عرب شاداب
یعنی ملک یمن کے دشمنون کے لئے بھی سدراہ تھے جہان کے باشندے
زمین کی رطوبت اور آب وہوا کے باعث سے کمزور ہو جاتے تھے اور
جنگ و پیکار سے برکنار رہتے تھے - اغسطوس قیصر روم نے جب یمن پر
حملہ کیا تو اس کی فوج بڑی بیماری اور درماندگی سے تباہ ہوگئی - صرف فوج

بحری کی امداد سے اُسے فتح کیا۔ جب آن حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم کا علم متبرک یہان قایم ہوا تو ملک یمن سلطنت فارس کا ایک صوبہ تھا۔ مگر پھر بھی حمیر کے خاندان کے سات شخص پہاڑون مین حکمرانی کرتے تھے۔

کسریٰ نے جو حاکم اپنے طرف سے یہان خسرو کو کرکے بھیجا تھا وہ اپنے ملک بعید کو اور بدنصیب آقا کو بھول گیا تھا۔

جسٹی نی ان بادشاہ روم کے عہد کے مورخون نے ان خودمختار آزاد عربون کے حال کو بخوبی مفصل بیان کیا ہے کہ وہ مشرقی معرکہ آرائیون مین کہ نہایت عرصہ دراز تک قایم رہین کسی اپنی مصلحت سے یا خود غرضی سے یا میلان طبع سے کسی فریق ہو کر لڑنے والون کے ساتھ شریک و رفیق ہو گئے تھے۔ بنی غسان کو اجازت ہو گئی تھی کہ وہ ملک شام مین خیمہ زن ہون حیرہ کے شاہزادون کو حکم تھا کہ وہ بابل کے ویران شدہ کے کھنڈرون سے جنوبی مین چالیس میل پر ایک شہر لب لین۔ یہہ عرب میدان جنگ

مین نہایت تیزی و چالاکی و دلیری سے کام دیتے تھے۔ مگر ان کی رفاقت ایسے مجتمع زر پر موقوف تھی کہ گویا وہ اپنی دوستی کو بیچتے تھے۔ جب زیادہ قیمت دی اسی کے یار و مددگار ہو گئے۔ ان کی وفاداری کا کچھہ سر پاؤن نہ تھا۔ عداوت مین تلوّن تھا۔ ان خانہ بدوش قومون کو چھیڑ کر بھڑکا دینا بہت آسان تھا۔ مگر ان سے ہتیار لینا بہت دشوار تھا۔ روزمرہ کی لڑائیون سے وہ فارسیون اور رومیون کو کمزور جانتے اور حقیر و ذلیل سمجھتے تھے۔

سارسین کا خطاب

یونانی اور رومی ان اقوام عرب کو جو مکّہ سے دریاے فرات تک آباد ہین خلط ملط کر کے سارسین کا خطاب دیتے تھے۔ یہہ وہ مسلمانون کا نام ہی کہ کسی زمانہ مین عیسای کے منہ سے نہ نکلتا تھا کہ اُن کے دل مین ہول نہ اٹھہ کھڑا ہوتا تھا۔ اور عداوت و نفرت طبعیت مین نہ پیدا ہوتی تھی۔ اب اس نام کی وجہ محققین نے مختلف طور پر بیان کی ہے۔ کوئی تو تمسخر کی راہ سے یہہ بتاتا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علےٰ نبینا و علیہم الصلوۃ

والسلام کی زوجہ سائرہ سے مشتق ہی۔ بعض اسکو سارقیہ سے جو ایک گانون کا نام ہے مشتق بتلاتے ہین۔ بعض سارن سے مشتق کہتے ہین۔ بعض شرن سے۔ اس آخر اشتقاق مین خوبی اورون کی نسبت کچھ ہے ان سب کی تردید یون ہوتی ہے۔ کہ یہ خطاب جو اہل عرب کو دیا ہے وہ غیر قومون نے دیا ہے جو عربی زبان سے محض ناآشنا تہین پھر وجہ تسمیہ عربیت کو کیسے دخل ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر قوم جو خطاب دیگی تو اپنی زبان مین نہ دوسرے کی زبان مین۔

اہل عرب کی گھر مین آزادانہ زیست اور اُنکے فضائل و عادات

اگر ایک قوم کسی غیر قوم کی محکوم نہو اور خود فرمان روا ہو مگر اس کو اپنے بھائیون اور قوم کے ہاتھ سے جور و ستم اٹھانے پڑین اور اپنے ہی بادشاہون اور افسرون کے جور و جفا سہنے پڑین تو اس کو اپنی آزادی پر ناز کرنا نازیبا و نامناسب ہے۔ وہ حقیقت مین آزاد نہین ہین۔ مگر اہل عرب اس قسم کے آزاد نہ تھے۔ بلکہ ہر فرد انکے خودسر و آزاد تھے۔ ہر عرب تمدن و اجتماع

کے فائدون سے کسیقدر بہرہ مند ہوتا تھا - اور جو طبیعت بشر مین قدرتی استحقاق آزادی کے رکھے گئے ہین - انکو وہ کبھی اپنے ہاتھ سے نہ دیتا تھا جو خاندان اپنی قوم پر احسان کرتا یا دولتمند ہو جاتا - یا دین و مذہب کا حامی ہو جاتا - وہ اپنے ہمسرون مین ممتاز اور سرفراز ہوتا تھا - ایسے برگزیدہ خاندان سے امیر یا شیخ نسلاً بعد نسل منتخب ہوکر مقرر کیا جاتا - اہل عرب کے ہان امارت کے عہدۂ عظیم الشان مین دقتین و پیچیدگیان نہ تھین - سیدھے سادھے کام آپسمین مین ہوتے تھے - اگرچہ امیر و شیخ ہونے کا قاعدہ غیر منضبط اورون کی مرضی پر منحصر تھا اور اس کا کچھ ٹھکانا نہ تھا - مگر یہ ضرور تھا کہ امیر کے رشتہ دارون مین سے کوی نہایت لائق متین متحمل عمر رسیدہ سنجیدہ شخص ایسا منتخب ہوتا تھا کہ اُسمین یہہ قابلیت ہوتی تھی کہ وہ اپنے صوابدید ورا سے سے معاملات نزاع کو رفع کر دیتا تھا اور خود اپنی ذات سے وہ چال چلن رکھتا تھا کہ اورون کو شجاعت و دلاوری کے کامون پر ہمت دہ ہوتا تھا - مردانگی کی راہ مین رہنما ہوتا تھا - یہانتک

اس قاعدہ کی پابندی تھی کہ اگر کوئی عورت جری اور عقیلہ ہوتی تھی۔ چنانچہ زنوبیہ کے باشندون پر ایک عورت صاحب فراست اور شجاعت حکمران تھی۔ جب کئی قبیلے عرب کے تھوڑے عرصہ کے لئے متفق ہوتے تھے تو ان کا اجتماع سپاہ کی صورت دکھاتا تھا۔ اگر اس اجتماع کا زیادہ جماؤ ہوتا تو وہ ایک قوم معلوم ہوتی تھی۔ جس امیر الامرا کے علم کے نیچے وہ جمع ہوتی تھی اور قوم کی نظرون مین بادشاہ دکھائی دیتا تھا۔ عزت شاہانہ کا وہ مستحق سمجھا جاتا تھا۔

اہل عرب ہمیشہ امیرون اور شیخون کی حلیمانہ و مربیانہ حکومت کے عادی تھے۔ اگر کوئی ان مین سے اپنے اختیار اور اقتدار کی حد سے پرے قدم رکھتا تھا۔ تو اس کو تنہا بے پناہ چھوڑ کر سب بھاگ جاتے تھے۔ پھر کبھی اس کے پاس بھی نہین بھٹکتے تھے۔ یہی سزا امیر کو اپنی حد سے باہر قدم نکالنے کی ہو جاتی تھی۔ یہان کے لوگ آزاد منش تھے۔ کوئی احاطہ ایسا بنا ہوا نہ تھا کہ ان کو گھیرے رکھتا۔ کوئی ایسی بھاری بیڑی ان کے پاؤن مین نہ تھی کہ

ان کو بھاگنے نہ دیتی - صحرا کے فراخ میدان کے میدان انکی جولانیوں اور دوڑ کے لئے خالی پڑے تھے - جدہر دل مین آئی منہہ اُٹھایا چلے گئے -

ملک خدا تنگ نیست پاے گدا لنگ نیست - ہان جو زنجیران وارستہ مزاجون کو پابستہ کرتی تھی - وہ آپس کا اخلاص باوفا اور بے ریا تھا ان کی آپس کی رضا و رغبت قبیلون کو یکجا جمع کرتی تھی ورنہ کوئی اور شئے ان کو ایک جگہ باندھ کر نہین رکھ سکتی تھی -

یمن کے نرم دل باشندون نے بادشاہ کی شان وشوکت کو تسلیم کر کے غاشیۂ اطاعت دوش پر رکھا - اور بادشاہ کی شان کے حامی دل و جان سے ہوگئے - اگر بادشاہ کا ایسا حال ہوجاتا تھا کہ محل سے باہر نکلنے مین اُسکو جان کا خوف و خطر ہوتا تھا تو سلطنت کے تمام مہمات عظیم و امورات واحکامات اہم کا اختیار امرائو وزرا و ارکین سلطنت کے ہاتھہ مین آجاتا تھا - ایشیا مین سلطنت جمہوری نے اپنا رنگ مکہ ومدینہ ہی مین جو ناف ایشیا مین ہین دکھایا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کے جدّ امجد اور ان کے خاندان کے اکابر اپنے ملک کے کاروبار اور غیر ملکون کے معاملات مین گو شاہانہ اختیار رکھتے تھے اور بادشاہ معلوم ہوتے تھے مگر وہ حکومت دیانت و دانائی کے زور سے تھی۔ ان کے اختیارات ذوی القربےٰ مین وراثتاً تقسیم ہوتے تھے۔ چنانچہ عصائے شاہی بڑون سے چھوٹون مین قوم قریش مین منتقل ہوگیا تھا۔

قاعدہ ہے کہ انسان اطاعت یا تو مجبوری سے اختیار کرتا ہے یا فہمائش سے جو ایسی فصاحت و بلاغت سے کی جاسے کہ وہ دل وجان سے اسکو برغبت قبول کرے۔ اہل عرب نے اس زمانہ مین فصاحت و بلاغت مین وہ غضب کی قدرت و شہرت حاصل کی تھی کہ ان کا ایک فصیح بیان اپنی قدرت تقریر سے ہزارون کے دل تسخیر کر لیتا تھا۔ اور وہ اکیلا ایک جماعت کثیر سے جو کام چاہتا تھا کرالیتا تھا۔ ان کے کلام کی تاثیر عوام کی آزادی پر شہادت دیتی ہی کہ ان کے دلون پر اثر اطاعت کا نہوتا تھا بلکہ کلام کا جس سے وہ کسی ارادہ کے کرنے سے رک جاتے تھے یا اسپر جھک جاتے تھے۔ عرب

کی آزادی اور یونان اور روم کی آزادی مین بڑا فرق یہ ہے کہ عرب کی
سلطنت جمہوری سیدھی سادی تھی اور یونان وروم کی سلطنت جمہوری
پیچ در پیچ تھی تصنع و تکلف سے وہ بھری ہوئی تھی اِن مین ہر رکن اختیارات
ملکی ومالی کلیتہً رکہتا تھا۔ یہان اپنی سیدھی سادہی حالت مین ساری قوم
عرب آزاد تھی۔ ہر شخص ان مین سے کسی آقا کی کمینہ اطاعت سے نفرت دلی
رکہتا تھا۔ اس کا سینہ شجاعت وصبر وحلم واستقلال وہمت وجرأت
اور خوبیون ونیکیون کا مخزن تھا۔ آزادی کا شوق اسکو خود بخود سکھاتا
تھا کہ وہ اپنے نفس کو اپنے بس مین رکھے اور اپنے اختیار کو سنبھالے
رہے۔ عرب کے نزدیک عزت کے لئے مرجانا کوئی بات تھی۔ اپنے
ننگ وناموس کے لئے جان کھونے کو وہ تیار تھا۔ وہ آزادی رکھنے
کے لئے سارے تکالیف ومصائب اٹھانے کو گوارا کرتا تھا یہانتک کہ
مرنے کا بھی خوف ایسے موقعون پر نہین کرتا تھا۔ اس کے بشرہ سے نہایت
سنجیدگی علو ہمت ٹپک پڑتی تھی۔ اس کی گفتار اختصار کے ساتھ

متانت و فصاحت سے آہستہ آہستہ ہوتی تھی۔ وہ کبھی اتفاق سے کسی بات پر خندہ کرتا تھا۔ ہان یہ ضرور تھا کہ وہ اپنی داڑہی پر ایک ادا و انداز کے ساتھ ہاتھ پھیرتا۔ داڑہی انسان کی جوانی اور مردی کی نشانی ہے۔ داڑہی پر ہاتھ پھیرنے مین یہ رمز ہوتی تھی کہ وہ اپنی جوانی و بزرگی کو داڑہی سے بتلاتا ہے۔ اس ریش ہی کے لحاظ سے وہ اپنے ہمسرون کے ساتھ طفلانہ سفلون کی سی بات نہین کرتا تھا۔ وہ اپنے بزرگون سے باتین کرنے مین کبھی نہین جھجکتا تھا۔ اُن کے رعب مین نہین آتا تھا۔ زمانۂ جاہلیت کی آزادی کا اثر اسلام کی ابتدا مین قایم رہا خلفاے اولین نے اپنی رعایا کو بیباکانہ گفتگو سے نہین روکا۔ ان کے ساتھ وہ اس طرح باتین کرتے تھے جیسے کہ آپس مین متعارف دوست بے تکلف باتین کیا کرتے ہین۔ وہ دینی امور کی ہدایت کرتے تھے۔ کوئی غرور و شان شاہانہ اپنی رعایا کو نہین دکھاتے تھے ہان جب اسلام کا دارالسلطنت دریاے جیحون کے کنارہ پر بغداد مین مستقل ہوا تو خلفاے عباسیہ نے ایران اور روم کے

پادشاہون کی تقلید کر کے اپنے درباروں کی شان وشوکت کو ایسا بنایا
کہ جس سے بادشاہ کی نخوت عیان ہو ورنہ پہلے خلفاء کو ان باتون کی طرف
ذرا بھی خیال نہ تھا۔

آپس کے بغض و کینے و لڑائیان

اقوام اور انسانون کے حالات پر غور وخوض کرنے سے ہمکو وہ وجوہ اور
اسباب معلوم ہو سکتے ہین جن سے کہ ان مین نفاق یا وفاق پیدا ہوتا ہے
جس سے کہ موانست انسانی مین کمی و بیشی ہوتی ہے اور معاشرت بدلتی ہے
اہل عرب اور انسانون سے الگ تھلگ رہتے تھے غیرون کے ساتھ نہ پیوند
رکھتے تھے نہ رشتہ۔ اس سبب سے یہ امر ان کی عادت مین داخل ہو گیا
کہ وہ دشمن اور اجنبی آدمی مین تمیز نہین کرتے تھے۔ ان دونون کے دیکھنے
سے ان کے دل مین تصور ایسے پیدا ہوتے تھے جو آپس مین ملتبس ہوتے
تھے۔ انھون نے اپنی لوٹ مار اور غارتگری کے مباح ہونے کیلئے ایک
مسئلہ مذہبی تیار کیا تھا جس پر عمل اور عقیدہ ان کا چلا جاتا تھا کہ حضرت اسمٰعیل

علی نبینا وعلیہم السلام جن کی اولاد میں سے وہ ہیں جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کے گھر سے اپنی ماں حاجرہ سمیت اپنی سوتیلی ماں حضرت سارہ کے رشک و حسد کے سبب نکالے گئے تو ان کو خدا تعالے نے یہ ملک عرب کہ ایک وادی غیر ذی زرع عنایت کیا اور اجازت دی کہ جو کچھ اس سے حاصل ہو سکے حاصل کرو۔ پس اپنے تئیں اس کم پیداوار کی زمین ملنے کو اور اولاد حضرت اسحاق علی نبینا وعلیہم السلام اور اپنے نوع انسان کو زیادہ پیداوار کی زمین ملنے کو یہ سمجھتے تھے کہ ہم ناحق اپنی ارث سے محروم کئے گئے ہیں اس لئے ہم جو اولاد اسحاق یا اور غیروں کو لوٹتے ہیں تو اپنی وراثت کا حصہ لیتے ہیں کچھ دغابازی اور سینہ زوری نہیں کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ اپنی چوری کا نام چوری نہیں رکھتے تھے بلکہ اس کو تحصیل ملکی کہتے تھے۔ جب کوئی عرب کسی آدمی کو لوٹتا تھا تو یہ نہیں کہتا تھا کہ میں نے آج یہ لوٹا بلکہ یہ کہے گا کہ میں نے یہ نفع کمایا اسی سبب سے کہ وہ غیروں کے لوٹنے میں دست درازی کرتے تھے۔ مگر ان کے خود خیمہ اور گھر سارے کھلے پڑے رہتے تھے وہ کبھی آپس میں

ایک دوسرے کی چیز نہین چراتے تھے۔

اہل عرب کو جیسے تجارت کی عادت تھی ایسے ہی چوری وغارتگری کی طرف رغبت تھی۔ ریگستان مین جو کاروان جاتے تھے جب تک وہ فدیہ نہ دیتے تھے بدوون کے ہاتھ سے بچتے نہ تھے اور اُن کو لوٹ لیتے تھے۔

حضرت ایوب علی نبینا وعلیہم السلام کے زمانہ سے اہل عرب کے ہمسایے ہمیشہ ان کی غارتگری کے شکار رہے۔ اگر بدو دور سے دیکھتا تھا کہ مسافر اکیلا چلا آتا ہے تو وہ اُسپر لپک کر جھپٹتا تھا اور اس کو ڈانٹ کر کہتا تھا کپڑے اُتار کر رکھدے کہ تیری چچی (یعنی اُس کی زوجہ) ننگی بیٹھی ہے۔ اگر مسافر نے چپ چاپ کان دبا کر کپڑے اُتار کر رکھدئے تو خیر گذری پھر اُس پر شفقت و مہربانی کی نظر ہے۔ اور اگر مسافر نے اوس کے کہنے کو نہ سنا کہ کیا کہتا ہے برسر مقابلہ ہوا تو پھر یہان کیا تھا سینہ مین شعلۂ غضب نے آگ لگا دی اور اپنی حفاظت نفس کے لیے مشروع طور پر اپنے خون کا کفارہ اس بیچارہ مسافر کی خونریزی کو سمجھنے لگا ایک چور یا دو چار ملکر چوری کرین تو وہ چور دن کے

نام سے بدنام ہوتے تھے۔ لیکن اگر گروہون کا مجمع ملکر چوری کرے تو وہ جائز سمجھا جاتا تھا اور اس کا نام معزز و مشروع مجاریہ نام رکھا جاتا تھا۔ پس جن آدمیون کے طبایع یون نوع بشر کی مخالفت پر کمر بستہ ہون ان مین دو چند استحالک اس سے پیدا ہو جاتی ہے کہ انتقام و قتل و غارتگری کی اجازت ان کی اپنی قوم کی طرف سے تھی۔ فرنگستان کے نظم و نسق مین صلح و جنگ کا استحقاق صرف چند معزز فرمان بر دایون پر محصور ہوتا ہے اور اس استحقاق کے موافق عمل کرنے کا اختیار نفس الامر مین اور بھی کمتر فرمان روایون پر محصور ہوتا ہے۔ مگر ملک عرب مین ہر عرب فرمان روا تھا جس کی خطا کی کوئی پرسش نہ تھی وہ جس اپنے ہمسر وطن کو چاہے جلاکر مار ڈالے اور اپنے تئین اس کام مین بے گناہ اور نام آور جانے۔ اتفاق قومی ان مین فقط زبان اور اطوار مین ایک پریشان طور پر تھا۔ ہر فرقہ مین ایک رئیس برائے نام حکومت رکھتا تھا۔ اس کو بہت اختیار

اور اقتدار نہین حاصل ہوتا تھا۔ جب معاملات ملکی مین نفاق پیدا ہو جاتا

تھا۔ تو آپسمین سخت عداوت ہو جاتی تھی۔ جو جھگڑے و فساد جنگ کر

مٹ بھی جاتے تھے اُن کا نظم و نثر مین پڑھا جانا متخاصمین کی اولاد کے باہن

کینہ و انتقام کی بجھی ہوئی آگ کو سُلگا دیتا تھا۔ ہر شخص اپنے امورات خانگی نیز

اور ہر ایک خاندان اپنے معاملات کے فیصلہ کرنے مین منصف یا منتقم

ہوتا تھا۔ ہر فرد کو اپنے ننگ و ناموس کا ایسا نازک خیال ہوتا تھا کہ وہ

اپنے ہتک کو گرانبار ایسا جانتا تھا کہ اپنے بھاری نقصان کو اسکا پاسنگ

بھی نہین سمجھتا تھا۔ عرب کے فسادون مین یہ عزت کا خیال اپنا زہر اُگلا

کرتا تھا ان کے عیش کو تلخ بنا دیتا تھا۔ اگر ان کی عورتون یا داڑھی کی نسبت

کوئی گستاخی کا کلمہ کسی کی زبان سے ذرا سا بھی نکل گیا تو وہ بہت چڑ جاتے

تھے۔ اگر ایک نے دوسرے کی نسبت تحقیر کا لفظ کہدیا یا اور کوئی حرکت

بیہودہ اسکے ساتھ کر بیٹھا تو اسکا عوض و انتقام تلوار سے ہی لیا جاتا تھا۔

وہ اپنے انتقام لینے مین استقلال اس صبر کے ساتھ کرتے تھے کہ مہینون

اور برسون کمین لگائے انتظار مین بیٹھے رہتے تھے کہ کب موقع ہاتھ آئے کہ انتقام لیکر اپنے دل کو ٹھنڈا کرے۔ ہر زمانہ مین وحشیون مین یہہ قاعدہ رہا ہے کہ قتل کے بدلے مین خونبہا و تاوان لے لیتے تھے۔ عرب مین یہ دستور تھا کہ مقتول کے وارث یا دیت لین یا اپنے ہاتھ سے قاتل سے قصاص لین۔ اس کے سوا ایک عجیب صفائی ان کے کینہ مین یہہ تھی کہ وہ قاتل کے سر لینے سے انکار کرتے تھے اور اس کے عوض مین یہہ چاہتے تھے کہ قاتل جس قبیلہ کا ہو اس کے سب سے بڑے سردار کا سر اڑائین تو ہماری ناموری ہے کہ اپنے ادنی آدمی کے عوض مین دشمن کے اعلے افسر کا سر اڑایا غرض وہ مجرم کے عوض مین ایک بیگناہ کا خون سر پر لیتے تھے۔ پس اگر قاتل کے گروہ مین انکا یہہ نامی گرامی آدمی مارا گیا تو پھر طرف ثانی انتقام کے درپے ہوا۔ اس طرح دو آدمیون کے لڑنے مرنے پر قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ اُن کے ہان کسی شخص کا خون ہوجانا ایک ایسا قرض تھا کہ جسکا اصل اور سود ہمیشہ جمع ہی ہوا کرتا تھا۔

اور کبھی ادا نہ ہوتا تھا۔ طرفین کے دلون مین روز بروز کینہ و پرخاش بڑھتا جاتا تھا۔ دونون کی زندگی خوف وخطر مین بسر ہوتی تھی۔ بعض اوقات بعض صدی گزر جاتی تھی کہ اس انتقام کا حساب کتاب بیباق نہ ہوتا تھا۔

التوا سے جنگ کی مہلت

بعض مسائل اور قوانین عزت کے باب مین انکے ہان ایسے تھے کہ ایسے خونخوار نیتون مین بھی جور جسم وعفو سے سوا انھین اعتدال پیدا کر دیتے تھے اِن مسائل کا منشا، جو شائستہ تھا یہ ہوتا تھا کہ ہر خانہ جنگی مین طرفین عمر مین قوت مین تعداد مین ہتیارون مین درجۂ مساوات رکھین اس لئے ہر سال مین دو یا چار مہینے ایسے مقرر کر رکھے تھے کہ ان کے اندر قتل ممنوع تھا۔ کہ نہ آپسمین لڑنے کے لئے نہ غیرون سے جنگ کرنے کے واسطے تلوارین بھی میان سے باہر کرنی چاہئین پس تھوڑی دنون تک جنگ وپیکار سے باز رہنا آن کی جنگ وجدل کی عادتون اور ملک کی بدنظمیون کو خوب عیان کرتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی لڑائیون کا بیان

کوئی روایت کرتا ہے کہ اس زمانہ مین سترہ سو لڑائیان ہوئین۔ کوئی بارہ سو بتلاتا ہے۔ ان بے باک اور بے قید عربون کی معرکہ آرائیان و خونریزیان بڑی مشہور ہین۔ اِن مین سے دو ہم نقل کرتے ہین:۔

ایک حرب بسوس دوسری حرب داحس۔ حرب بسوس بنی بکر اور بنی تغلب کے درمیان ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ کلیب ایک بڑا مشہور امیر عرب تھا۔ اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ میرے چراگاہ مین کوئی اونٹ نہ چرنے پاے۔ ایک شخص قوم جرم کا حساس کی پھوپھی بسوس نامی کے پاس اترا تھا۔ اس کے ناقہ کا نام سراب تھا وہ چرتے ہوے کلیب کی چراگاہ مین چلے گئے کلیب نے اس پر تیر چلاے اور پھر اس کے تھن کاٹ لئے۔ یہ اونٹنی لہولہان اپنے مالک کے پاس بڑبڑاتی ہوئی آئی بسوس نے اس کو لہو مین بھرا ہوا دیکھ اسکو پیار کرنے لگی کہ ہاے افسوس کیا میرے مہمان کو تکلیف ہوی۔ حساس نے جو اپنی پھوپی کو غمگین پایا تو تمام قوم کو جمع کر کے کلیب کو جا گھیرا وہ اپنے احاطہ مین پھر رہا تھا کہ اسکے

ایک نیزہ حساس نے ایسا مارا کہ وہ مرگیا پس اتنی بات پر آتش جنگ برسون تک مشتعل رہی جس کے شرارون مین ستر ہزار جانین خاکستر ہوئین۔

وہ بکر و تغلب کی باہم لڑائی | صدی جسمین آدھی انہون نے گنوائی
قبیلون کی کردی تھی جسنے صفائی | تھی ایک آگ برسون عرب مین لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ | کرشمہ اک اُن کی جہالت کا تھا وہ

جنگ داحس کا حال یہ ہے کہ عرب کا امیر قیس تھا اس کے پاس دو گھوڑے داحس اور غبرا نامی تھے۔ خذیفہ مین بدر کے گھوڑون کے ساتھ دوڑ ہوئی وہ دو سو شترون کی شرط باندہی گئی۔ حذیفہ نے پہلے سے ایک آدمی ان گھوڑون کی راہ مین بٹھا دیا تھا اور اس سے کہدیا تھا کہ اگر قیس کا گھوڑا داحس کے آگے نکل جائے تو اس کو روک دینا۔ اس نے روکا مگر جب وہ نہ رُکا تو اس نے ایک ضرب شدید اُسکی تھوتھنی مین لگائی جس سے وہ رُک گیا مگر دوسرا گھوڑا غبرا نہ رُکا اور حذیفہ

کے گھوڑون سے آگے نکل گیا۔ قیس بازی جیت گیا مگر حذلفیہ اسپر چینید کرنے لگا اور کہنے لگا کہ دوبارہ پھر گھوڑون کو دوڑاؤ۔ اس بات پر بنی قیس۔ بنی بدر مین کینہ پیدا ہوا۔ چالیس برس تک خونریزی کا ہنگامہ برپا رہا۔ قبیلے کے قبیلے کٹ گئے۔ ہزار ہا تن بے سر ہو گئے۔ یہہ جنگ ضرب المثل ہے۔ غرض ایسے ہی لڑائیان ہوا کرتی تھین۔

کہین پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا | کہین تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہین پانی پینے پلانے پہ جھگڑا | لب جو کہین آنے جانے پہ جھگڑا
یونھین چلتی رہتی تھی تلوار ان مین | یونھین روز ہوتی تھی تکرار ان مین

اہل عرب کی معاشرت و تمدن کی خوبیان اور ان کا علم

گو اہل عرب لوٹ مار مین نہایت سخت۔ اور آپس مین انتقام لینے مین درشت تھے مگر تجارت اور علم ادب کی ملایم تاثیرون نے ان کی درشتی اور سختی مین اعتدال پیدا کر دیا تھا۔ ملک عرب ایک جزیرہ نما ہے اس کے گرد قدیم زمانہ کی نہایت مہذب قومین آباد تھین۔ تاجر النسان

کا خیر خواہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ ان مہذب قوموں کے کاروان ہر سال وہان جاتے تھے۔ اور علم اور اخلاق کے بیج عرب کے شہرون مین بلکہ بیابان کے خیمون مین بوئے جاتے تھے۔ اہل عرب کا نسب خواہ کچھ ہی ہو مگر ان کی ابتدائی زبان کا درخت۔ عبرانی۔ شامی خالدیہ کے زبانون کی گٹھلی سے پیدا ہوا ہے اگرچہ عرب کی طبیعت کی آزادی اور خودسری نے ایک ہی زبان کے قواعد کا پابند نہین رکھا۔ ان کی قبیلون کی زبانون مین کچھ نہ کچھ فرق رہا۔ مگر ہر ایک قوم اپنے گفتار خاص کے بعد مکہ کے خالص اور فصیح زبان کو ترجیح دیتی تھی۔ عرب مین اور نیز یونان مین فصاحت زبان کا کمال بہ نسبت اطوار کی تہذیب و شائستگی کے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ایک جاہل قوم کے فقط حافظہ مین وہ بڑی کتاب لغت کی ودیعت تھی جس کے اندر شہد کے اسی مختلف نام۔ سانپ کے دو سو۔ شیر کے پانسو۔ تلوار کے ہزار نام تھے۔

یمن مین حمیر کا خاندان سلطنت کرتا تھا۔ ان کی عمارتون مین کتاب بے خط

سنہ مین کندہ ہوے ہین - مگر یہ خط ایسا متروک الاستعمال ہوگیا ہی کہ اب اسکو کوئی نہین پڑہ سکتا - مگر خط کوفی جس سے خط نسخ نکلا ہے دریاے فرات کے کنارون پر ایجاد ہوا تھا اور اس نوایجاد خط کی تعلیم ایک شخص نے اہل مکہ کو کی تھی - اہل عرب کو فصاحت کلام کی استعداد خداداد تھی - وہ صرف ونحو - عروض - قوافی - بدیع - بیان - معانی - کے علوم سے محض ناآشنا تھے - فصاحت ان کا جوہر ذاتی تھا کہ اشراف خاندان کے بچے لطیف زبان طوطی ہزار داستان کیطرح اپنے ساتھ لیکر پیدا ہوتے تھے - فکر سخن مین طبیعت ان کی نہایت رسا اور صائب - خیالات مین وسعت فہم مستحکم - ذہن نکتہ سنج - ان کے کلام مین وہ تاثیر تھی کہ جب وہ اپنی رجز خوانی پر آتے تو ہزارون سامعین کے دلون کو اپنے بس مین کر لیتے تھے - جدہر چاہتے تھے پھیر لیتے تھے - وہ اپنی فصاحت سے شجاعت کو جوش وخروش مین لاتے کہ مخالفون کے جی چہوٹ جاتے - جب اپنے کشتون کی لاش پر نوحہ کرتے تو سننے والون کے آنسو نکل پڑتے -

شاعری کا شوق و عکاظہ

جب کوئی شاعر ہونہار اپنی "قابلیت کو دکھاتا تو اس کی خود قوم اور اقوام قریب ستائش میں اس کی سرگرم ہوتیں کہ دور دور اُس کی شہرت ہو جاتی اُسکی دعوت کا سامان کیا جاتا۔ جسمین عورتین ڈہولک بجاتین۔ اور بڑی دہوم دہام مچاتین۔ اور اپنے آوازون سکے مُردون کو ملا کر اپنے بیٹون اور خاوندون کے سامنے یہہ گاتین کہ ہماری قوم کیا خوش اقبال ہے کہ اسمین یہ ایک نوجوان بہادر پیدا ہوا ہے جو ہمارے تمام حقوق کی حمایت کریگا وہ ہمارا نقیب ہے کہ اپنے آواز سے ہماری نیک نامی کا آوازہ بلند کریگا اور ہمارے نام کو شہرت عام اور بقاے دوام بخشیگا۔ عکاظہ جبل عرفات کے پیچھے مکہ کے پاس ایک مقام تھا جسمین میلا ہر سال ہوا کرتا تھا۔ صدہا کوس سے لوگ اسمین آتے تھے۔ اور ان اقوام کے آدمی بھی آتے تھے جو آپسمین دشمنی رکھتے تھے۔ یہہ میلا گویا ایک اجتماع قومی تھا جس سے ان وحشی قومون مین موانست پیدا ہوتی تھی اور تہذیب پھیلتی۔ وحشی صحرائیون

مین اس مل بیٹھنے سے انسانیت آتی تھی - تیس روز تک یہ میلا رہتا تھا -
اسمین فقط ہزارون کالین دین اور انگورون ہی کا مبادلہ نہین ہوتا تھا
بلکہ زیادہ تر فصاحت وشاعری کا بازار گرم ہوتا تھا - تمام اسبابون
مین جوہر سخن کے برابر کوئی چیز اس بازار مین قیمت نہین رکھتی تھی -
صرافان جوہر سخن اسمین جمع ہوتے تھے - سخن کے کھوٹے کھرے کو
پرکھتے تھے - ایک میدان مین سب جمع ہوکر خوش اسلوبی کے ساتھ
بیٹھ جاتے تھے - اور پھر تناسب وتناقص ہوتا تھا - ایک شاعر کھڑا
ہوتا تھا اور اپنے شعر از بر پڑھتا تھا - شاعر اپنی طبع آزمائیان کرتے تھے
ایک دوسرے پر سبقت لے جانے مین سعی کرتے تھے - اپنی برتری کی
دلیلین پیش کرتے تھے - اس پر جھگڑا کرنے کو بھی تیار ہوتے تھے -
پس جو کوئی اس میدان مین سبقت لے جاتا اس کے قصائد یا عبارت نثر
صاحب امارت اور شاہزادے امیرزادے تبرک کی طرح لے جاتے
تھے - اونٹون وبکریون کی جھلیون پر ابریشمی کپڑون پر - سنہری حرفون

مین کعبہ کے دیوارون پر آویزان ہوتے تھے ان کو مذھب یا معلقہ کہتے تھے۔ چنانچہ سبعہ معلقہ ان مین سے اب تک موجود ہین۔ افسوس ہے کہ سوائے ان کے کوئی اور معلقہ باقی نہین۔ ان اشعار مین شجاعت دل کی امنگین۔ خونریزی۔ شرافت نسب۔ رفاقت باوفا۔ سخاوت۔ فرحتِ مقام۔ دریاؤن کی روانی۔ جنگلون کی ویرانی۔ پہاڑون کی وحشتناکی جنگلون کی سرسبزی۔ حیوانات کی خوبی۔ اونٹ گھوڑون کی تعریف۔ عشق۔ معشوق کی تعریف۔ ہجر کی اُداسی۔ وصل کی مسرت اور اس قسم کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ شاعر اخلاق کے معلم اور اپنے زمانہ کے مورخ تھے۔ وہ عرب کی خوبیون اور نیکیون کا اعزاز دلون مین دلنشین کرتے تھے۔

سخاوت

سخاوت و شجاعت مین ایسا پیوند ہے کہ وہ ٹوٹ نہین سکتا۔ اس رشتہ بندی ہی پر ان کے اشعار کا مدار تھا۔ سب سے زیادہ یہی مضمون

دل پسند تھا۔ سخاوت۔ مہمان نوازی۔ بہادری۔ شجاعت سے ان کا تمام کلام مرصع ہے گو بدیع و معانی و بیان سے خالی ہے۔ جب وہ کسی متبذل قوم کی ہجو کر کے خاکہ اڑاتے تھے تو اس کو سخت طعن سے یہہ بھی کہتے تھے کہ مردوں کا دینا اور عورتوں کو انکار کرنا نہیں آتا۔ وہی حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہم السلام کا خوان نوال اہل عرب کے خیموں میں نظر آتا تھا۔ وہ تندخو بدو جو بیابان میں کسی شخص کی جان کا خواہان ہوتا اگر وہ بغیر صحبت اس کی بات پر اعتماد کر کے اس کے خیمے میں آجاتا تھا تو وہ پھر اس سے معانقہ کرتا تھا۔ محبت کے ساتھ اس کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ مہمان بناتا تھا۔ وہ اپنے دولت و افلاس میں شریک حال کرتا تھا وہ بقدر اس کی حاجت کے اپنے گھر میں رکھتا تھا۔ پھر اس کا شکریہ ادا کرتا تھا دعائیں دیکر رخصت کرتا تھا۔ کبھی اس کے ساتھ کوئی عطیہ بھی کر دیتا تھا سخاوت ان میں ایسی تھی کہ محتاج مہمانوں اور دوستوں کے ساتھ دوست و دل کشادہ رکھتے تھے۔

شجاعت کا حال یہہ تھا کہ اس کے ساتھ کوئی شرط و حزم و احتیاط و تجربہ

کی نہین لگاتے تھے کہ جس سے اس کا احاطہ تنگ ہو جاے۔ ان کے بہادرانہ کام مدح و ستایش عام کے قابل جب ہی شمار ہوتے تھے کہ اُس تنگ احاطہ سے باہر ہوتے تھے۔ اہل عرب کی ساری خوبیون کا حال اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ حاتم طائی کے خصائل مین دیکھ لے۔ اس سخی کا نام ایسا ہی کہ اسکو جاہل سے لیکر عالم تک ہندوستان کے سب جانتے ہین۔ وہ قبیلۂ بنی طے کا سردار تھا۔ وہ اہل عرب کی تمام نیکیون کا آئینہ تھا۔ جوانمرد بہادر۔ فیاض دریادل۔ شاعر فصیح بیان۔ جنگ و پیکار مین کامگار و کامران۔ مہمان نواز ایسا کہ چالیس اونٹ جسکے ہان دعوت مین قربان ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے جانی دشمن کی منت سماجت کرنے پر تمام مال و متاع و قیدی و غلام اس کے واپس کر دئے۔ سنہ ۳۰ مین اسنے وفات پائی عرب کی آزادی کا اقتدار قوانین عدالت کی پابندی سے ان کو نفرت دلاتا تھا۔ ان مین جو جبلّی عادت سخاوت۔ شجاعت۔ رحم تھا اس سے وہ مستفید ہوتے تھے۔ اسی کو

وہ اپنا فخر اور جوہر ذاتی سمجھتے تھے۔ قوانین و آئین کی پابندی سے جو خوبیاں پیدا ہوتی ہین وہ ان کے نزدیک ذلیل و حقیر تھین۔

خلاصہ اوپر کے بیان کا

بدّون کے دل سخی اور قلب جری۔ ان کی لغت فصیح۔ زبان بلیغ۔ نسب صحیح۔ حسب شریف۔ ان کی زبان سے کلام ایسا روان نکلتا تھا جیسے تیر کمان سے۔ وہ دلون پر اثر کرتا تھا۔ نسیم بہار اور آب شیرین سے زیادہ لطف دیتا تھا۔ وہ بھوکون کو مصیبت مین کھانا کھلاتے تھے۔ میدان جنگ مین زبردستون سے لڑنے مرنے کو تیار ہوتے تھے۔ یہ ان کو کب گوارا تھا کہ کوئی غیر ان کا دل دُکھائے۔ اور اپنا تابع بنائے۔ اور ان کی عزت کا خواہان ہو۔ وہ اپنے ہمسائے کے ایسے حامی ہوتے تھے کہ اسکو تکلیف نہین پہونچنے دیتے تھے گھر کی عورتون پر کسیکی نظر بد نہین پڑنے دیتے تھے۔ امیرون شریفون کو ذلیل نہین ہونے دیتے تھے۔

عرب کی قدیمی بت پرستی

اہل عرب جو اجرام فلکی یعنی چاند۔ سورج۔ ستارون کی پرستش کرتے تھے وہ صابئین کہلاتے تھے۔ عبرانی زبان مین صائب کے معنی ستارے کے ہین۔ یہہ اجرام فلکی کی پرستش انسان کے توہمی مذہب کا اختراع اول ہی۔ یہہ مذہب اور مذاہب باطلہ مین زیادہ خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ ان اجرام فلکی کا نور جو ساری زمین اور آسمان پر چمکتا ہے وہ ذات الٰہی کے نور کی تصویر آنکھون کے سامنے رکھہ دیتا ہے۔ اِن کی تعداد اور ابعاد حکیم و جاہل دونون کی نظر مین ایک وسعت غیر متناہی کا تصور باندہ دیتی ہین۔ ان نورانی مجسم کرنون مین کبھی زوال و تنزل کے آثار نمایان نہین ہوتے۔ اس لئی اونکا ازلی و ابدی ہونا ان کی ذات ہی سے خود عیان ہوتا ہے۔ اُن کی حرکتین ایسی انضباط و قواعد کے ساتھہ ہوتی ہین کہ اُن مین حرکت آزادی اور عقل انسانی و حیوانی کے موجود ہونے کا خیال دل مین پیدا ہوتا ہے۔ تاثیر کواکب خواہ وہ خیالی ہون یا اصلی ہون اعتقاد باطن کی تقویت اس امر مین کرتی ہین

کہ وہ زمین کے باشندون کی خبرگیری اور ان کے کامون کا انتظام و انصرام کرتی ہین - علم ہئیات کی بنا بابل مین پڑی - مگر اہل عرب کی استادی اس علم مین ان کے صفائی مطلع آسمانی اور بیابانون کی کف دستی سے نکی - ان کی راتون کے سفرون مین یہہ ستارے ہی رہنمائی کرتے تھے - بدُون کو ان کے نام اور ترتیب اور منازل اِن کے معلوم تھے - اور ان کا تفحص و تجسس ان کی عادت مین داخل تھا - انہون نے اپنے تجربہ و مشاہدہ سے دورِ قمر کو اٹھائیس منازل مین تقسیم کیا تھا - اور اِن ستارون کے اقترانون کو نہایت سعد سمجھتے تھے کہ جسمین بارش ہوتی تھی اور ان کی خشک لب زمین کی پیاس بجھتی تھی - یہہ تاثیرات اجرام فلکی تو جسمانی تھین وہ صرف مادیات مین محسوس ہوتی تھین اسمین ایک روحانی مسائل کی بھی ضرورت تھی سو وہ تناسخ ارواح اور حشرات اجسام کے قائل تھے - مردہ کی قبر پر ایک اونٹ مرنے کے لئے باندہ دیتے تھے کہ وہ دوسرے جنم مین اس کی خدمت کرے - مردون کی روحون کی حاضرات کی جاتی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے

کہ وہ تعلق ہے روح کے مرنے کے بعد قائل تھے۔ اور یہہ سمجھے تھے کہ اسکو

علم ہوتا ہے اور وہ قدرت رکھتی ہے۔

بالتفصیل یہہ تبلانا نہایت مشکل کام ہے کہ ان کے دیوتا کون کونسے تھے اور

کن کن مقاموں سے مختص تھے۔ کون کونسے کواکب کی وہ پرستش کرتے

تھے۔ عناصر کی عبادت کیونکر کرتے تھے۔ ان کی تذکیر و تانیث کو کیونکر

مانتے تھے یعنی کیونکر دیوتا اور دیوی مقرر کرتے تھے۔ ان کے کیا خطاب

والقاب تھے۔ کیا کیا ان کے صفات بیان کئے جاتے تھے۔

ان میں سے چند مشہور باتیں لکھتے ہیں کہ اہل عرب میں ہر فرقہ و قبیلہ اور

خودمختار جنگ باز اپنے رسومِ عبادت اور من مانے معبود کو جب چاہتا

بدل ڈالتا تھا۔ مگر ہاں کل قوم کا اس میں اتفاق تھا کہ مکہ کو تیرتھ کی جگہ

مانیں اس کو کبھی نہیں بدلا۔ اس کے بتوں کے آگے ہمیشہ سر جھکایا۔ اور

وہاں کی زبان کی عظمت کا اعتقاد رکھا۔ ہر فرقہ کا بت اپنے اپنے مقام پر

قایم تھا۔ ہبل سب سے بڑا بت تھا وہ کعبہ میں اور آساف۔ نایلہ۔ صفا مروہ

مین - لات قبیلہ ثقیف کا طائف مین - قریش کا بت عزّےٰ تھا - اوس

اور خوارج کا منات - فرشتون اور جنات کے بھی معتقد تھے -

صنم خانۂ کعبہ

کعبہ کی قدامت مین کسیکو کلام نہین - اسکا ذکر حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام

کے زمانہ سے پیشتر کی تاریخون مین موجود ہے - ایک بڑا قدیمی یونانی مورخ

بحر احمر کے ساحل کے ذکر مین لکھتا ہے کہ ثمود و صابئین کے درمیان ایک

مشہور معبد ہے جسکو سب اہل عرب مقدس سمجھتے ہین - اول ہی اول

حمیر کے ایک دیندار بادشاہ نے جو سات برس پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ

وسلم سے ملحتان یا ریشم کا پردہ کعبہ پر چڑہایا تھا - جسکی نقل اب تک سلطان

روم کرتا ہے - کہ خانہ کعبہ کے پردہ کو ہر سال بدلتا رہتا ہے - وحشیون

کی پرستش کے واسطے تو ایک خیمہ یا غار کوہ کافی تھا - مگر کعبہ ان کیواسطے

پتھر اور چکنی مٹی کی عمارت بن گئی تھی - اس عمارت کی اصلی سادگی اب تک موجود

ہے - اسمین مشرقی بادشاہون نے اپنے اقتدار اور ہنرمندی کو زیادہ

نہیں خرچ کیا۔ کعبہ کے چارون کونون پر ایک ایک ایوان تھا۔ اس مین
خانۂ کعبہ مربع ۲۴ ہاتھ لمبا۔ اور ۲۳ ہاتھ چوڑا اور ۲۷ ہاتھ بلند تھا۔ ایک
دروازہ اور ایک کھڑکی روشنی کے واسطے تھی۔ دوہری چھت تین ستونون
پر قایم تھی۔ اس مین ایک پرنالہ مینہ کے پانی کے نکالنے کے لئے تھا۔
چاہ زمزم پر ایک برج بنا ہوا تھا کہ اسمین کوئی ناپاک چیز اوپر سے نہ آن پڑے
قریش کا قبیلہ قدیم سے مکّہ مین رہتا تھا۔ اور معزز شمار ہوتا تھا۔ اس کے
لوگ مکّہ کی آبادی اور سب کے بہبودی مین کوشش کرتے تھے۔ تجارت کا
انتظام کرتے تھے۔ بنی ہاشم کا خاندان بڑا نامی اور بزرگ تھا وہ کعبہ کا
متولی تھا۔ ہر سال کے آخر مہینہ مین وہان لوگ حج (حج کے معنی قصد کے
ہین اور سال کے بھی ہین اسواسطے خواہ اس خیال سے کہ وہان آنے سے
قصد عبادت ہوتا تھا یا سال بسال وہان مجمع ہوتا تھا اس سفر کا نام حج ہوگیا
تھا) کو آتے تھے۔ مناسک و مراسم حج جو اس زمانہ جاہلیت مین تھے
وہ اسلام کے زمانہ تک بھی قایم رہے۔ ہر ایک قبیلہ نے اپنا اپنا بت جداگانہ

کعبہ مین رکہا تھا اس لیئے خانہ کعبہ مین تین سو ساٹھ بت تھے جسمین بعض بعض آدمیون کے بعض ہما کے بعض شیر کے اور بعض ہرن وغیرہ بشکل کے تھے ان سب مین ہبل ممتاز تھا سرخ پتھر کا وہ بنا ہوا تھا وہ اہل شام کی صنعت کی یادگار تھی - وحشیانہ زمانہ مین اہل عرب ایک کھڑا پتھر عبادت کیواسطے رکھ لیتے تھے - یا کسی چٹان مین بتون اور قربان گاہ کو بنا لیتے تھے -

قربانیان اور رسوم عبادات

دنیا مین جاپان سے لیکر پیرو تک قربانیون کا عام رواج ہے - قربانی کرنیوالے اپنے دیوتاؤن کی پرستش اور بندگی اس مین سمجھتے ہین کہ جو چیز ہم کو سب سے زیادہ عزیز ہو اس کو ذبح کر کے قربان کر ڈالین - سب سے زیادہ عزیز انسان کو اپنی جان ہے وہ بھی ان پر قربان کرنی بڑی عبادت سمجھی جاتی ہے - بعض بت خانے ایسے ہین کہ ان پر انسانون کی قربانیان ہوتی ہین - یہہ رسم عرب مین بھی بہت مدت تک جاری رہی

کہ ایک لڑکے کی قربانی کعبہ مین بتون پر چڑہاتے تھے۔ اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے لیئے ہاتھہ پکڑکر بتخانہ مین لیجاتا۔ عجب مذہبی جوش اور دیوانگی کی مثال ہے۔ یہہ کام وہی کرتے تھے جو بڑے بہادر اور جری ومقدس ومتبرک ہوتے تھے۔ چنانچہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے بھی یہہ نیت مانی تھی کہ مین اپنے بیٹے کو قربان کرونگا۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد پیدا ہوئے تو انھون نے اس قربانی کے عوض کفارہ مین اونٹ دئے زمانہ جاہلیت ہین اہل عرب کو بھی مثل یہود سور کے گوشت کھانے سے پرہیز تھا۔ اولاد کا ختنہ وہ بھی کراتے تھے۔

صابئین ملک عرب مین

عرب آزاد ملک تھا۔ ہمسایہ کے سلطنتون مین فتوحات اور ظلم کے سبب ہل چل پڑی۔ ستم رسیدہ اور جفادیدہ لوگ یہان چلے آئے جہان جانتے تھے کہ جو ہم چاہین گے اپنے خیالات رکھین گے اور جو اپنا پیشیہ

وہ کرین گے صابئین۔ یہودیون۔ عیسائیون۔ مجوسیون کا مذہب
بالکل خلیج فارس سے بحر احمر تک خارج ہو چکا تھا۔ بہت قدیم زمانہ مین
صابئین کا مذہب خالدیہ والون کے نجومیون کے علم سے اور اعصریر والون
کے تلوار سے ایشیا مین پھیلا تھا۔ دو ہزار برس کے عرصہ مین اپنے
مشاہدات اور تجربون سے بابل کے نجومیون اور پیر مرشدون نے انتظام و
تدبیرات الٰہی اور فطرت کے قوانین ابدیہ دریافت کئے وہ سات دیوتاؤن
فرشتون کی عبادت کرتے تھے۔ ان دیوتاؤن کو کہتے تھے کہ وہ سبعہ
سیارون کو اپنے مدار مین چلاتے ہین اور وہ اپنا اثر زمین پر ایسا کرتے
ہین کہ جسکا مقابلہ کسی سے نہین ہو سکتا۔ سبعہ سیارہ کی صفات کو اور
بارہ برجون اور چوبیس اشکال شمالی و جنوبی کو تصاویر سے تعبیر کرکے اونکا
نام طلسمات اور ہیاکل رکھا۔ صابئین دن مین تین دفعہ نماز پڑھتے تھے۔
حیرہ مین ایک ہیکل قمر تھی وہان حج کو جاتے تھے۔ انکا مذہب ایسا
لچکدار تھا۔ کہ کچھہ آپ سیکھتا تھا اور کچھہ اورون کو سکھاتا تھا۔ آمیزش

عالم - طوفان نوحؑ کے ماننے مین وہ اپنے قیدی یہودیون کا سا مذہب رکھتے تھے - حضرت آدمؑ اور حضرت شیثؑ اور حضرت یونسؑ علی نبینا وعلیہم السلام کے صحف کو مانتے تھے - جنکو وہ مخفی رکھتے تھے - بصرہ کے عیسائیون کے عقائد کی بھی چاشنی اپنے دہر ین مین ملائی تھی - بابل کی قربانگاہین مجوسیون نے تہ و بالا کر دی تھین - صابئین کو جو نقصان ان کے ہاتھ سے پہونچے تھے اس کا عوض سکندر اعظم نے خوب لیا تھا - ایران پانچ سو برس تک غیر قومون کی حکومت کے جوے کو اٹھاتا رہا اور داویلا کرتا رہا - خالص زردشت کے مذہب والے بت پرستی کی وبا سے بچ کر آزادانہ زیست بسر کرنے کے لئے عرب مین چلے گئے تھے -

یہودی ملک عرب مین

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وفات سے سات سو برس پہلے یہودیون نے عرب مین سکونت اختیار کی تھی - طیطوس اور ہیدرین کے لڑائیون کے سبب ارض مقدس سے بہت سے یہودی ملک عرب مین جا بسے تھے

یہہ جلاے وطن جفاکش آزادی اور قدرت کو چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے معابد و شہر و قلعے جنگلوں میں لئے تھے۔ اور غیر قومیں جو یہودی ہو گئے تھیں وہ بنی اسرائیل کے ساتھ خلط ملط ہو گئیں۔ اِن میں ظاہری لنشانی ختنہ کی ایک ہی تھی۔

عیسائی ملک عرب میں

عیسائی مشنری اپنے کام میں مستعد اور نہایت کامیاب تھی۔ کیتھولک مذہب کی حکمرانی تھی۔ جس عیسائی گروہوں کو اُنہوں نے دبایا تھا وہ رومیوں کی سلطنت کی حد سے پرے نکل گئے تھے۔ اِن کی انجیل اور عقائد رومن کیتھولک کے سے نہ تھے۔ انھوں نے یمن میں اپنے کلب قایم کئے اور آزاد ہو گئے۔ غرض یوں عرب جو اپنے مذہب میں آزاد تھا اس کے ساتھ یہہ یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ اور صابئین مخلوط ہو گئے یہہ جو اجنبی قومیں یہاں آکر آباد ہوئیں ان سب کے فاضلوں کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا کہ اللہ تعالے ایک ہے۔ زمین اور آسمان سب اُس کے

محکوم ہین - اُس نے انسانون مین اپنا الہام بذریعہ فرشتون اور پیغمبرونکے بھیجا ہے - اور اس نے اپنے فضل وکرم اور عدل سے معجزات سے خرق عادات فطرت کیا ہے - عرب کے مہذب وخاص لوگ خداکو ایک مانتے تھے - مگر اس کی عبادت مین بڑی غفلت کرتے تھے - بتون کی عبادت کی عادت ان کو تھی گو اسکا اعتقاد نہ بھی ہو - اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی عہد عتیق وعہد جدید عربی زبان مین ترجمہ ہو گئے تھے -

انجیل طفولیت جو آج کل عیسائیون کے مذہب سے خارج سمجھی جاتی ہے اسکا رواج تھا - یہودیون کو اہل عرب اپنی قوم کا اَب (باپ) سمجھتے تھے - وہ حضرت اسمٰعیل کی ولادت اور اِن کے وعدون کی تعریف کرتے تھے - حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہم السلام کے مذہب کا ادب وتعظیم کرتے تھے - اور اپنی مین اور یہودیون کو ایک باپ کی اولاد جانتے تھے - راہب اور کاہنون سے اعتقاد رکھتے تھے - غرض جب یہہ حالت ملک عرب کی تھی تو -

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت — بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت

ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوے آمنہ سے ہویدا — دعاے خلیل و نوید مسیحا

شمس العلما خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب

فیلو آف دی الہ آباد یونیورسٹی مقیم دہلی

تاج محل آگرہ

تاریخ عالم ہمکو ایک عجیب منظر دکھلاتی ہے اگر مختلف اقوام و ممالک کی سلسلہ وار تاریخ پر ایک اجمالی نظر ڈالی جاے تو صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک گذشتہ قوم کی عزت و شان مٹانے کے لئے دوسری قوم جو فی الوقت کامیاب ہوتی ہے کسقدر کوشش کرتی ہے اوسکے جملہ خصایل حمیدہ پر حملہ ہوتا ہے اور کل اوصاف سیاست و لطافت عیب بینی کی نظر سے دیکھے جاتے ہین - آثار و شواہد رفتگان کی پامالی گورنمنٹ وقتیہ کے ضروری فرائض سمجھے جاتے ہین یہہ کیفیت عام اقوام کی ہے - مگر شاید مسلمانون کا معاملہ اس سے بھی زیادہ عبرت انگیز اور حسرت آمیز ہے - ان کی شان و شوکت مردہ کتابون مین اور افلاس و نکبت زندہ نگہون مین جلوہ گر ہے - موجودہ فلاکت کے دیکھتے ہوے کامیاب قوم کا کانشنس اجازت نہین دیتا کہ وہ

پامال قوم کی گذشتہ شوکت کا اقرار کرے۔ وہ نہین سمجھتی بلکہ نہ سمجھنے کی کوشش کرتی ہے کہ کسیطرح موجودہ مفلوک الحال قوم جو آج کمال بے ہنری سے آراستہ ہے وہ کبھی زکی الطبع اور مختلف علوم و فنون سے مالامال رہا ہے۔ اگرچہ مسلمان دنیا کے تمام پچھلی قومون سے تاریخ نویسی مین گوے سبقت لے گئے اور طبعی تحریک سے نہایت باریک بینی کے ساتھ اپنے عصر کی باتون کو اور نہایت تحقیق کے ساتھ معاملات گذشتہ کو لکھا گئے۔ مگر آفتاب دولت واقبال کی رخصت ہوتے ہی اونکی انوار عظمت وجلال پر ایک خوفناک اور عبرت انگیز تاریکی چھا گئی۔ صرف یہی نہین کہ اونکی محامد و اوصاف سے چشم پوشی کیگئی ہو اور علوم و فنون پر دھبہ لگا یا گیا ہو اور ان کی علمی تحقیقات کو قعر گمنامی مین ہمیشہ کے لئے ڈالکر جدید لباس سے آراستہ کرکے اپنے نام سے معنون کرنیکی تکلیف گوارا فرمائی گئی ہو بلکہ اونکے زندہ اور مشہور آفاق یادگارون کا وجود اپنے ہی بزرگون کا فیض قدم بتلایا جاتا ہے کیونکہ یہہ فرض کرلیا گیا ہے کہ صرف موجودہ فلاکت زدہ

مسلمانون ہی کو نہین بلکہ اونکے ابا و اجداد کو بہی بغیر مغربی تجلیات کے ایک قدم شاہراہ تہذیب پر چلنا محالات سے تھا۔ پس ہم عجیب مرقعہ عبرت ہین کہ اپنے موجودہ نامحمود حالت سے اپنے نامور بزرگون کے مشہور آفاق زندہ نیکنامیون مین شبہہ پیدا کرنے کا موقع دیتے ہین۔

انچہ ما کردیم بہر خود ہیچ نابینا نکرد   درمیان خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

مسلمانون کو اپنے پچھلے شان و شوکت کا رونا گو اونہین کیلئے شرمناک ہو اور شاید دنیا مین کوئی گری ہوئی قوم ہماری طرح روزمرہ قومی مرثیہ خوانی کرنا پسند نکرتی ہو مگر شاید یہہ بہی صحیح ہے کہ ہماری بدقسمتیون مین کسیکو مساوات کا درجہ بہی حاصل نہین ہے۔ بہتر ہوتا کہ جن ملکون نے ہماری حکومتون کو الوداع کیا تھا ساتھ ہی ساتہہ آثار حکومت بہی فنا ہو جاتے جسطرح آفتاب کے ساتھ دہوپ رخصت ہو جاتی ہے اور ہماری طرح زندگی بسر کرنے اور اپنے معمارون پر بلند ہاتہون سے سینہ زنی کرنے کے لئے باقی نرہتے۔ مگر خیر۔ آثار سلاطین ماضیہ کیلے بعد دیگرے

اپنے تعمیر کنندون کیطرح زمانہ کے سخت گیر ہاتھون سے شہید ہورہے ہین۔ آج جو ٹوٹی پھوٹی حیثیت مین ہین وہ ہماری حالت کے سچے فوٹو ہین۔

ڈر ہے کہین یہہ نام ہی مٹ جاے آخر مدت سے اسے دور زمان پیٹ رہا ہے

لیکن جسقدر ہمکو ان حسرت کدون کے رفتہ رفتہ مٹجانیکا افسوس ہی جنکے لئے فتوا سے موت کارکنان قضا و قدر سے ہوچکا ہے اور جسکی تعمیل ارباب حکومت تیز دستی سے بجالارہے ہین اوس سے بدرجہا زیادہ قلق اوس مشہور شاہجہانی یادگار کی نسبت ہے جو اپنا ثانی دنیامین نہین رکھتی اور دست برد زمانہ سے اب تک مامون و مصئون رہکر فہرست عمارات نفیسہ عالم کی زیب و زینت ہے مگر اوسکی عزت تجویز و تعمیر و تقدیر اخراجات ہمارے خداوندان سیف و قلم اپنے پر زور اور متہم بالشان تحریرون سی زبردستی ایرانغیراکو دے رہے ہین کیونکہ جیساکہ اوپر بیان ہوا ہے وہ ہماری موجودہ حالتون سے اندازہ کرتے ہین اور نہین سمجھتے کہ ہم کبھی کچھہ تھے۔

ہمنے مانا بھی کہ یہہ ویسے بھلا دین قصّے　　یہہ سمجھہ لین کہ ہم ایسی ہی تھے اب ہین جیسے

یہہ بھی منظور ہی ہمکو کہ ہمارے بچّے　　دیکھنے پائین نہ تاریخ عرب کے صفحے

کبھی بہولے سے بھی سلف کو نکرین یاد مگر

یاد گار ون کو زمانے سے مٹا دین کیونکر

جس بیدردی مگر دور اندیشی سے ہمارے تاریخی صفحون مین مہذب تعرف کیا جارہا ہے اور ہم اپنے اسلاف کے اعمال وخصائل حمیدہ کے علم سے دور کئے جارہے ہین اور اونکی چیدہ چیدہ عیوب کے لمبی بدنما فہرست سے ہمارے " تاریک " دلون مین " تاریخی علم " کی روشنی پہونچائی جارہی ہی وہ زیادہ تر ہماری آیندہ نسل کو فائدہ بخش ہوگا - جبکہ موجودہ خوشنما مگر دور از واقعہ تحریرون کو پارہ صحیفہ الہی کے قریب قریب وقعت دیجائیگی عام مدارس مین اسوقت وہ تاریخین مروج ہین جو توہین مذہب وحکومت اسلامی کے لئے گویا وضع کیگئی ہین -

بدنظمی خودغرضی نفس پروری - نافہمی اور بے انصافی وغیرہ سلطنت ہائیہ

کا خاصہ تھا۔ اگر انہون نے کبھی کوئی فعل بہی بقاے نام کا کیا جسکی صورت آج تک زمانے کے ہاتھون سے نہین بگڑی تو وہ نقش یورپ کی پیروی تھی نہ کہ ایجاد خاص۔ تاج گنج جو اگلی پچھلی عمارتون کی زیب و زینت اور جو ہندوستان ہی مین نہین بلکہ متعدد پہلون پر نظر کرتے ہوے دنیا کی عمارتون مین افضل ہے اوسکے پلین اور اسٹمٹ کی عزت ہمارے سقیم حالتون پر نظر کرتے ہوے اہل یورپ اپنے ہی قبضہ اقتدار مین رکھتے ہین شہر دلنیس تمام یورپ بلکہ کل دنیا مین اپنے جنس کا ایک ہی شہر ہے شاید لطافت مقامی کے لحاظ سے وہان کے ایک گمنام باشندے ورونیو کو مشہور معروف تاج گنج کے تجویز نقشہ و تخمینہ اخراجات و تعمیر مین بہت بڑے حصہ دار ہونے کی عزت دیگئی ہے۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

مورخین اسلام نے جنکی نسبت قضیہ فیصل شدہ ہے کہ وہ اپنے پچھلے باتون کو نہایت جانکاہ تحقیق اور اپنے عصر کی باتون کو جامعیت

وکمالیت سے لکھتے تھے اور جنکا وجود شروع زمانہ اسلام سے ایک
نہایت آب وتاب کے ساتھ رہا ایسے ضروری بات کو بالکل نظر انداز کردیا
اور ایک مجہول الاسم ماتریکا نے بہولے ہوے ونیشین بلکہ کل یورپین کو
ایک بڑی عزت وامتیاز کی بات یاد دلائی۔ لیکن ہندوستان کے
اور بخیل مورخین نے اس دعوای بیدلیل کو کبہی مقبولیت کے کانون سے
نہین سنا اور نہ مشاہیر یورپ نے اسکی تصدیق کی چنانچہ صاحب النساکلو
پیڈیا برٹیانیکا سا محقق شخص اور ڈاکٹر برنیر فرانسیسی سیاح ومورخ جو خود
ایام سلطنت شاہجہان صاحبقران مین یہان موجود تھا اور جسنے تاج گنج کی
بہت توضیح کے ساتھ کیفیت لکہی ہے ساکت ہین علاوہ ہذا ملا عبدالحمید
لاہوری مصنف تاریخ شاہجہانی موسومہ بادشاہنامہ جو بڑی باریک بینی
ونکتہ رسی کے ساتھ تاریخ وار واقعات قلمبند کرتا جاتا ہے پہلے عرس
کی نسبت لکہتا ہے۔ کہ شب ہفدہم ذی القعدہ ۱۰۴۲ھ مجلس عرس شریف
حضرت مہد علیا ممتاز الزمانی در روضہ منورہ آن محفوفہ مغفرت ورضوان

کہ در نیولا با تمام رسید منعقد گردید" اسکے بعد روضہ مطہرہ کی تفصیلی کیفیت نہایت وضاحت سے لکھکر بیان کرتا ہے کہ "بسرکاری مکرمت خان و میر عبدالکریم صورت تمامیت گرفتہ" کسی مقام پر کسی یورپین کا کوئی حوالہ نہین دیا۔ ہمنے تاج گنج کی تعمیر کی کیفیت زیادہ تر اپنے دوست راجہ مرلی منوہر بہادر کے ایک عنایت کرم فرما قدیم قلمی کتاب سے لی ہے جس سے زیادہ کسی مولف یا مصنف نے توضیح کے ساتھہ لکھنے کی تکلیف گوارا نہین کی۔ اس کتاب پیش نظر کے جملہ تصریحات سے ہمکو اپنے پورانے خیال کی تصدیق ہوئی کہ روضہ منورہ یورپین ہاتھون سے ملوث نہین ہوا۔

جسطرح خلفاے بنی امیہ مین خلیفہ ولید فن تعمیرات مین ایک خاص مذاق رکھتا تھا اور جسکے ایجاد پسند طبیعت نے اس شاخ خاص مین وہ وہ جدتین پیدا کین کہ بالآخر ایک طرز خاص محمدن اسٹائل تعمیرات مین مشہور ہو گیا۔ اور اسیطرح ہندوستان کا ولید اس فن کے لحاظ سے

خلد اشیان شاہجہان تہا جسکے لطافت طبع اور موزونی مذاق نے منجملہ اور نادر عمارات کے تاج محل سی بے مثل عمارت بنائی جسکی نظیر آج تک چشم فلک نے نہ دیکھی اور دنیا کے سیاحین اور اعلے درجہ کے مبصرین کے زبان سے اعتراف کرادیا۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

تاج گنج کی تعریف جسمین آفتاب و مہتاب پہلو بہ پہلو جلوہ افروز ہین ایک خاص طرز دلربایانہ مین ایک حد تک امام الشعرا مولوی غلام امام شہید مرحوم نے خوب لکہی ہے۔ ہمکو اس بیان مین محسنات لفظی سے کچہہ کام نہین صرف واقعات سے سروکار ہے۔

ہم دعوی سے کہتے ہین کہ باوجود فن کی ترقی۔ سائنس کی وسعت۔ باریک و نازک آلات و اسباب کی فراہمی اور ملک و دولت کی زیادتی اور باہمی رقابت سے اپنے اپنے ملک مین ترجیحی عمارت وغیرہ قایم کرنیکے حوصلہ کے اور باوجود ایک اعلے نمونہ موجود ہونے کے آج تک

کسی یورپی ملک نے کوئی نمونہ تاج گنج کے نفیس اور باریک کام کا نہ دکہایا۔

ممتاز محل جسکی اول کی دو میمین زبانون کی رگڑ کہاتے کہاتے گہس گیئن اور زے جیم سے بدل گئی شہنشاہ شاہجہان کی پیاری ملکہ ارجمند بانو بیگم عرف ممتاز ماتی بیگم کا مبارک مقبرہ ہے جسکی تعمیر بالفور کے انسائیکلوپیڈیا کے موافق ارجمند بانو بیگم کے وفات واقع ۱۶۲۹ء سے ۱۶۴۸ء تک انیس برس ہوتی رہی۔ مگر صاحب بادشاہ نامہ "در مدت قریب دوازدہ سال صورت تمامیت گرفتہ" لکھتے ہین۔ اسی مقبرہ مین عالمگیر اورنگ زیب نور اللہ مرقدہ کے فرزندانہ محبت سے خود بانی روضہ مطہرہ کو اوسی پہلو مین جگہ دیگئی جسکے تمنا سے وصال روحی مین اوس نے اپنی جان دی تھی۔

اس روضہ منورہ کی ساخت بالکل اسلامی طرز کی ہے اور ابتدا سے انتہا تک مختلف شاخون کا کام ہندوستان۔ ایران۔ عرب و بخارا کے نامور کاریگرون کے ہاتہون مین رہا۔

ڈاکٹر برنیر فرانسیسی سیاح جو دنیا کے مشہور مقامون مین خوب

سیاحت کر چکا ہے اور جسکو منجملہ اور باتون کے تعمیرات کا ایک خاص مذاق تھا اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے کہ "اسمین (تاج گنج مین) کوئی جگہ ایسی نہین جو بدنما ہو بلکہ ہر ایک مقام نہایت خوشنما ہے اور آنکھین دیکھنے سے سیر نہین ہوتین وہ لکھتا ہے کہ میری طرح ایک میرے ہمراہی سوداگر کی بھی راے تھی کہ یہہ عمارت ایسی ہے جسکی کامل طور سے تعریف نہین ہوسکتی مگر اس خوف سے کہ شاید میرا مذاق ہندوستان مین زیادہ عرصہ تک قیام سے بگڑ گیا ہو اس علانیہ اظہار سے خوف کرتا تھا لیکن میرا رفیق جو تازہ وارد تھا جب اوس نے اپنا خیال بیان کیا کہ تمام فرنگستان مین ایسا حیرت افزا اور عظیم وشان کا کوئی مکان مینے نہین دیکھا تو مجھکو اپنے خیال کی تصدیق ہوئی اور کامل تسلی ہوگئی" مسٹر بانفور اپنے ولعریز سائیکلو پیڈیا مین تاج گنج کو کل اسلامی عمارات عالم سے "افضل" قرار دیتے ہین۔

میرے ایک دوست نواب اکرام اللہ خان بہادر نے ایک یورپین لیڈی کی وارفتگی اسطرح بیان کی کہ جب اوس نے تاج محل کی سیر کی اور اپنے

سیاحت نامہ مین اپنی محویت بیان کی تو اثنائے تحریر مین یہہ حسرت بھرا
فقرہ بھی نکل گیا کہ "اگر مجکو اس روضہ کے کسی گوشہ مین جگہ دیجاسے تو آج
مرنے کو تیار ہون"

اگرچہ تاج محل کے معرف بے انتہا اولوالعزم سیاح اور مورخ
دیکھ چکے ہین مثلاً صاحب انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔ مسٹر بالفور۔ سر جیمس فرگسن
بشپ ہیبر۔ ڈاکٹر ہنٹر۔ ڈاکٹر برنیر وغیرہ جنکی تصانیف ہمارے روبرو
ہین مگر ہم ڈاکٹر برنیر کو منجملہ یورپین سیاحین کے اس نظر سے فوقیت
دیتے ہین کہ وہ ایک سیاح عالم اور پختہ کار ہونے کے علاوہ فن تعمیرات
سے ایک خاص مذاق رکھتا تھا اور شاہجہان کی مبارک پرامن سلطنت
نے اوسکو کشان کشان یہان اوسوقت پہونچادیا تھا جبکہ بانی روضہ
مبارک کے سوا اوسکی تاریخ بالکل تازہ تھی بلکہ اکثر کاریگر زندہ تھے اوسکو
تجسس و تفحص کا نہایت اچھا ذریعہ تھا جیسا کہ وہ عمل مین لایا مگر برنیر کی
ہمداستانی کہین نہین کی۔ ڈاکٹر موصوف نہایت صحیح ریمارک کرتا ہے۔

کہ "میں یقینی طور سے کہتا ہوں کہ اہرام مصری کی بہ نسبت جو ان گڑھے پتھروں کا ڈھیر ہے اور جسکو مکرر دیکھنے سے طبیعت خوش نہوئی اور جسمیں انسان کی ہنرمندی اور جدت طبع ثابت نہیں ہوتی یہہ مکان (تاج محل) دنیا کے سات عجائبات میں شمار کئے جانے کا زیادہ تر مستحق ہے"

اس روضہ منورہ کے نقشہ نویسی کی خدمت استاد عیسیٰ خان اکبرآبادی کے ذمہ تھی جو ایک ہزار ماہوار تنخواہ پاتا تھا اسی تنخواہ پر چار اور اشخاص ملکی اور غیر ملکی مختلف خدمتوں پر سرفراز تھے - کل اڑتیس اعلیٰ کاریگروں میں ایک نقشہ نویس چھہ خوشنویس ایک طغرا نویس ایک کارفرما (سپرنٹنڈنٹ) معماران ایک گنبد ساز اٹھارہ بیچے کار ایک کلس ساز ایک سنگ تراش تین گلتراش اور ایک عرب ماہر جملہ فنون تھے قومیت کے لحاظ سے اٹھارہ ہندو تھے انمیں سے سولہ پچیکاری و گلتراشی و معماری کی نگرانی کرتے تھے - ان کاریگروں کی تنخواہ دوسو ماہوار سے ایک ہزار تک تھی۔

گو اس زمانہ مین نہایت بیش قیمت پتہرونکا وجود روضہ منورہ مین کم ہو

یا نہو مگر اسمین تو شک نہین کہ اب بہی مختلف الالوان اور چمکدار نایاب پتہرون

کا وجود بکثرت ہے اور انہین گلکاریون مین جہان سے ظالم ہاتہون نے

پارہاے سنگ قیمتی جدا کر لئے ہین افسوس ہے کہ آج تک وہ جگہین پر

نہو سکین۔

قریب ساٹہہ قسم کے پتہر عرب۔ ایران۔ کابل۔ تبت اور ہندوستان کے

مختلف صوبجات سے ہدیتاً آے اور جسقدر آج فرانس کے نمبارہ ایفل

ٹاور مین یورپ کے مختلف ممالک سے آے ہوے اشیا استعمال

کیگئی ہین اوس سے بدرجہا زیادہ عقیدت مندی سے والیان ملک دور

دراز نے باوجود صدہا قدرتی اور ملکی و انتظامی مزاحمتون کے تاج محل کیلئے

پیش کئے۔

اس عظیم الشان اور قابل دید عمارت کے مصارف کا وہ اندازہ

کر سکتا ہے جسنے قلعہ آگرہ کے موتی مسجد کے پیشانی پر بہ حرف سہ تک

تیار شد" لکھا ہوا دیکھا ہے موتی مسجد کے مصارف کے نسبت ان لوگون

کو جو باغور نتیجہ نکالنے مین عجلت کرتے ہین غلط فہمی ہوا کرتی ہے ایسی مسجد

جسکو ڈاکٹر سمہر نے کتاب "انڈین امپائر مین" دنیا بھر کے سعبد گاہون سے

افضل" قرار دے ہے اسقدر خفیف رقم مین کیونکر تیار ہو سکتی ہے - مگر

حقیقت حال یون ہے کہ ان عمارتون کے متعلق جسقدر اخراجات ہین وہ

صرف معمارون و مزدورون اور خفیف مصالحون کی بابت ہین - چونبہ

سنگ عمارت اور جواہرات بیش قیمت تحفے آے یا خود خزانہ عامرہ

اور خالصے سے دئے گئے - صاحب بادشاہ نامہ محض اجرت کا حساب

اسطرح بتلاتے ہین کہ "خرچ تمامی عمارا تیکہ بتفصیل نگارش یافت پنجاہ لک

روپیہ است" ہمارے پیش نظر منقول عنہ کتاب مین محض اجرت مقامی

سے متجاوز ہو کر اسباب کے لانے وغیرہ کے اخراجات کو آنا پائی کے

ساتھ جوڑا ہے جو قریب پونے تین کرور کے ہوتا ہے -

جو کیفیت تفصیلی ہم ذیل مین دیتے ہین اوس سے زاید جو کچھ اس

روضہ مین خرچ ہوا وہ خزانہ عامرہ شاہجہانی سے غالباً دیا گیا جہاں جواہرات وغیرہ کی بڑی کثرت تہی۔

تفصیلی کیفیت کارگیران ومہندسان وچوبینہ ورقبہ وتعداد حوض وغیرہ ومصارف وپارہا سے سنگ قیمتی متعلقہ روضہ منورہ تاج محل آگرہ۔

(۱) اسمائے کارگیران ومہندسان

نام	عہدہ	سکونت	تنخواہ
استاد عیسیٰ خان	نقشہ نویس	آگرہ	الـــــہ
ستار خان	خوشنویس	”	الـــــہ
محمد شریف	”	سمرقند	الـــــہ
امانت خان	طغرا نویس	شیراز	الـــــہ
محمد حنیف	کارفرمائے معماران	قندہار	الـــــہ
محمد خان	خوشنویس	بغداد	صمامہ
اسمعیل خان	گنبد ساز	لاعلم	صمامہ

سوہن لال	پچیکار	قنوج	[illegible]
منوہر سنگھ	”	لاہور	[illegible]
منو لال	”	”	[illegible]
کاظم خان	نگینہ ساز	”	[illegible]
عطا محمد	سنگ تراش	بخارا	[illegible]
شاکر محمد	گل تراش	”	[illegible]
روشن خان	خوشنویس	شام	[illegible]
قادر زمان	در ہر فن کامل	عرب	[illegible]
عبد الغفار	خوشنویس	”	[illegible]
وہاب خان	”	ایران	[illegible]
محمد سجاد	معمار	ملتان	[illegible]
ابو تراب خان	”	”	[illegible]
چرنجی لال	پچیکار	دہلی	[illegible]

محمد یوسف خان	پچیکار	دہلی	سمار
محمد صدیق	”	”	سمار
ابو یوسف	”	”	صمار
بشارت علی	”	”	سماسے
عبداللہ	معمار	”	سماھسے
چہوٹے لال	پچیکار	ملتان	سمار
جہومر لال	معمار	”	سمار
جمنا داس	پچیکار	”	سمالہ
بہگوانداس	”	”	سمالہ
بلدیو داس	گلتراش	”	سماعہ
امیر علی	”	”	سمار
منوہر داس	پچیکار	”	۱۱ماھسے
ہیرامن	”	”	۱۱اللہسے

بنسی دہر	پچیکار	ملتان	[illegible]
جمنا داس	”	”	[illegible]
چنتامن	”	”	[illegible]
مادہو رام	”	”	[illegible]
شیوجی لال	”	”	[illegible]

(۲) چوبینہ

نام چوب	طول	عرض	ارتفاع	تعداد
سال	۱۵ درعہ	۴ درعہ	۶ درعہ	۵۰۳۴
شیشم	۶ درعہ	۱½ درعہ	۲½ درعہ	۱۰۰۷۷
آبنوس	۱۴ درعہ	۵ درعہ	۳½ درعہ	۶۰۷۷۴
صندل	درعہ	درعہ	درعہ	۷۰۳۰
اگر	۶ درعہ	۲ درعہ	درعہ	۷۷
مختلف	۳۰ درعہ	۱۹ درعہ	۹ درعہ	۵۹۵۷۰۰۰

(۳۳) پارہاے سنگ قیمتی معہ مقام برآمد

نام	مقام	تعداد	نام	مقام	تعداد
عقیق	بغداد	۵۴۰	غوری	کھاج	بیشمار
فیروزہ	تبت کلان	۶۷۰	تانیڑہ	دریائے گنگ	۵۲
مونگہ	دریائے شور	۱۴۶	یمنی	یمن	۲۳۰
لاجورد	لنکا	۲۴۲	غوری	متفرق	۵۹۹
سلیمانی	جنوب	۵۵۹	پاے زہر	نامعلوم	۴۹
لہسنیہ	دریائے نیل	بیشمار	تیونیہ	〃	۴۵۹
بادل	نامعلوم	۶۹۸	خارا	دریائے چمن	۶۷۷
طلائی	گوڑنا معلوم	بیشمار	بلور	غیر معلوم	۴۷
گوالیار	〃	۱۰۰۰	سلیمانی	〃	۸۹
موسیٰ	جہاڑی	۱۰۷۵	پاے زہر	کوہ کماؤن	۶۱۶
پیکہنی	بلخ	۸۷	عجوبہ	سورت	بیشمار

نام	مقام	تعداد	نام	مقام	تعداد
گوودڑ	گوالیار	۱۲۰۰	ابری	جہارٹی	۹۴
ریگ	چنبل	۲۰	مرمر	جی پور	۹۲
رخام	مکرانہ	بیشمار	سماق	نامعلوم	۵۰۵
نخود	سیل گڈھ	۸۲	گھنیٹو	جلمیر	۳۴۰
مقناطیس	گوالیار	۷۷	رخام	نامعلوم	۵۳۵
یاقوت	کوہ نامعلوم	۱۴۲	بالسی	کوہ نامعلوم	۳۴
ہیرا	نامعلوم	۶۲۵	ہیرا	"	۳۵۰
فیروزہ	نامعلوم	۶۸۲	گلابی	"	۷۶
سنگہ	دریائے کلان	۴۴	حسنوار	"	۹۵
مروارید	غیر محقق	۵۰	یشب	کیماج	۵۴
سیپ	"	لاکھہ	نیلم	غیر محقق	۷۴
بلور	حیدرآباد	۶۵	زمرد	"	۴۲

سرخ	گوالیار	۶۴۹	ابری	گوالیار	۴۲۷
غار	کوہ غیر محقق	بشمار	لاجورد	غیر محقق	۳۱۴
لہسنیہ	〃	۸۶	بادل	〃	۶۵
دہان فرنگ	〃	۶۱۴	نیلم (زرد)	〃	۹۳
یاقوت	〃	۸۳	طلائی	〃	۵۹
پکہراج	〃	۹۷	بعض پتہر دو تین جگہہ تقامات معلوم و غیر معلوم آیے		

تفصیل رقبہ و تعداد حوض وغیرہ

سنگہ

خانہ چہکہ و عمارت پختہ ۱۲

باغ روضہ ممتاز محل معہ حوض سنگ مرمر ۳۲

دروازہ کلاں معہ سیڑہی و دروازہ پورب و دروازہ پچہم و پہردو
حوض دخواص پورہ دہردو با ورچیخانہ ۱۶

کل مقبرہ ۶۰

کرسی سنگ سرخ . . . . ادرعہ

کرسی سنگ مرمر . . . . — ۷ درعه

مینار سه عدد هر ایک . . . . ۵۲ درعه

طول حوض سنگ مرمر . . . . ۲۶ درعه

عرض حوض سنگ مرمر . . . . ۲۶ درعه

بلندی از روے زمین تا سر کلس . . . . — ۱۰۷ درعه

فوار ہای روبروے درگاه . . . . — ۱۵ درعه

بلندی کلس کلان طلائی . . . . — ۱۱ درعه

فوار ہائی اطراف حوض سنگ مرمر . . . . — ۲۴ درعه

فوار ہاے اندرون حوض . . . . — ۵ درعه

فوار ہاے اندرون دروازه کلان . . . . — ۱۵ عدد

فوار ہاے اندرون حوض مسجد . . . . — ۵ عدد

فوار ہاے جماعت خانه و اندرون حوض سنگ سرخ . . . — ۵ عدد

مصارف

ہر ملک سے انواع واقسام کے پتھرون کے لانیکا خرچ ۔

باقی جو خزانہ عامرہ سائر صوبہ اکبرآباد سے دیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مسجد معہ صحن وحوض وچمن ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

روضہ ممتاز محل خاص ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

چہار مینار ممتاز محل وکرسی وچہکہ روضہ وغیرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تعویذ ہاے سنگ رخام معہ پچیکاری ملکہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تعویذ حضرت شاہجہان پادشاہ غازی فردوس آشیانی صاحبقران ثانی

ممتاز محل اکبر ثانی ارجمند بانو بیگم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تعویذ ہای بالا اندرون گنبد کلان درمیان محجر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لبسروانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اندرون تہہ خانہ مرقد معہ تعویذ پادشاہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جفت دروازہ وشیب معہ جواہرات وپچیکاری محجر مشبک ۔ ۔

چوکھنڈی جتی خانم . . . .

چوکھنڈی اسمہندی محل وغیرہ . . . .

دیوار جانب مشرق عقب چوکھنڈی اکبرآباد . . . .

خواص پورہ جانب مشرق . . . .

خواص پورہ جانب مغرب . . . .

خواص پورہ جانب شمال . . . .

خواص پورہ متصل کٹرہ چوکھنڈی مذکور . . . .

کٹرہ دوم . . . .

گنبد برجی ایک عدد وزن من

اہرام مصری

اہل یورپ کے نزدیک جو دنیا مین سات عجیب و غریب و بےنظیر چیزین قدیم سے مشہور ہین منجملہ اون کے وہ عظیم الشان عمارات قدیمہ بھی ہین جو مصنوعی پہاڑون کی صورت صوبہ مصر کے بعض مقامات پر پای جاتی ہین اور جنکو اہرام یا خراطیم مصری کہتے ہین۔ باوجودیکہ ان کو ہزارہا برس کا زمانہ گذر گیا ہے اور زمانہ و موسم کے اثر سے اون کی ہئیت و شکل مین کچھہ فرق بھی آگیا ہے مگر تاہم وہ انسانی محنت اور ملک کے قدیمی تموّل کے ایک عبرت خیز یادگار اور خطاب لم یخلق مثلہا فی البلاد کے سزاوار ہین۔ نقش و نگار در و دیوار شکستہ بگو آثار پدیدا ست صنادید عجم را بجز علاوہ صرف زر اور محنت کے ان اہرام کے دیکھنے سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین مصریون نے منجملہ دیگر علوم کے فن الجبرہ مین بھی کسقدر ترقی کی ہوگی کہ اتنے بڑے

بڑے پتہرون کو جو اُن مینارون کی چوٹیون تک پاے جاتے ہین اس قدر بلندی تک پہنچا دیا جنکے دیکہنے سے اِس زمانہ کے لائق اور نامی انجنیرون کی بہی عقل دنگ ہے اور وہ معترف ہین کہ موجودہ قواعد جر ثقیل کے بموجب ایسی بڑی چٹانون کو کسی دور و دراز پہاڑ سے کاٹکر لانا اور اسقدر بلندی تک پہونچانا قریب محال کے معلوم ہوتا ہے۔ اسی سبب سے بعض لوگون کا یہہ عقیدہ ہے کہ یہہ عمارتین جنات یا دیو یا کسی اور فرضی مخلوقات کی بنائی ہوئی ہین جو انسان سے زیادہ قوت و قدرت رکہتے ہونگے۔ بعض کا یہہ خیال ہے کہ فراعنہ مصر نے مظلوم بنی اسرائیل سے یہہ کام لیا تھا جنکو انہون نے غلامی کی حالت مین کر رکھا تھا۔ انہین سے یہہ پتہر پہاڑون سے کٹواکر منگوائے گئے تھے اور انسان و حیوانات و جر ثقیل تینون کی مشترک امداد سے اور ایسے پہاڑون کے ذریعہ سے جنکی لمبائی کئی میل کی تھی اور اسی وجہہ سے اونکا ڈہال بہت کم ہو گیا تھا ایسی بلندی پر وہ پہنچائے گئے تھے۔

مصر مین ان اہرام کی کل تعداد قریب ستر کے ہوگی مگر اکثر ان مین کے

چہوٹے چہوٹے ہین - یہہ سب دریاے نیل کے کنارہ غربی پر قاہرہ سے
قریب دس میل کے فاصلہ پر واقع ہین - ان سے ذرا جنوب کیطرف بمقام
اباسیر تین اور اہرام واقع ہین اور اون سے تہوڑی ہی دور سقارہ کا عظیم
الشان مینار پایا جاتا ہے - اور ان سے کچہہ فاصلہ پر دہنسور کے دو بڑے
مینار واقع ہین - مگر وہ الجزہ کے تین اہرام ہین جنکے دیکہنے کے واسطے
اکثر اشخاص جایا کرتے ہین اور ان تینون مین جو سب سے بڑا مینار ہے اوس کے
بانی کے نام کی نسبت مورخان قدیم مین اختلاف پایا جاتا ہے - مگر قدیمی مصری
کتبہ مین اسکا نام خوفو یا شوفو پایا جاتا ہے جو مصر کا ایک بادشاہ تھا اور غالباً
اسی مینارہ مین وہ دفن ہوا تھا - اس مینارہ کی کرسی کی سطح سابق مین -
۷۶۴ فٹ مربع تھی (یعنے اسیقدر طول اور اسیقدر عرض مین) لیکن
چونکہ شہر قاہرہ کی عمارات بنانے کے واسطے اوس کا بہت سا مصالحہ
کہود لیا تھا اسلئے اب اوسکی سطح ۷۴۶ فٹ مربع رہگئی ہے - بلندی اس
مینارہ کی ۴۸۰ فٹ تھی مگر بوجہہ مذکور الصدر کے اب صرف ۴۵۰ فٹ

کی بلندی رہگئی ہے دریاے نیل کی طغیانی کی سطح سے اوسکی کرسی ۱۳۰ فٹ بلند ہے - اززروی تخمینہ اوسکا کل حجم آجکل اٹھہ کروڑ مکعب فٹ کا ہوگا مگر سابق مین اوس مین ستر لاکھ مکعب فٹ اور زیادہ ہونگے - کل مینارہ کا وزن تخمیناً ۱۴۱۷۵۲۲ من ہوگا - اور اوسکی کرسی کا رقبہ بارہ ایکڑ سے زیادہ ہوگا - ہیراڈوٹس مورخ یونانی کا بیان ہے کہ اس عمارت پر ایک لاکھ آدمی برابر کام کیا کرتے تھے اور ہر تین مہینے کے بعد ان مزدورون کی تبدیلی ہوا کرتی تھی اور نئے مزدور کام پر لگائے جاتے تھے اس کے پاڑ یا ڈھلوان سڑک کے بننے مین دس سال لگے تھے اور اوس کے بعد اصل عمارت کے بننے مین بیس برس اور لگے - اور مزدورون اور معمارون کو ان کی محنت کی اجرت مین صرف گیہون روٹی پکانے کے واسطے اور پیاز و لہسن چٹنی کے واسطے ملا کرتا تھا - عمارت کی موجودہ حالت مین بھی نیچے سے اوپر تک دو سو چھہ ردّے پتھرون کے ہین - یہہ پتھر نو فٹ لمبے اور ساڑھے چھہ فٹ چوڑے ہین اور ان قدمچون کی بلندی نیچے پانچ فٹ ہے اور

بتدریج گھٹتے گھٹتے چوٹی پر سوا دو فٹ رہگئی ہے نیچے سے اوپر چڑہنے
مین آدمی تھک تو بہت جاتا ہے مگر کچھہ بہت خطرہ نہین ہے ۔

اس امر کی نسبت کہ یہہ اہرام کس غرض سے بنائے گئے تھے لوگون
نے مختلف قیاسات دوڑائے ہین اور اس بات کو ثابت کرنا چاہا ہے
کہ اوس غرض وغایت کی تکمیل کے واسطے اون مین ہر قسم کی سوزونیت
پائی جاتی ہے ۔ بعض کا یہہ قول ہے کہ مینارۂ اعظم سے کرۂ ارض کے
قطرہ محیط و دائرہ نصف النہار کے قوس اور ایک عام اور معین پیمانہ طول
کے حالات اور ریاضیات و علم ہیئت و دیگر علوم کے حقایق کا (جنسے اہل
مصر ہی واقف تھے اور جو اب پردۂ عالم سے مفقود ہو گئے ہین) انکشاف
ہوتا ہے ۔ بعض کا قیاس ہے کہ یہہ ایک رصدگاہ تھی اور اوس کے اضلاع
اور مختلف راستے اس قسم کے زاوئے بناتے تھے جنسے بعض ستارون
کے مقامات بعض معین اوقات مین ظاہر ہوتے تھے ۔ بعض کا یہہ خیال ہے
کہ ان اہرام کے اندر کچھہ طلسمات کا کارخانہ تھا اور اس خیال کی تائید مین

بعض روایتین بھی گڑھ لیگئی ہین - لیکن بات یہہ ہے کہ ان اہرام کے بانیون کے ذہن مین ان مین سے کوئی بات بھی نہ تھی - تعمیر کی موزونیت کے واسطے انہون نے وہی پیمانے استعمال کئے تھے جو اونمین مروج تھے اور راستون کا ڈہال ایسے زاویون پر مقرر کیا تھا جسمین اون کو سب سے زیادہ آسانی معلوم ہوئی نہ یہہ کہ کسی معینہ نقطہ آسانی کے لحاظ سے اون کو بنایا تھا - سب سے زیادہ معقول اور قرین قیاس یہی بات ہے کہ مصر کے بادشاہون اور عماید کے مقبرون کے طور پر یہہ مینار سے بناے گئے تھے - مصریون کا یہہ عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد روح کو اُسوقت تک فنا نہین ہوتی ہے جب تک کہ اوسکا جسد قایم رہے اور اسیلئے وہ نعشون پر ایک قسم کا حنوط یعنے خوشبودار مصالحہ لگا دیا کرتے تھے جس سے وہ واقف تھے اور جسکی تاثیر سے وہ جسم کبھی سڑنے گلنے نہین پاتے تھے جسمون کے قایم رہنے کا بندوبست تو وہ اس طرح پر کرتے تھے اور یہہ عظیم الشان مدفن اسواسطے بناتے تھے کہ کسی دشمن وغیرہ کے ہاتھ سے تباہ ہونے سے

وہی جسم محفوظ رہیں - اسی نظر سے وہ اُن کو ایسے حجرون مین رکہتے تھے
جو پہاڑ کی چٹان کو کہود کر بنائے جاتے تھے یا بڑے بڑے اور بہاری بہاری
پتہرون سے بنائے جاتے تھے - ان حجرون مین نعشین سنگین تابوتون یا
صندوقون مین رکھکر دروازہ اور راستہ کو نہایت مضبوطی و استحکام سے
بند کر دیتے تھے تاکہ کسی شخص کا وہان گذر نہو سکے - اور صدہا برس تک وہ
دروازے ویسے ہی بند رہے - ان دروازون کے سامنے بعد بند
کرنے کے بھی بڑی بڑی چٹانین اور تودے پتہرون کے بطور آڑ کے
لگا دئے جاتے تھے حتی کہ اس زمانہ مین بھی بعض مقامات مین اس راستہ
کو کہولنا غیر ممکن معلوم ہوا اور ناچار اُن پتہرون کو بطور سرنگ کے کاٹ کر
راستہ بنایا گیا - بعض اہرام جنکے دروازے کھلے ہوے ہین اون کی
وجہہ یہہ ہے کہ اونکے اختتام سے پہلے اُس خاندان کی سلطنت کسی
دوسرے اور مخالف خاندان کے پاس منتقل ہو گئی ہوگی - اب بہت کم اہرام
ایسے ملتے ہین جنکے دروازے کہولکر اندر کی نعشین نہ نکال لیگئی ہون چونکہ

یہہ عمارتین پادشاہون کے مقبرہ کے واسطے بنائی گئی تھین اسلئے ہر مینارہ بادشاہ کی تخت نشینی کے وقت سے بنا شروع ہوتا تھا اور اوس کی حکومت کے اختتام تک بنتا رہتا تھا اور اسلئے اوسکو اس طرز پر بنانا شروع کرتے تھے کہ جسقدر عرصہ تک چاہین اوس مین اضافہ کرتے رہین اور جب اوس پادشاہ کی وفات واقع ہو تو بسرعت تمام اوسکو ختم کر دین۔ اولاً اوس سطح بیابان مین جو شہر ممفس کے عقب مین واقع ہے ایک موزون مقام اس کام کے واسطے منتخب کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد ایک چٹان پہاڑی کی تلاش کیجاتی تھی جسکے گرد یہہ عمارت بنائی جائے اس چٹان کے اندر شمالی جانب سے ایک ڈہلوان راستہ پتہر کو کاٹ کر بنایا جاتا تھا اسقدر چوڑا کہ تابوت سنگین اوس حجرہ تک جہان وہ راستہ ختم ہوتا تھا اور جو مدفن کا کام دیتا تھا آسانی پہونچ سکے۔ اس ڈہال کا زاویہ ایسا ہوتا تھا جسکے اوپر بہاری تابوت کو سرکانے یا روکنے مین سب سے کم طاقت درکار ہو۔ اس چٹان کے گرد ایک مکعب شکل کی عمارت جسکے اضلاع اوپر کی طرف کو ڈہلوان

ہوتے تھے بنائی جاتی تھی۔ اور اس عمارت مین حجرہ مدفن کا راستہ قایم رکھا جاتا تھا۔ جب بادشاہ مرتا تھا تو اوسکا جانشین انعلاع کے جوف کو بند کرکے اوسکی چوٹی پر ایک پتھر بطور رقعہ کے رکھوا دیتا تھا اور عمارت مکمل ہو جاتی تھی۔ لیکن اگر خود بادشاہ زیادہ عرصے تک زندہ رہتا تھا تو عمارت کو تکمیل کو پہونچا کر دو تین یا زائد درجون کے مینار کی شکل مین اوسکو بنوا لیتا تھا اور آخرکار راس کے زاویون کو بند کروا کر اوپر قبہ بھی مرتب کرا دیتا تھا۔ اس شکل و ہیت کی عمارت بنانے سے اون کا اصل مقصود یہہ تہا کہ وہ مستحکم و دیرپا ہو اور اُن کے نزدیک یہہ غرض اس مخروطی شکل سے ہی بوجہ احسن حاصل ہو سکتی تھی۔ مینارہ اعظم مین ہوا کی آمد و رفت کیلئے بھی دو سوراخ شمال اور جنوب کیطرف ہین۔ یہہ سوراخ اس حساب سے قایم کئے گئے ہونگے کہ حجرہ وسطی سے سطح بیرونی تک سب سے چھوٹے خط مستقیم مین یہہ راستہ قایم ہو مگر معلوم ہوتا ہے کہ معمارون کی غلطی سے شمال کیطرف پندرہ فٹ نیچے اور جنوب کیطرف اسیقدر اونچے ٹھیک مقام سے یہہ

سوراخ قایم ہو گئے۔ ان پادشاہون کے مقبرون کے متعلق ایک معبد بھی رسوم مذہبی ادا کرنے کے واسطے اوس سے ذرا فاصلہ پر ہوتا تھا مگر رعایا کے مقبرون مین یہہ فرق تھا کہ یہہ معبد اوسی عمارت کا ایک جزو ہوتا تھا یا اوسی پہاڑی مین کاٹ کر بنایا جاتا تھا۔

خوفو کا سب سے بڑا مینارہ جو اوپر مذکور ہوا ہے بالکل پتھر کا بنا ہوا ہے اور اس کے اندر کی چٹان کو جسمین حجرے اور راستے ہین اوس کے کل حجم کے مقابلہ مین کوئی مناسبت نہین ہے۔ اس عمارت کے نیچے کا حصہ یعنی کرسی کنکر کی بنی ہوئی ہے مگر اور پتھر جو باہر کیطرف لگے ہوے ہین اعلے قسم کے ہین اور سائین کی کان سے لائے گئے تھے جو دریا کے راستہ سے ۵۰۰ میل کے فاصلہ پر مصر کے منتہائے جنوب مین واقع ہے۔ واضح ہو کہ تیسرے مینارہ کا جو ۲۰۰ فٹ بلند ہے بیرونی حصہ جزاً یا کلاً سائین کے سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ مگر حیرت یہہ ہے کہ اس قدر بڑی بڑی چٹانون کو مصریون نے اتنی دور کس ذریعہ سے پہونچایا۔ اول تو بارود و دامیاٹ

کی عدم موجودگی کیوجہ سے اتنے بڑے بڑے پتھرون کو کان مین سے کھودنا ہی بے انتہا مشکل کام تھا علی الخصوص جب یہہ خیال کیا جاے کہ یہہ سخت سنگ سرخ جسپر ہمارے فولادی اوزار بھی کارگر نہین ہوتے صرف برنجی اوزار سے کاٹے گئے تھے اور پھر تراش خراش کرکے موزون وسڈول بناے گئے تھے۔ کان سے دریا کے کنارہ تک لانا اور پھر وہان سے لٹھون کے بیڑہ پر لیجانا بھی آسان کام نہ تھا۔ یہہ کام ایسے ہی وقت مین ہوسکتا تھا جب کہ دریاے نیل طغیانی پر ہوتا ہوگا اور اوسمین سے ایک نہر خاص اسی کام کے واسطے کاٹ کر منیارہ کے نہایت قریب تک لائی گئی ہوگی اور پھر اوس نہر کے کنارہ سے منیار تک ایک بلند اور ڈھلوان سڑک مٹی پاٹکے بنائی گئی ہوگی جسکے آثار اب بھی کچھہ پاے جاتے ہین اور جسپر گاڑیون مین اُن پتھرون کو آدمی یا بیل کھینچکر لیجاتے رہے ہونگے۔ اس سے کسیقدر اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس کام مین کسقدر محنت اور روپیہ صرف ہوا ہوگا۔ ایسے بڑے کام کا تخمینہ اور اندازہ کرنے سے ہماری قوت واہمہ بھی قاصر

رہتی ہے جبکہ یہہ خیال ہوتا ہے کہ زمانہ حال کے سامان اور قوتین جو علمی نتایج سے حاصل ہوئی ہین اوس زمانہ مین مفقود تھین۔

اس سب تمہیدی محنت کے بعد اصل کام عمارت کا شروع ہوتا تھا۔ یہہ مینارہ اعظم پتھروں کا ایک محض تودہ ہی نہین بلکہ اوسکی ترکیب مین ہر قسم کی خوش اسلوبی پائی جاتی ہے۔ باہر کے رخ پر جو پتھر لگے ہین وہ بغیر کسی گارے یا مصالحہ کے ایک دوسرے سے وصل کر دئے گئے ہین حتی کہ اون کے درمیان مین ایک کاغذ کے جانے کی جگہہ بھی نہین ہے۔ راستے ایسے ہموار اور چکنے ہین کہ تابوت سنگین اون کے اوپر نہایت آسانی سے پھسلتا چلا گیا ہوگا۔ ہر چیز نہایت خوبصورتی اور موزونیت سے بنی ہے حجرہ زیرین پر ایسے عالیشان عمارت کے بوجہہ اور دباؤ کا بھی کافی بندوبست کیا گیا ہے یعنے تابوت سنگین کے حجرہ کلان کے اوپر پانچ چھوٹے چھوٹے حجرے اور بنائے گئے ہین تاکہ اوپر کی عمارت کا بوجہہ اوس پر سے ہلکا ہو جائے۔ اسی غرض سے اول راستہ کے دروازہ پر دو بڑے بڑے

پتھر بشکل محراب کے قایم کیے گئے ہین جسکی وجہ سے وہ عمارت اب تک قایم ہے -

سب سے زیادہ حیرت انگیز سوال جہان عقل بالکل قاصر ہے یہہ ہے کہ ایسے بڑے اور بھاری پتھر ان مختلف درجات بلندی پر پہونچاکر کس طرح نصب کیے گئے ہونگے بالخصوص وہ پتھر جو چوٹی پر رکھا گیا تھا - ایک طریقہ قیاس مین آسکتا ہے مگر اوس کے اختیار کرنے مین کُل عمارت کی تعمیر سے زیادہ محنت درکار ہوتی - لیکن زیادہ تر قرین قیاس یہہ تاویل ہے کہ قدمچون سے لیکر جو مثل زینے کے منارہ کے چارون طرف نیچے سے اوپر تک چلے گئے ہین زمین تک ڈہلوان سطحین قایم کیگئی تھین جنکے اوپر ان پتھرون کو مزدور کھینچ کھینچ کر چڑہاتے تھے -

اگرچہ یہہ امر بھی فی نفسہ نہایت عجیب و غریب ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی کوئی چیز پانچ چھہ ہزار برس تک قایم رہے (اور نہ معلوم کے ہزار برس تک اور قایم رہیگی) اور زمانہ کے حادثات و انقلابات سے جسنے اس عرصہ

کے اندر سیکڑون نسلون کو تہ و بالا اور حکومتون کو زیر و زبر کر دیا۔ پرانی قومون کو نیست و نابود کر کے نئی قومون کو پیدا کر دیا۔ بانون اور نہ ہبون اور رسم و رواج کو بدلدیا۔ اوسپر اسقدر کم اثر پہونچے مگر پھربھی اسقدر عرصہ مین ان مستند عمارات مین جو تغیرات و زوالات واقع ہوے ہین انکو دیکھکر یہی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ کسی مصنوعی شے کو گو کیسی ہی مستحکم و دیرپا ہو دائمی بقا نہین۔ قانون قدرت کے عمل و اثر سے وہ کبھی بری نہین ہوسکتی۔ کبھی نہ کبھی اوسے قانون کے آگے اوس کو سر جھکانا پڑے گا۔ انہین عمارات کا ایک جزو قلیل شہر قاہرہ کی تعمیر و آراستگی کے کام مین آ ہی چکا ہے۔

جن لوگون نے اہتمام بلیغ صرف اسبات کے واسطے کیا تھا کہ اون کے کالبد تک کسی شخص کی دسترس نہو سکے اب وہی نعشین لندن اور پیرس کی عجائب خانون مین ایک منظر عام مین رکھی ہوئی ہین۔ گو حکمتاً زمین کے پردہ پر کسی شے کو مجرد نہین ہی اور ہر مادہ کی اجزا کسی نہ کسی شکل مین موجود رہتے ہین مگر بحث یہہ ہے کہ سطح زمین پر جتنی مصنوعی چیزین ہین وہ انقلابات

وحادثات کی ضرور تختہ مشق ہیں —

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

محمد ابوالحسن عہدہ دار سرکار نظام

قد آدم

ملٹری لا (یعنے قانون افواج) کی بحث کے بموجب قد انسانی کی تمیزی فرق کا انکشاف علماء کے لئے بہت ہی ضروری ہے - بالخصوص اکاڈمی آف مڈیسن (یعنے مدرسۂ ادویات) اورسوسائٹی آف انتھروپالوجی یعنے انجمن تاریخ انسانی کے لئے تو بہت ہی کار آمد ہے - پیرس مین جو کئی ایک غیر معمولی پستہ قد اور طویل القامتون کی نمائش ہوئی اوس سے مختلف طبعی اور یہان تک کہ غیر خلقی ترکیبون مین جو قد کے اثر کیوجہ سے ہین مبالغہ آمیز مقابلہ کرنے کا موقع ملا -

جب ہم لوگ عموماً قد انسان پر خیال کرتے ہین تو مندرجہ ذیل چند سوالات پیدا ہوتے ہین -

(۱) کیا اب نوع انسان ذلیل حالت مین ہے - اور کیا ہمارے قدیم اجداد کے

اجداد ہم لوگون سے اونچا قد رکھتے تھے۔

(۲) بہت ہی اونچی اور بہت ہی چھوٹے قد کی نسلین موجود ہین یا نہین۔

(۳) فرانس کے قدون مین مختلف طور پر کیا فرق پایا جاتا ہے۔

(۴) خاص طبقہ آبادی یا خاص خاندانی جماعتون مین قد پر اثر پڑنی کے کیا وجوہ ہین۔

(۵) شخصی قد پر اور بچون کی ابتدائی حالت نمو۔ اور جسمانی تکمیل تک اثر پڑنے کے کیا وجوہ ہین۔

(۶) انسان کا طبعی یا عقلی اظہار۔ تکان کی روک یا مقابلہ۔ چالاکی۔ قوت ان باتون پر قد کا کیا اثر پڑتا ہے۔

یہہ معلوم ہوا کہ علم قد انسانی مین صرف خیالی دلچسپی یا ایک عجیب بات ہی نہین ہی بلکہ عملی طور پر اوس سے بہت ضروری اور سودمند باتین دریافت ہوتی ہین۔ جسمانی تکمیل کے اصول سے جداگانہ اور کسی قوم کی قوت کے مکمل ہونے کے ابتدائی مراتب سے جو محنت یا زراعت کی پیداوار سے

متعلق ہو یا اوسکی قوت سے واسطہ رکہتا ہو ان مختلف سوالات کے جواب حاصل کرنے سے پیشتر ہم آسٹریا کے ایک طویل القامت کا ذکر کرتے ہین جسکی نمائش بمقام برلن ہوئی۔ اور جسکی نسبت یہہ کہنا کوئی مبالغہ نہین ہے کہ موجودہ نسل انسانی کی درازی کے حد سے باہر تھا۔

اوس نمایان کرنے والے کے بیان کے بموجب (جو اوس کے ساتھہ رہا کرتا تھا) اوس کی درازی ۸½ فٹ ہے۔ عمر ۱۸ برس۔ اور فرانسس ونکلمایر نام ہے۔ مقام پیدائش نواح فرنڈبرگ سے ہے جو اپر آسٹریا مین داخل ہے۔

یہہ شخص چودہ برس کے سن تک غیر معمولی قد کو نہین پہنچا تھا۔ اور اوس نمایان کرنیوالے کے بیان کے بموجب اوسکا نمو ہنوز ختم نہین ہوا ہے اوسکے والدین کاشتکار ہین۔ اون کا قد معمولی باشندون کیطرح ہے۔ اوس کے اور چار لڑکون کی نسبت اب تک کوئی معقول بات ظاہر نہین ہوئی ہے۔ بلحاظ اپنے قد کے یہہ شخص لاغر ہے۔ یہہ حالت

اوس کے قد کو اور نمایان کرتی ہے ۔ وہ کسیقدر جہکتا ہے ۔ اوس کے ہاتھ اسقدر لمبے ہین کہ معمولی طور پر اوسے مبالغہ کہنا چاہیے ۔ کبھی کبھی جب تماشائیون کا مجمع ہو جاتا ہے تو اپنے ہاتھ مین ٹوپی لیکر لوگون کے سر پر سے بے لاگ گہوماتا ہے ۔

جہان تک وہ خود اور جہان تک اوسکے ہاتھ پہونچتے ہین اوسے ایک پوری بلندی کہنا چاہئے ۔ اوسکی ٹانگین بہ نسبت اور اعضاء کے زیادہ لمبی ہین ۔ ایک تھیٹر کے سایہ دار باغ مین جب اوسکی نمائش ہوئی تو وہ اپنے تماشائیون سے بہت خوش ہو کر گفتگو کرتا تھا ۔

چونکہ معمولی کرسیون پر اوس کا بیٹھنا مشکل تھا اسلئے وہ ایک میز اپنے نشست کیلئے منتخب کر لیا تھا ۔ یا دوکانداروں کی ٹیبل کو پسند کرتا تھا ۔ جو اس غرض کیلئے واقعی موزون بھی تھی ۔ یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے رہنے کے کمرے مین لکہنے کی میز پر بیٹھتا ہے ۔ اور چار بچھونون پر جو یکے بعد دیگرے بچھائے جاتے تھے سوتا تھا ۔ بہر حال یہ

ایک عجیب انسان ہے۔

ایک رائے کے بموجب جس پر گذشتہ صدی میں عوام کا بہت زیادہ خیال رجوع تھا۔ ہمارے اجداد کسی زمانہ میں اس دیو نژاد کے قد کے برابر یا زیادہ تھے۔

۱۷۱۸ء میں مسٹر ہنریان۔ اکاڈمی آف انسکرپشن کے ایک ممبر نے اوس عالم جماعت کے روبرو ایک یادداشت قد آدم کے مختلف امتیازی فرقوں کی نسبت پیش کیا۔ جسمیں ابتدائی آفرینش سے حضرت عیسیٰ کے وقت تک کا ذکر کیا تھا۔

اوس محقق کے قول کے بموجب حضرت آدمؑ کا قد ۱۲۳ فٹ ۹ انچ اور حواؑ کا قد ۱۱۸ فٹ ۹۔ انچ تھا۔

مگر اوس زمانہ سے انسان کا قد برابر گھٹتا گیا۔ حضرت نوحؑ مشکل سے ۱۰۰ فٹ اونچے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ۲۸ فٹ۔ حضرت موسیٰؑ صرف ۱۳ فٹ۔ ہرکیولیس ۱۰½ فٹ اور سکندر اعظم ۶½ فٹ اونچے تھے۔

اس خبر کی تحقیق بہت سرگرم اور متواتر کوششون سے بہم پہونچائی گئی تھی - اور اُس زمانہ مین اِن کو "عجیب اظہار" اور "اعلیٰ درجہ کا خیال" کے نام سے مشہور کیا تھا -

اگر اس قسم کے تخمینی قیاسات مان لئے جائین تو موجودہ نسل انسان فی الاصل ذلیل ہو گئی ہے - علاوہ اسکے ہمارے "مصنف" اور "ناصح" ہمیشہ سے اس نسل کو "ذلیل" اور "بگڑی ہوی" بتاتے آئے ہین -

یہہ بھی خوش قسمتی ہے کہ یہہ قاعدہ بہت پُرانے زمانہ سے چلا آتا ہے کہ حال کی نسل کو حقیر اور پیشتر کے آدمیون کو مضبوط - قوی - آور قد آور تسلیم کرتے ہین -

ہومر کو ۳۰۰۰ برس کا زمانہ گذرا اگر اُس نے بھی اپنے وقت کی نسل کی شکایت کی ہے - بعد اسکے جیوتنیل کو (سٹیا یرہ) یہہ کہنے کا موقع ملا کہ اگر اُس شکایت کی کوئی بنیاد ہوتی جو قد انسان کے انحطاط سے نسبت کی گئی ہے تو انسان کی نسل اوس درجہ دار تنزلی کے اعتبار سے

کبھی بالشتی ہو گئی ہوتی اور اسی قاعدہ کلیہ کے بموجب اب تک حضرت انسان صرف ایک نقطہ موہوم رہ جاتے۔

مشاہدات کے رو سے یہہ بات کہ اگلے لوگ ہم سبھون سے بہت بڑے ہوا کرتے تھے کچھہ یون ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ گذشتہ حالات پر نظر کرنے سے اس غلطی کی بہت کچھہ تردید حاصل ہوتی ہے۔

ڈہانچے جو کئی صدیون کے بعد ظاہر ہوئے جیسے پیرس کے مردون کے ڈہانچے مقبرے مین بر آمد ہوے ہین۔ وہ کسیطرح سے قوی ہیکل نہین ہین۔ زمانہ قدیم کے بہادر سپاہیون کی زرہ و بکتر دکویرلس تو پام (۱) ہمارے وقت کے سپاہی پہن سکتے ہین۔ اگلے زمانہ کے نامی لوگون کے کوٹ ہمارے کویرلیسرس کو تنگ اور چہوٹے ہوتے ہین

نوٹ (۱) ایک قسم بکتر جو چمڑے کا بنایا جاتا تھا۔ اور جب زمانے نے شائستگی کے حد مین قدم رکھا تو لوہے کا بنایا جانے لگا۔ گردن سے کمر تک محفوظ رکھتا ہے۔ دونون بازو باہر رہتے ہین۔ مترجم

حالانکہ اُن کو منتخب لوگ پہنتے جبکو بہت عمدہ غذا دیجاتی تھی - اور جو بہ نسبت عام آبادی کے بہت زبردست اور مضبوط - اور قدآور ہوا کرتے تھے -

قدیم گال[(۱)] لوگون کی ہڈیان جو ٹیلے کہودتے وقت برآمد ہوئین اونہین فرانس کے اطراف کے دراز قد باشندون سے مقابلہ کیا - مصر کی قدیم مصالحہ دار لاشون کو ادنے اور اوسط قد کی تبلاتے ہین - یہی حال اُن محفوظ ہڈیون اور لاشون کا ہے جو یورشیا اور ہندوستان کے قدیم یادگارون مین پائی گئی ہین - اور یہی حال اون لاشون کا بھی ہے جو پیرو یا اور مکسکو مین برآمد ہوئی ہین -

الغرض بہت زیادہ قدیم زمانہ کے انسان کے اقسام کے نمونے ہمارے پاس موجود ہین - یعنے وسط زمانہ کی ہڈیان جنکی قدامت کا اندازہ سیکڑون صدیون سے ہوسکتا ہے - اُسوقت اور موجودہ انسان کے قد مین کوئی

نوٹ (۱) فرانس کے قدیم باشندون کو گال کہتے ہین - مِنہ مترجم

ضروری فرق نہین پایا جاتا۔

اسلئے اُس زمانہ کے آدمیون کو اس امر پر افسوس نہین کرنا چاہیے کہ وے اپنے اجداد کے قد کے برابر نہین ہین۔ دراصل شائستہ اقوام کے حال کی نسلون کو اپنے گذشتہ اجداد پر قد کی نسبت حسد کرنے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ اگر ہم مختلف نسلون کے قدون کا مقابلہ کرین جس سے انسانی اقسام کے درجے قرار دیجا سکین تو بہت بڑا فرق معلوم ہوگا۔ اس امر کا بہت زیادہ مبالغہ کے ساتھ پستہ قد اور طویل القامت لوگون مین تاریخی طور پر چرچا پھیلا ہوا ہے پستہ قد لوگ جو لونون مین شامل ہین اگر علیحدہ کئے جائین تو بونون سے مقابلہ کرنے کو بہت سے پاے جائینگے۔

ایک بونا جب ۳ فٹ سے کسیقدر نکلتا ہوا ہوتا ہے تو اُسے اُس نظر سے نہین دیکھتے یعنے پورا بونا نہین سمجھتے۔ اور جب وہ ۴ فٹ تک پہونچ جاتا ہے تو گویا بونون کے زمرہ سے خارج ہو جاتا ہے۔

اور چہوٹے قد کے آدمیون مین انسان کی چہوٹی نسلین - پانچ - اور جنکے اعضاء کی ترکیب باقاعدہ ہوتی ہے ۴ فٹ سے تہوڑی ہی اونچی ہوتی ہین - اسلئے وہ بونون مین شامل نہین ہو سکتے - بلکہ چہوٹے قد کے آدمیون مین - مختلف پیمانہ کے آدمیون کا مقابلہ بہت دلچسپ کام ہے -

ذیل مین جن نسلون کا بیان ہے اون کی رو سے سات - آٹھ فٹ والے آدمی استثناء مین داخل ہین - بلکہ دیوزاد کہلا سے جانے کے مستحق ہین درمیانی قد کے انسان بمقابلہ چہوٹی ڈیل ڈول والون کے تاہم بڑے ہین بڑے آدمیون مین سے درمیانی قد والے آدمیونکا مقابلہ چہوٹے آدمیون کے درمیانی قد والون سے کیا جائے تو وہ دیوزاد ہو سکتا ہے -

چہوٹے سے چہوٹے قد کے انسان کی درمیانی تعداد درازی جو ہمکو مختلف مسافرون اور تجربہ کار سیاحون سے دریافت ہوی درج ذیل کرتے ہین -

فرقہ اسکموس باشندہ لیپ لینڈ کا قد ۵ فٹ ہے۔ اور درمیانی قد کسیقدر چھوٹا ہے۔ یعنے کئی دفعہ پیمایش کے بعد کئی انچہ کم ثابت ہوا۔

افریقہ کے آکا لوگ جنکو شونفرت نے دیکھا ہے اسیطرح چھوٹی نسل سمجھی جا سکتی ہے۔

نگریٹوز جو فلپائین کے جنگلات واقع انڈیمن آئیلینڈا ور ملاکا کی جزیرہ نما مین رہتے ہین۔ بہت ہی چھوٹے ہوتے ہین۔

یہی حال میڈگاسکر کے بونون کا ہے۔

مگر ان سبہون مین بشمین (۱) کی نسل جو جنوبی افریقہ مین رہتے ہین اول درجے مین ہین۔ ان کے قد کا اوسط ۴½ فٹ سے بھی کم ہے

بخلاف ان کے اب ہم طویل القامت اقوام کیطرف توجہ دلاتے ہین۔ یعنی تاردیجین۔ کناڈین۔ باشندہ شمالی امریکہ۔ کافر۔ اور پیٹاگونس۔ باشندہ جنوبی امریکہ۔ اور پولی نیشین باشندہ

اوسط نکالا اِن فرقون کے قد کی اوسط سیاحون کے بیان کے بموجب ۵ ۳/۴ اور ۶ فٹ کے درمیان ہے۔ یعنے اِن اونچائیون مین ۱۳-انچہ کا فرق پایا جاتا ہے۔ اِن دونون ہندسون مین درمیانی ۸ ڈسمل ۵ فٹ ہوگا ..... بڑے قدون کا یہہ اوسط قد عموماً (انتھروپالوجسٹ) یعنے ماہران علم تاریخ انسان نے تسلیم کرلیا ہے کہ یہہ ناپ آدمی کی نسلون کی حسب اونکی درازی کے قریب قریب صحیح درجے بنانے کو ایک پیمانہ کا کام دےسکتا ہے۔

بڑی قد کی نسلین۔ وہ ہین جو ۵ ۱/۲ فٹ سے زیادہ ہون۔

اوسط قد کی نسلین۔ وہ ہین جو ۵ ۱/۴ فٹ سے ۵ ۱/۲ فٹ تک ہون۔

ادنی قد کی نسلین۔ وہ ہین جو ۵ ۱/۴ فٹ سے کم ہون۔

فرانس کی نسل جسکی اوسط درازی ۵ ۳/۴ فٹ ہے "اوسط نسل" مین شامل سمجھی جائیگی۔ ۰.۸ ۱-انچہ کا فرق جو مختلف انسانی نسلون کے درمیانی قد مین پایا جاتا ہے۔ بہت ہی کم ہے۔ ایسی ہی مثالین

مختلف اقسام جانوروں میں پائی جاتی ہیں جو بہت ہی زیادہ فرق رکھتے ہیں۔

مثلاً زولاجیکل پر غور کیجیے کہ بندر کی اکثر نسلیں ہیں جو باہم لحاظ صورت عرض۔ طول۔ اور حالتوں کے بہت زیادہ فرق رکھتے ہیں۔ کوئی شخص ایک چھوٹے اوسٹٹس اور ایک بڑے گورلا (۱) کو ایک ہی جانور کی نسل نہیں تسلیم کر سکتا۔ اسیطرح کی ناموافقت گھوڑے کی نسل میں پائی جاتی ہے۔ جیسے شٹلینڈ کے ٹٹو اور میکلنبرگ کے گھوڑی میں۔ ٹٹو اور بڑے چیرن میں۔ اسیطور پر گھوڑدوڑ (وہ تماشا گاہ جہاں گھوڑے اور گاڑیوں کے کھیل ہوتے ہیں) کے متعلق انتہائی اور کم از کم تعداد میں ناموافقت۔

برٹین کے چھوٹی اور ڈرہم کی بڑی گائی۔ لنیڈس کی چھوٹی بھیڑ اور انگلش ڈسلی کی بڑی بھیڑ میں بہت فرق ہے۔ الغرض انسانی

نوٹ (۱) اوسٹٹس۔ اور گورلا۔ بندر کی دو قسمیں ہیں۔ مگر چھوٹی بڑی۔

نسلون مین بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ درمیان مین لشمین اور پیگو مین کے اور درمیان لیپ اور نارویجین کے۔ جبتک ہم ایسے غیر معمولی قد جیسے بڑے آدمی سے چھوٹے آدمی کا مقابلہ نہ کرین کوئی زیادہ فرق نہین دیکھتے۔ یہہ فرق جو انسان کے مختلف نسلون کے قد مین ہے حالانکہ بہت کم ہے مگر بہر ملکون مین وہ آپ ہی آپ وقوع مین آیا مثلاً فرانس مین ہم دیکھتے ہین کہ بڑے اور چھوٹی نسلین پاس ہی پاس آباد ہین ایسے تفرقے بہت آسانی سے اُن نتایج کے اعتبار پر تصدیق کئے جا سکتے ہین جنکو لورڈ آف ریوزن نے حاصل کئے ہین۔ فرانس مین بہت اونچے اشخاص شمال و مشرق مین ہین۔ نارمن اور وندین لوگون مین اُسکنے کم اونچے ہین۔ جنوب اور جنوب و مغرب کے باشندون مین زیادہ لسپت قد پائے جاتے ہین جتنے رہون کے دادی کے علاقجات کے باشندے مستثنیٰ ہین فقط

محمد عبد الکریم خان آزاد گورکھپور

نیچر کی چیزون کی تسخیر مین ہزار درجہ زیادہ فائدہ ملکون کی تسخیر سے ہے

اس مضمون کے اوّل لفظ نیچر کا لکھا ہے۔ اس کے معنی بہت آدمی ٹھیک ٹھیک نہین جانتے اس لئے ضرور ہے کہ اس کے معنی ہم بیان کرین اور پھر نیچر کی بعض اشیاء کی تسخیر کے معنی لکھین۔ بعد اس مضمون کو بیان کرین۔

(۱) نیچر

یہہ لفظ آج کل ہماری زبان مین بڑی دہوم دھام سے رواج پاگیا ہے۔ اس پر بڑا غل شور مچتا ہے۔ ہر کس و ناکس کی زبان پر وہ چڑھا ہوا ہے۔ ظریفون کی مجلس مین نقل محفل ہے۔ نیچرون کی ظرافت کا سر پیچ ہے۔

بہت سے دلوں میں اس کی طرف سے نئے نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ بہت سے وسوسے وہ دل میں ڈالتا ہے۔ معانی بھی اس کے اپنی اپنی سمجھ کے موافق معلوم نہیں کیا سے کیا گھڑ سے جاتے ہیں۔ الغرض یہہ نیچر بھی غضب ہے۔ جب کسی زمانہ میں اس کے سمجھنے میں انسان نے غلطی کی۔ جھوٹا فلسفہ۔ جھوٹا اخلاق۔ جھوٹا مذاق اس نے پیدا کر دیا۔

(ا) نیچر کے حقیقی معنی پیدا ہونے کے ہیں۔ جسکا ٹھیک ترجمہ فطرت یا آفرینش ہو سکتا ہے مگر اس کے معنی یہہ بھی لئے جاتے ہیں کہ وہ خود پیدا کرتا ہے یا سبب پیدا ہونے کا ہوتا ہے۔

(ب) نیچر اُس قوت کا نام ہے جس کو اس خدا نے (کہ وہ کسی سے نہیں پیدا ہوا اور ساری موجودات کا پیدا کرنے والا ہے۔) ایسا بنایا ہے کہ وہ تمام موجودات عالم کی حفاظت کرتا ہے۔ اور سارے افعال و اعمال و اقوال انسانی کا ہادی ہوتا ہے وہ موجودات عالم میں ایک ترتیب اور انتظام ایسا قایم کرتا ہے جس سے کہ تمام عالم کے کام بقاعدہ مستمرہ

چل رہے ہیں۔

(ج) کبھی تو نیچر کے معنی ایسے وسیع لئے جاتے ہیں کہ وہ عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں پر حاوی ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان دونوں عالموں میں اپنا کام کرتا ہے اور کبھی اس کے معنی ایسے تنگ لئے جاتے ہیں کہ وہ فقط عالم اجسام ہی سے متعلق ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں وہ معنی تمام ارواح کے مقابل ضد میں کھڑے ہوتے ہیں۔

(د) تمام بادی اشیا خواہ وہ کسی طرح کے ہوں اُن کے جتنے قوار اور اسباب و خواص ہیں وہ نیچر کہلاتے ہیں۔ کسی خاص شے کے مثلاً پانی۔ آگ۔ درخت یا کسی جانور کے نیچر سے مراد یہ ہے کہ اس کے تمام قوار و خواص و طریقے جن کے موافق وہ اور چیزوں کا اثر قبول کرتا ہے۔ اور اوروں پر اثر کرتا ہے یعنے وہ تمام قابلیتیں اور استعداد جس کے کہ وہ ایک مظہر قدرت کو پیدا کرتا ہے۔ پس جب کسی.... خاص شے کے نیچر کے یہہ معنی ہوں تو خود نیچر تمام عالم کے خواص اور قوار

مجموعہ کا نام ہوا۔

(۱) نیچر کا لفظ آرٹ کے مقابل آتا ہے۔ آرٹ کے اصلی معنی قوت و ہنر کے ہیں مگر خیالی چیز کی صورت جسمانی بنانے کو آرٹ کہتے ہیں۔ قدرتی اشیاء کو انسان اپنے خیالات اور تجربوں سے ایسا درست بنا سے اور تیار کرے کہ جس سے کوئی ہمارا ارادہ اور مقصد پورا حاصل ہو اُسے آرٹ کہتے ہیں۔ اب اس لفظ کے مشتقات اور ترکیب توصیفی کے معنی لکھے جاتے ہیں۔

(۲) نیچرل قدرتی۔ سوپر نیچرل۔ فوق العادت۔

نیچرل وہ چیز ہے جو نیچر سے متعلق ہو لیس جو موجودات عالم میں ترتیب و نظام بقاعدہ مستمرہ عادت کے موافق ہے اس کو نیچرل کہتے ہیں اور اس کے مقابل میں سوپر نیچرل ہی جس کے معنی فوق العادت یا معجزہ یا خرق عادت کے ہیں۔ جب کسی چیز کو کہتے ہیں کہ وہ نیچرل ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جہان آفرین نے اس شے کیواسطے

یہہ امر ہمیشہ ازل سے ابد تک کے لئے مقرّر اور معیّن کر دیا ہے کہ وہ ایک ہی طرح سے ہوا کرے اور اس مین تغیّر و تبدل ہرگز کبھی واقع نہو۔ جب کسی چیز کو سوپر نیچرل یعنی فوق العادت کہتے ہین تو اس کے معنی یہہ ہوتے ہین کہ وہ چیز ہمیشہ واقع نہین ہوتی۔ جب خدا کی مرضی ہوتی ہی تو وہ کبھی کبھی واقع ہوتی ہی یا ایک ہی دفعہ واقع ہوئی ہے۔

کورس یا پاور آف نیچر۔

طریقہ یا قوت نیچر کے معنی ارادۂ الٰہی یا مشیّت ایزدی کے ہین یعنی ارادۂ الٰہی یا مشیّت ایزدی کے موافق ہمیشہ بقاعدہ مستمرہ ایک ہی طور سے واقعات کا پیش آنا خدا کی قدرت مین ہی کہ وہ اِس کورس کو بدل دے مگر اس نے کبھی بدلا نہین اور اس کے کمال کا اقتضا یہہ ہے کہ وہ اس کو کبھی نہ بدلے۔

نیچرل لا

ہم دیکھتے ہین کہ بعض واقعات ہمیشہ ایک حالت کے بعد واقع ہوتے

ہین اور یہہ حالت متقدمہ جسکو سبب یا علت یا اثر کہتے ہین خاص مسبب
یا خاص معلول یا خاص موثر پیدا کرتی ہے ۔ اور ہمیشہ اسباب متشابہ مشاہدہ
مین آتے ہین ۔ مثلاً جب ہم کسی چیز کو بے سہارے چھوڑ دیتے ہین
تو وہ زمین پر گر پڑتی ہے اس کو ہم نیچرل لا یعنے قانون فطرت یا
آئین قدرت کہتے ہین اب تم نے سمجھ لیا ہوگا کہ نیچر کن کن معنی مین بولا
جاتا ہے ۔ ہم نے اپنے مضمون کی پیشانی مین نیچر کے معنی وہ لئے ہین
جو (د) مین بیان کئے ہین اور نیچر کی کسی شے کے تسخیر کے معنی یہہ ہین کہ
ہم ان قوا اور خواص کو اپنے اختیار اور بس مین کر لین ۔

(ہ) اب ہم ثابت کرتے ہین کہ اس تسخیر سے جو انسان کے دولت و
اقبال علم و ہنر کی ترقی ہوئی ہے وہ کبھی ملکون کی تسخیر سے نہین ہوئی جب
دنیا نے نیا جنم لیا تھا اور دودھ پیتی بچہ تھی تو انسان کو فقط یہہ شوق تھا
کہ مین اپنے خاندان مین ۔ اپنے قبیلہ مین ۔ اپنے بستی مین اوروں سے
زیادہ ممتاز ہو جاوں ۔ اور لڑ جھگڑ کر اپنی برتری قایم کرون ۔ جب

دنیا کی اور عمر بڑہی اس نے پیر نکالے تو انسان کی یہ ہمت بڑہی کہ ملک گیری کر کے اپنی شان و شوکت و جلال و عظمت قایم کرون - پھر جب دنیا اور عمر مین بڑہی تو انسان کو جہانستانی اور جہانبانی کا شوق اپنی شان و شکوہ کے لئے پیدا ہوا - مگر جب دنیا نے عقل و ہوش سنبھالا اور جن ملکون مین انسان کی عقل و دانش کی افزائش ہوئی تو اب ہمکو رات دن یہہ اُدہیڑ بن لگی کہ نیچر کی چیزون کو تسخیر کیجئے -

اس فتحیابی مین جو منفعت اور دولت و حشمت و شان و شوکت کی ترقی ہے وہ ملک گیری - جہانستانی - جہانبانی مین نہین ہے - ملک گیری کی غایت یہہ ہے کہ حکومت و ثروت حاصل ہو - پرائی دولت اپنی ہو - بندگان خدا کی آسایش اور آرایش ہو یہہ سب باتین نیچر کی تسخیر سے چیزون کی تسخیر سے زیادہ حاصل ہو سکتی ہین - مثال کے طور پر اب تم کو ہم بتلاتے ہین کہ بجلی + (الکٹرسٹی) اور بخارات (سٹیم) کی تسخیر سے انسان کی دولت و اقبال نے جو ترقی حاصل کی وہ کبھی دنیا

مین انسان کو ملکون کی فتحیابی سے نہین حاصل ہوئی - اور جو مفید کام انکے طفیل سے انسان سے نہ سکے وہ کبہی تیغ زنی اور خون ریزی سے نہین ہوے -

دسہم - بجلی الکٹرسٹی -

آسمان پر گہٹا چہارہی ہے - بادلون کی چڑہائیان ہو رہی ہین - کڑک کی آواز دل کو دہلا رہی ہے - بجلی ایسی چمکتی اور کوندرہی ہے کہ آنکہون کو چکاچوند لگ رہی ہی مجہے اس بجلی کو دیکہکر یہہ خیال آیا کہ اگر مین سو پچاس برس پہلے پیدا ہوا ہوتا اور آسمان کا یہہ سما دیکہکر یہہ کہتا کہ یہی بجلی ہے جو دُور دراز فاصلون پر ہمارے درمیان آپسمین یون باتین کراتی ہی جیسے کہ ہم آمنے سامنے بیٹہہ کر کرتے ہین - حیدرآباد مین آقا ہوتا - اورنگ آباد مین ملازم - آقا نوکر کو پکارتا کہ جلد حاضر ہو - تو یہ بجلی آقا کی آواز کو نوکر کے کان مین پہنچاتی اور اس کے اس جواب کو آقا سنوادیتی کہ مین حاضر ہوتا ہون - ریل کی آنے کی دیر ہے

دلی کی جامع مسجد مین جمعہ کو مولوی صاحب ممبر پر بیٹہکر وعظ

فرماتے تو یہ بجلی تمام گھروں میں عورتوں اور بچوں کو گھر بیٹھے مولوی صاحب کا وعظ سنوا دیتی۔

کسی محفل میں کوئی زہرہ جبین حسین غزلیں لحن داؤدی میں گاتی تو یہ بجلی اس کی تمام غزلوں کو مع سریلی آواز کے امانت رکھتی اور جب ہمارا جی چاہتا کہ ان کو سنیں تو اسی آواز اور راگ و لہجہ میں سن لیتے کہ جسمیں سنتا تھا

حیدر آباد کے نیچے جو موسیٰ ندی بہتی ہے اس کے پانی کے زور کو بھی بجلی کام میں لاکر کلکتہ کے ہر گھر کو ایسا روشن کر دیتی کہ رات کا دن ہو جاتا۔

اگر ہمارا دشمن اپنا لشکر لئے پانچ سات میل پر پڑا ہوتا تو یہی بجلی اندھیری رات میں اس کے لشکر کو آہستہ بنا کے ہمارے سامنے لے آتی۔ ہم اسکو ایسا ہی دیکھتے۔ جیسے لشکرگاہ میں مشعلیں جلا کر دیکھتے ہیں۔

ہم حیدر آباد میں ہوتے اور ہمارا مال لندن میں کسی ہوٹل کے کمرہ میں صندوق کے اندر بند رہتا۔ اس کو چرانے کے لئے چور آتا اور قفل

کو ہاتھہ لگاتا تو یہی بجلی اُدہر اُس کے ہاتھہ کو وہ صدمہ پہنچاتی کہ چور اوندے منہ گرتا ۔ اور ادہر اُسی لحظہ ہم کو خبر کرتی کہ آؤ صاحب اپنے مال کی خبر لو۔ آپ کے خاطر سے چور کو مین پکڑے لئی ہون ۔

یہی بجلی ہمارے ہاتھہ مین ایسا قلم بنجاتی کہ لاکھون کوسون پر جو چاہتے ہم ایسے بیٹھے لکھا کرتے اور دشمنے کے دستے اس سے سیاہ کرتے ۔ اور اپنے مافی الضمیر کو اُن لوگون پر ظاہر کرتے جو زمین کی دُوسری طرف ہمارے قدمون کے نیچے رہتے ہین اور سارا کُرّہ زمین ہمارے اور اُن کے درمیان حجاب بن کر حائل ہو رہا ہے ۔ زمین اپنے محور پر ایک پورا دورہ کرنے نہین پاتی کہ اس عرصہ مین محیط زمین کے گرد کئی دفعہ وہ پیغام سلام ہمارے پہنچا دیتی اور اُنکا جواب لا دیتی ۔

یہہ میری باتین لوگ سنکر مجھے کہتے کہ دیوانہ سودائی ہو گیا ہے ۔ فصد کھلوانے کی ضرورت ہے ۔ زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے اور جو بات کہتا ہے ایسی انوکھی نرالی کہ کبھی دیکھی نہ سُنی ۔ عقل مین آئے

نہ فہم میں بلکہ ناممکن اور محال معلوم ہوتی ہیں۔ وہ جھوٹ کے گوسلے لڑکا ماہیے

کہ قصے کہانیوں کے سحر و طلسمات کو مات کرتا ہے۔ بہلا ہمارے قصوں

کا تو موضوع یہی ہے کہ جو بات اُس میں بیان ہو وہ نہ دیدہ ہو نہ شنیدہ ہو

بلکہ محالات میں سے ہو۔ یہ باتیں اِن سے بڑہ کر ہیں اب خداوند کریم

کی قدرت دیکھو کہ صرف نیچر کی ایک چیز کی تسخیر سے وہ باتیں کہ سو پچاس

برس پہلے ممتنع الوقوع معلوم ہوتی تھیں وہ اب روزمرہ مشاہدہ میں

آتی ہیں۔ جو پہلے مجذوبوں کی بڑ معلوم ہوتی تھیں وہ حکما کی تحقیقات

سے امور واقعی اور نفس الامری ہوگئے ہیں۔ اب جو باتیں اوپر بیان

کیں ہیں اُن کی تصدیق بالترتیب کرتے جاؤ تم آلہ شلیفون کو دیکھو جو بڑے

بڑے شہروں میں جا بجا نصب ہیں۔ بعض اضلاع میں صاحب ضلع

کی کچہری اور پولیس کے اسٹیشنوں میں نصب ہیں جہاں اُن کے ذریعہ

سے ایسی باتیں ہوتی ہیں جیسے روبرو ہوتی ہیں۔ ہم اُن کے اندر اونچی صاف

آواز سے بولیں تو وہ ہماری آواز وہاں پہنچا دیگے جہاں تو لوں کی ونا

اور ڈھولوں کی دھون دھون بھی نہین سنائی دیتی۔

کبھی کبھی بعض پروفیسر انگلستان سے آن کر یہان تماشا دکھاتے ہین کہ وہ ایک آلہ ہین جو شخص اپنی باتین اپنے ہی لب ولہجہ مین دیر کے بعد سنی جائین اسکی باتین بجلی کے حوالہ کر دیتی ہین وہ اپنے پاس اسکو امانت رکھتی ہے جب چاہیے اسکو لیلیجئے۔ اور اس سے اپنی باتین اس طرح سن لیجئے کہ گویا ہم ہی ان کو دوبارہ بول رہے ہین۔ یہہ بجلی گویا ہمارا دماغ بن گئی۔ پہلے جو باتین ہم نے دماغ سے نکالین تھین انھین کو اب اس بجلی نے نکالا۔ اس آلہ کے ذریعہ سے ہم اپنی بچپنے کی باتین بڑھاپے مین اسی طرح سن سکتے ہین جیسے کہ خردسالی کی تصویر پیرانہ سالی مین دیکھہ سکتی ہین۔

بہت جگہہ پانی کے زور سے کلین چلتی ہین جنسے بجلی نکلتی ہے۔ اور اسی نلون کے ذریعہ سے گھر گھر روشنی کرتے ہین۔ امریکہ مین اہل علم یہہ تجویز کر رہے ہین کہ آبشار ناگرا جس کا پانی بڑے زور شور سے گرتا ہے

اس کے زور سے کلین چلاکر اتنی بجلی پیدا کیجئے کہ سارے امریکہ کا
گھر گھر روشن ہو جائے۔ امریکہ بجا سے خود ایک نئی دنیا ہے۔
جس کو ایک آبشار کے پانی کے زور سے چاند سے زیادہ روشن
کرنا چاہتے ہین۔
ابھی مصر کی لڑائی مین بجلی کی روشنی کے ذریعہ سے اندھیری راتون مین
دشمنون کے مورچون کا حال تین چار میل پر ایسا دریافت کرلیا کہ اگر
وہان جاکر منون تیل جلاتے تو نہین دریافت ہوتا۔
یورپ اور امریکہ مین بعض سرکاری خزانون بنک کے خزانون جوہریون کے
مال دار کوٹھون مین مال و زر کے صندوقون مین اور پولس کے اسٹیشن
مین بیٹری اور تار کے ذریعہ سے ایسی حکمت ایجاد کرلی ہے کہ اگر کوئی
خزانہ کو چور ہاتھ لگائے تو اُسی وقت پولس کو خبر ہو جائے۔ اور وہ
خود آ دوڑا جائے۔ چور کو گرفتار کرلائے۔ پہلے تار برگنج ایک
افسانہ تھا کہ وہ کسی کو خزانہ بغیر مستحق کے نہین لینے دیتا آب تار برگنج

ایک امر واقعی ہی تار برقی کا حال تو بچہ بچہ کو معلوم ہے۔ ہمارے ملک میں یہان جال بچھا ہوا ہے۔

سمندر مین ہندوستان و انگلستان کے درمیان جسمین پانچ چھہ ہزار میل کا فاصلہ ہے تار لگا ہوا ہے کوئی دن ایسا نہ ہوتا ہوگا کہ یہان کے گورنر جنرل وایسراے اور انگلستان کے وزیر ہند کے درمیان دو چار باتین معاملات ملکی کی نہ ہوتی ہون گی تمام شایستہ ملکون مین تارون کے جال پھیلے ہوئے ہین۔ لندن کی خبرین ہندوستان مین ایک دن کے اندر اجاتی ہین اتنی دیر جو لگتی ہے تو اس سبب سے کہ اثناء راہ مین کئی جگہ حرج ہوتا ہے ورنہ اس سے بھی کہین جلد خبرین آجاتین۔ اسی بجلی کے تار نے تجارت کا بازار چمکا دیا ہے۔ لمحہ لمحہ مین شہرون اور ملکون مین آپسمین جنسون کے بھاؤ۔ سکون کے مبادلے ہنڈویون کے سٹے بازی مال کی در آمد بر آمد کی خبرین آتی رہتی ہین تار کا اثر بڑا اخبارون پر ہوتا ہے۔ تم انگریزی اخبارون مین روزنہ تار کی خبرین لکھتے دیتے ہونگے

کہ کہان کہان سے وہ آتی ہین - بڑے بڑے شہرون مین اخبار نویسون کے ایجنٹ رہتے ہین جو تمام واقعات ضروریہ کی اخبارون مین خبرین بھیجتے ہین سوا اس کے جہان کہین میدان کارزار گرم ہوتا ہے وہان طرفین کی سپاہ مین اخبار نویسون کے ایجنٹ ہوتے ہین جو ڈاک اور ان تارون کے ذریعہ سے میدان جنگ مین خبرون کی اشاعت ساری دنیا مین کر دیتے ہین - بجلی کے تارون کو لگا کر ہم جس جگہ کا حال چاہین روز دریافت کر سکتے ہین گو وہ جگہ کا لے کوسون پر قیامت کی راہ پر کیون نہ ہو - اس سے زیادہ کوئی شعبدہ و معجزہ بھی تعجب خیز نہین ہی -

اب ہم نے دیکھہ لیا کہ یہ بجلی ہی ہمارا ایک برق رفتار ہے کہ جسکی گرد کو ہوا بھی نہین چہو سکتی -

یہی ہمارا ایسا مشعلچی ہی کہ جو ہم کو اندھیرون مین چاند سے زیادہ روشن کرتی ہے -

وہی ہمارا پیغام رسان ہے جو ہماری آواز کو بجنسہ ہمارے دوستون کے پاس بے کم وکاست پہنچا دیتی۔ ایک آنکھہ مین ہزارون آنکھون کا نور پیدا کرتی ہے۔

وہی ہمارے مال کی محافظ ہے۔ جو ہمارے دولت کی وہ حفاظت کرتی ہے کہ نہ کسی انسان سے ممکن ہے۔ نہ کسی حیوان سے چوکیدار اور سکیے اس کے آگے ہیچ ہین۔

وہی ہماری امین صوت ہے جو ہماری برسون کی آوازون۔ نغمون راگون گیتون۔ ٹپے۔ ٹھمریون کو امانت رکھتی ہے۔ جب ہم چاہین اس سے اپنی امانت کو لے لین گویا وہ دوسرا ہمارا دماغ اور گلا ہے۔ یہہ تو بجلی کے وہ بڑے بڑے کام ہین جو کسی دوسرے سے ہونے ممکن ہی نہین۔ اگر اس کے اور چھوٹے چھوٹے کامون کا شمار کرین تو وہ ایک طومار ہے۔

وہ ہماری ملمّع ساز ہے۔ ہزارون تانبے کے برتنون کو چاندی کا

زیادہ سفید اور سونے سے بڑھ کر سنہرا کر دیتی ہے۔

وہ کیمیاگر ہے کہ اس کو ہمارا اسرار اگر سونے چاندی سے زیادہ

سنہرا رُپہلا بنا دینا کچھ بات ہی نہین ہے۔

کیمیاگرون کے سیم وزر بنانے کے شعبدے اس کے آگے خاک

ہین اور لوہار و بڑھئی اور سیکڑون صنعت گرون کے کام وہ کرتی

ہے۔ غرض خواہ اُس کو امورات سلطنت مین خواہ اُس کو امورات

سلطنت مین خواہ تجارت و زراعت و صنعت کے کارخانون مین دیکھین

تو وہ وہ کام کرتی ہے کہ جس سے دولت و حشمت کا باب ہم پر

وا ہوتا ہے۔

بخار (اسٹیم)

جیسا مین نے بجلی کی نسبت کہا اسی طرح اگر ایک دریا کو

دیکھتا کہ وہ زور سے چڑھا چلا آتا ہے اور اسمین موجون کا ایک تلاطم اٹھ

رہا ہے اور لہرون کا لہرا لہراتا ہوا چلا جاتا ہے اور اس کو مین یہ

کہتا کہ وہ انسان کا جلاہا بنے گا۔ لاکھوں تہان ہزاروں طرح کے
کپڑوں کے میرے لئے بنیگا۔ ایک سال اتنا کپڑا بنے گا کہ ساری
دنیا کے جلاہے جمع ہو کر بنتے تو بن سکتے۔

وہ انسان کا لہار اور بڑہئی بنے گا۔ ہزاروں آلات اور ضرورت
کی چیزیں زیبائش اور آرائش کے اسباب جھٹ پٹ ایسے تیار
کرے گا کہ میں ان کو ارزاں قیمت پر بیچ کر ہزاروں خریدار پیدا
کرونگا اور کروڑوں کی دولت کماؤں گا۔

وہ انسان کے لئے پریس میں بنے گا جو ایک دن میں اتنے اخباروں
کو چہاپ دیگا کہ اگر اُن کا بچھونا بچھایا تو ایک شہر میں بچھ جاے اتنی
کتابیں چہاپ دیگا کہ اُن کے انبار لگاؤ تو اہرام مصری بھی ان کے آگے
بونے نظر آئیں۔

وہ انسان کے لئے سپہ سالار ایسا بنے گا کہ تہوڑے سپاہیوں
سے بہت سے سپاہیوں کا کام لیگا۔ جہاں برسوں میں سپاہ

کا اجتماع دشوار تھا وہاں ہفتوں مین جمع کر دیگا۔

وہ انسان کا خان سامان ایسا ہوگا کہ انسان کے دسترخوان پر دنیا کے الوان نعمت کو چنے گا۔ دور دور کے تر و تازہ میوے ڈال کے ٹوٹے لگاسے گا۔

وہ انسان کا ایسا مرکب بنے گا کہ مہینون کی کڑی کڑی منزلین دنون مین طے کر آئیگا۔

وہ انسان کے واسطے ایک میانجی صلح کل کرانے والا بنے گا کہ جو قومین شمشیر بدست ایک دوسرے کی سرزنی کرتی ہین ان کے ہاتھ تجارت کے لئے ملاسے گا۔

غرض کوئی خدمت باقی نہین رہے گی کہ وہ انسان کی نہین کریگا۔ کوئی اس سے زیادہ ارزان خدمت گار کارگزار نہ ہوگا۔ کوئی اس سے زیادہ صنعت گر پر ہنر نہ ہوگا۔ وہ انسان کو انسان بناسے گا۔ ساری اس کی وحشت کے اسباب مٹا کر مہذب و شائستہ بنا دیگا۔

یہ باتین میری سن کر لوگ یہی گمان کرتے کہ مجھکو بادلے کتے نے
کاٹا ہے جو دریا کے پانی کو دیکھہ کر یہہ بادلے پنے کی باتین کرتا ہون
میری باتین جو ہذیان معلوم ہوتی ہین وہ فقط نیچر کی ایک چیز کی تسخیر
ہونے سے مشاہدہ و تجربہ مین روز آتی ہین ریل کو دیکھو کہ جس نے
سواری اور باربرداری مین آسانی اور تیز رفتاری پیدا کردی ہے
تمہارے نزدیک تو یہہ سواری اور باربرداری فقط ٹٹو گدہے کے لادنے
اور گاڑی چھکڑے کے بھرنے کا ایک ذلیل سا کام ہے - مگر مہذب
ملکون مین یہ سواری اور باربرداری ایک فن ہی جس کی آسانی اور
تیز رفتاری کے لئے بڑے بڑے عاقل اپنے وقت گران بہا کو صرف
کرتے ہین اس کی آسانی اور تیز رفتاری سے اتنی منفعت انسان کو
حاصل ہوتی ہے کہ سلطنت اس کے آگے کچھہ مال نہین - وہ ایک
ایسی نعمت ہے کہ کوئی دنیاوی نعمت اس کے برابر نہین - بلکہ دینی نعمتین
بھی اسی سے حاصل ہوتی ہین -

یہی ایک فن بزرگ ہے کہ جس کے طفیل سے محنت وفکر کا سرمایہ اور خود اہل فکر وصاحب ہنر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے ہین۔ کوئی ملک دنیا کے پردہ پر ایسا نہین ہے کہ جس نے وحشت کے احاطے سے قدم باہر رکہا ہو اور اس فن کی تکمیل کا خیال نہین کیا۔ ابتداء آفرینش سے کبہی اس فن کی وہ ترقی نہین ہوئی جو انیسوین صدی مین ہوئی۔

وہ ترقی کس چیز سے ہوئی اسی سیٹم دبخارات) کی بدولت

یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ قومون کی دولت وحشمت کی ترقی بغیر تجارت نہین ہو سکتی صنعت اور زراعت کی بہی جان تجارت ہے۔ اسی تجارت سے صنعت اور زراعت کو بہی رونق ہوتی ہے۔ تجارت کی زیادہ تر رونق باربرداری کی آسانی اور تیز رفتاری پر موقوف ہے۔

جو اشیا کہ ہم تجارت کے لئے خرید کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے ہین اس مین باربرداری کا خرچ اور تجارت کے

خرچ جیسی بہا اور اس مدت کا سود جو ان اشیا کے لیجانے مین لگتا ہے
شامل ہوتا ہے - بہت سی چیزین ایسی ہین کہ وہ اپنی جگہ مین کچہہ قیمت
نہین رکہتین بلکہ اِن کی باربرداری کا خرچ ان کی قیمت ہوتی ہے جیسے پانی -
مٹی - بعض ایسی چیزین ہوتی ہین کہ جہان وہ ہوتی ہین مضر ہوتی ہین
باربرداری سے وہ فائدہ مند ہوتی ہین جیسی - کہات - غلاظت -
کوڑا کرکٹ - لعضی چیزون کی نصف قیمت سے زیادہ باربرداری کا
خرچ ہوتا ہے - اب تم روئی کی باربرداری کا خیال کرو کہ وہ
کیا نصف دنیا کی برابر چکر کرتی ہے - یہان ٹٹو گدہون گاڑی چھکڑون
مین لدکر بیوپاریون کے پاس آتی ہے - یہان دب کر اُسکی گہٹریان بندہتی ہین - پہر
وہ لدکر بمبئی کلکتہ کی بندرگاہون مین جاتی ہین اور وہان سے جہازون مین بھری جاتی ہین -
انگلستان کی لورپول کی بندرگاہ مین اتاری جاتی ہین - وہان سے کپڑون کی
کارگاہون مین بہیجی جاتی ہین - وہان کپڑا بنا جاتا ہے - پہر اس کپڑے
کی باربرداری کا حال وہی ہے جو روئی کا تہا -

اب تم ذرا غور سے دیکھو کہ روئی وہی درخت ہے جس کو یہانکے لوگ ہزاردن برس سے جانتے تھے۔ بتاؤ جب تک یہان ریل جاری نہین ہوئی تہی جیسی اس کی باربرداری آسان اور ارزان ہوئی کبھی اس سے یہان کے لوگون نے ایسی دولت کمائی ہو جیسی کہ اب کماتے ہین۔

روئی کی بدولت ہم انگلستان کی دولت اتنی کہینچتے ہین کہ اگر اس کی کسی حصہ کی تسخیر کر لیتے تو اتنا فائدہ نہین ہوتا۔

زراعت کی پیداوار کا حجم عموماً بڑا ہوتا ہے اور قیمت کم ہوتی ہے۔ اسواسطے باربرداری کے خرچ کو اُن کی قیمت مین بڑا دخل ہے جن ملکون مین باربرداری کا خرچ زیادہ ہے وہان زراعت کی چیزون سے کم فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بہت سی چیزین وہان ارزان اور بے قدر پڑی رہتی ہین اور نقل مکان کی دشواری سے وہ دوسری جگہ جا کر مہنگی نہین بک سکتین۔ اس کی مثال ملک کشمیر ہے کہ جہان بہت سے پہل اور میوے لذیذ لذیذ ایسے پیدا ہوتے ہین کہ اگر وہ پنجاب

و ہندوستان مین چلتے تو بہت قیمت پاتے - مگر اس سبب کہ وہان

باربرداری کا سامان درست نہین اس لئے وہان پڑے رہتے ہین - ڈہور

ڈہنگر کہاتے ہین یا کہات کے کام آتے ہین -

اس ریل کی بدولت جانداروں کو تیز رفتار بنا کر بہت فائدہ پہنچایا

پہلے مویشی اور جاندار جو ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے تھے - تو

تکان راہ سے بعض مرجاتے تھے - بعض مردہ کی صورت ہوجاتے تھے

لاغر و ناتوان تو سب ہوجاتے تھے خرچ راہ کے زیادہ ہونے سے

ان کی قیمت بڑہ جاتی تہی - اس لئے خریدار گہٹ جاتے تھے - اب وہ

ان ریلون مین سوار ہو کر ان منزلون کو دنون مین طے کرتے ہین جن کو اپنے

ٹانگون سے مہینون مین طے کرتے تھے - ان کو سفر سفر ہی معلوم نہین ہوتا -

جیسے تازہ توانا سوار ہوتے ہین ویسے ہی منزلون پر اترتے ہین قاعدہ

ہے کہ اسباب تجارت مین جو مدت نقل مکان مین لگتی ہے اسکا سود قیمت

مین داخل ہوتا ہے اسی طرح جب آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہین تو

جو وقت سفر مین صرف ہوتا ہے اسکی قیمت اوسکا خرچ اور اس اجرت سے جو وہ اپنی محنت سے حاصل کرنے بغیر کی جاتی ہے - جو مسافر دانشمند اعلےٰ درجہ کے ہوتے ہین ان کے وقت بھی زیادہ قیمت کا ہوتا ہے پس سواری کی تیز رفتاری مسافرون کے لئے عموماً اور کاریگرون اور پیشہ ورون اور مزدورون کے لئے خصوصاً زیادہ فائدہ پہنچاتی ہے اور ان کو زیادہ دنون تک بیکار نہین رہتی - ان غریب اہل حرفہ پاس سوا طاقت جسمانی کے کچھہ اور سرمایہ نہین ہوتا - انکی خواہش کم و بیش مختلف مقامات مین ہوتی رہتی ہے - اگر ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے مین زیادہ روز لگین تو وہ بھوکے مرنے لگین - بھیک مانگنے کی نوبت انکی ہو جاتی - پھر طاقت جسمانی بھی گھٹ جاسے - اگر ان کے ہانسے والے خرچ راہ دین - اور ان کے سفر مین عرصہ لگے - اور وہ وہان پہنچکر کام بنائین - تو کام مہنگا پڑے گا - اور جو چیزین ایسی تیار ہونگین وہ گران ہونگین اس لئے ان کی خریداری کم ہوگی اور منفعت کم ہوگی -

اب ایک قاعدہ اور سنو کہ باربرداری کی رفتار جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کی رفتار کے مربع کے موافق رقبہ زمین پر اشیاء تجارت اور مسافروں کی آمد و رفت کی آسانی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک دائرہ کی شکل کا رقبہ لین جس کے مرکز پر اشیاء مثل میوؤن وغیرہ کے بغیر بگڑنے اور سڑنے کے آجاتی ہین اب اگر باربرداری کی رفتار دوگنی ہوجاسے تو اس رقبہ کا نصف قطر دوگنا ہوگا اور اس نصف قطر کے دوگنا ہونے سے دائرہ کا رقبہ چوگنا ہوجاسے گا۔ کیونکہ دائرون کے رقبون مین وہ نسبت ہوتی ہے جو نصف قطرون کے رقبون مین۔

اب آپ کسی کارخانہ مین خواہ کپڑا بننے کا ہو۔ یا سوت کاتنے کا۔ یا چونہ بنانے کا۔ یا آٹا پیسنے کا۔ یا اسلحہ جنگ ڈھالنے کا۔ یا لُہار کے کامون کے بنانے کا۔ یا اخبارون اور کتابون کے چھاپنے کا تو آپ کی عقل حیران ہوگی کہ یاالٰہی یہ کیا طلسم ہے کہ ہزار پانچ سو آدمی کرورون آدمیون کا کام کررہے ہین۔

جس شہر مین یہ کارخانے ہین اگر اس مین لاکھ آدمی رہتے ہین تو دو سو کروڑ آدمیون کا کام ان کلون سے کر سکتے ہین - ایک ایک آدمی ہزار آدمیون کا کام کر سکتا ہے - ان کلون کی طاقت کا حساب اگر گھوڑون کی کیا ہاتھیون کی قوت سے اندازہ کرین تو ایک بجلی بن کے ہاتھیون کی قوت ملکر وہ کام نہ کرے جو ایک کل کام کر رہی ہے -

خلاصہ اس تمام بیان کا یہ ہے کہ پانی نے اسٹیم پیدا کیا - اسٹیم نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ خشکی مین ریل کو چلایا تری مین جہازون کو چلایا - جہاز اور ریل کے چلنے نے باربرداری کے خرچ گھٹایا - تیز رفتاری کو بڑھایا - اس باربرداری کی آسانی اور تیز رفتاری نے تجارت کا بازار ساری دنیا مین چمکایا - اس تجارت کے چلنے نے انسان کی دولت و اقبال کو بڑھایا -

انگلستان جس کو کرۂ زمین پر یا نقشہ زمین پر آپ دیکھین تو ایک تھگلی برابر نشان نظر آئیگا - اس کی آبادی پر خیال کرین تو معلوم نہین

کتنے ملکوں کے بعد اس کا نمبر آئے گا۔ مگر اس کے آدمی فقط اس نیچر
کی ایک چیز کی تسخیر سے اتنا کام کر لیتے ہیں کہ ہندوستان میں جتنے آدمی
رہتے ہیں اس سے چوگنی لیکر اتنا کام کرنا چاہیں تو نہیں ہو سکتا۔ کوئی ملک
ایسا کم بخت ہوگا جہاں انگلستان وہ اپنی صنعت کی چیزوں کو نہیں پہنچاتا
ہوگا اور وہاں سے روپیہ نہیں کماتا ہوگا۔

اس نے انسان کی آسائش اور آرایش کی چیزیں اتنی بنائی ہیں
کہ دنیا کو بہشت بنا دیا ہے۔

یہہ فائدے اور منفعتیں ملک گیری اور جہاں ستانی میں کہاں ہیں۔
جو صرف نیچر کی ایک چیز کی تسخیر میں ہیں۔ زمانہ آئندہ آنے والا ہے کہ
انسان جیسا کہ اپنا فخر جہاں ستانی و جہانبانی پر کرتا تھا وہ نیچر کی فتحیابی
پر کریگا اور جسم انسانی کے واسطے دنیا ہی کو ایسی بہشت بنا دیگا کہ جسمین
تکلیف ذرا نہ ہوگی فقط

محمد ذکاء اللہ

النظر فی التاریخ

آج کل یورپ کے بڑے بڑے مصنفون اور مدبرون کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی مضمون پر کتاب لکھتے یا لکچر دینا چاہتے ہین تو اسپر اسقدر زور دیتے ہین کہ گویا قوم اور ملک کے لئے اس سے زیادہ ضروری اور مفید چیز کوئی نہین ہے۔ ہر ایک مصنف اپنی قوم کو اُسیکے طرف متوجہ کرتا ہے اور اُسی مضمون کی ضرورت کو ظاہر کر کے نیکنامی اور شکریہ کا مستحق بنتا ہے۔ راقم کا مطلب النظر فی التاریخ لکھنے سے یہ نہین ہے بلکہ وہ ہندوستان کے لٹریچر مین مشہور و معروف رسالہ حسن کے ذریعہ سے تاریخ کی نسبت اپنی راے کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔

مین اس مضمون مین کسی خاص ملک یا قوم یا بر اعظم کی تاریخ سے

بحث نکرونگا نہ خاص بادشاہون کے کارنامے بیان کرونگا۔ بلکہ نفس تاریخ کے مفہوم سے بحث کرکے تمام دنیا کی تاریخ کو دو حصون مین بیان کرونگا۔

باوجودیکہ زمانہ حال مین تاریخ کا درجہ علوم وفنون مین ریاضی اور فلسفہ کی درجہ کے برابر سمجہا جاتا ہے۔ بلکہ بعض حالتون مین اس سے برتر لیکن اب تک تاریخ کی ترقی مسدود نہین ہوئی ہمارے زمانہ مین علم کے تین شعب تاریخ۔ تذکرہ یا ترجمہ (بائیگریفی) اور مباحث آپسمین ملکر اس طرح یکسان ہوگئے ہین اور اٹھاروین صدی عیسوی سے مصنفون نے ان تینون کو ملاکر ایسے اعلی درجہ پر پہنچایا ہے کہ تاریخ کو فلسفہ کہلی کہنے لگے ہین۔ طب۔ فلسفہ۔ اور قانون کیطرح تاریخ کے بہی بیشمار سلسلے ہین۔ اور مورخون کی ایک گروہ کی تاریخ دوسرے گروہ کی تاریخ سی اسقدر مختلف ہے کہ جسقدر لٹریچر اور ریاضی آپسمین متضاد سمجھے جاتے ہین۔ انگریز۔ فرانسیس۔ اور عرب۔ مورخون کے نزدیک تاریخ

سے قومی زندگی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور سلف کے حالات دیکھکر خلف اپنی اصلاح کر سکتے ہین۔ گذشتہ قومون کی غلطیان دیکھکر اپنی غلطیان درست کر سکتے ہین۔ اُن کی خطائین اُنکو خطا سے بچا سکتے ہین اور عقلمندی اور حکمت کا سبق قدیم وحشی اور شائستہ قومون سے سیکھہ سکتے ہین۔

جرمن کے حکیم کہتے ہین کہ تاریخ سے ہماری موجودہ پولیٹکل حالت پر کچہہ اثر نہین پڑ سکتا اور نہ اس سے ہمارے اخلاق اور عادات درست ہو سکتے ہین۔ بلکہ حقیقت واقعہ کے ٹھیک ٹھیک بیان کا نام تاریخ ہے۔

ہیگل جرمن کا ایک بڑا مورخ حکیم تھا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اور قومون کو تو تاریخ لکھنے کا شوق ہے اور ہم ہمیشہ یہی تلاش کرتے رہتے ہین کہ تاریخ کس طرح پر لکھنے چاہیے۔ ہیگل پھر تاریخ کی تین قسمین اسطرح کرتا ہے۔

(۱) خالص تاریخ یعنی وہ تاریخ جسمین جو واقعہ اور اثر انکھون سے گزرتا ہے یا جو اورون سے سنا ہے اسکو بلا تغیر و تبدل درج کر دیتے ہین اور راوی کے کلام کو بجنسہ رکھتے ہین - اور اسکے مطلب مین دخل نہین دیتے ؁

(۲) وہ تاریخ جو غور و خوض سے لکھی جاسے اور جسمین مصنف اپنی تمام لیاقت اس امر کی تحقیق مین صرف کرتا ہے کہ کونسا واقعہ تاریخی لحاظ سے درست ہے اور ان وجوہات کو جانچتا ہے جن سے بعض غلط واقعات مشہور ہو جاتے ہین -

اس قسم کی تاریخ کا مصالح زیادہ تر پہلی قسم کی تاریخ ہوتی ہے جس قوم مین ذلکر مشتری موجود ہو وہی اسکے مہذب ہونے کی کافی دلیل ہے

(۳) تیسرے قسم کی تاریخ کا نام ہیگل نے فلسفۃ التاریخ رکھا ہے

ہیگل جرمن کا ایک مشہور و معروف مورخ اور حکیم گزرا ہے جسنے اٹھارہ سو اٹھارہ ۱۸۱۸ء سے اٹھارہ سو اکیس ۱۸۲۱ء تک برلن دارالسلطنت پرشیا (جرمن) تاریخ کے فلسفہ پر لکچر دئے ہین ؛

اس سلسلہ مین تاریخ کو ایک نوع کا فلسفہ سمجھکر اس سے نتایج استخراج کئے جاتے ہین اور تمام واقعات کو ایک سلسلہ مین مسلسل کر کے اور انکو ایک سمجھکر اسباب اور نتایج سے بحث کیجاتی ہے اس دانشمند مورخ نے پھر اس ایک سلسلہ کو مختلف شاخون مین تقسیم کیا ہے۔ لیکن ہیگل کی رائے کو چھوڑ کر یہان ہم یورپ اور ایشیا کے طریقہ تاریخ پر بحث کرنا چاہتے ہین۔

آج کل یوروپ مین جس طریقہ سے تاریخ لکھنے اور تاریخی واقعات کا کھوج لگانے اور پوشیدہ باتون کی تنقیح کرکے نہایت قرین قیاس اسباب بعض واقعات کے مقرر کرنے کا دستور ہے وہ بلا شبہہ ہمارے ایشیائی تاریخ سے بہت برتر اور اعلی ہی۔ حال کا مورخ جس مصالح اور ماخذ سے اپنی تاریخ کے مطالب کا استخراج کرتا ہے اور جس عالمانہ طریقہ سے اپنی تاریخ کا طرز تحریر مقرر کرتا ہے اور جو باتین عام آدمیون اور اچھی نظر سے دیکھنے والون کو صاف اور بدیہی معلوم

ہوتی ہیں انہیں عمیق نظر سے دیکھتا ہے اس سے علمی دنیا میں اسکی قوم کی ترقی لیاقت اور شائستگی کا صاف ثبوت پایا جاتا ہے۔ اس قسم کی تاریخ سے قوم کے خیالات میں تازگی اور جوش قایم رہتا ہے اور تاریخ کے وسیع میدان میں غور وخوض کرنے کے لئے ہمیشہ ایک وسیع میدان کھلا رہتا ہے۔ کتب خانوں میں ہمیشہ اصلی اور علمی کتابوں کی تعداد بڑہتی جاتی ہے اور اس تاریخی الماری سے علم ادب یا لٹریچر کی ترقی کا اندازہ معلوم ہوتا رہتا ہے۔

پہلے زمانہ میں تاریخ لکھنے کا معمول یہہ تھا کہ واقعات کو خود انہوں نے دیکھکر یا اوروں سے سنکر (جو اکثر حالتوں میں غیر معتبر اور بیہودہ شہادت ہوتی تھی) قلمبند کرتے تھے۔ اسکو اُس زمانہ کی محدود ترقی کے مانند مورخ کہتے تھے۔

ٹھیک ٹھیک حال معلوم نہیں ہے کہ تاریخ لکھنے کا رواج دنیا میں کس زمانہ میں شروع ہوا ہے لیکن یہہ خیال کرتے ہیں کہ چین سب سے

پہلا ملک اور چینی سب سے پہلی قوم ہے جنکو تمام جہان مین یہ فخر حاصل ہے کہ انہون نے واقعات کے قلمبند کرنے کے فن کی تقریب کی ہے۔

حضرت عیسٰے سے تین ہزار سال پیشتر سے شاہنشاہ چین کے حکم کے موافق ایک وزیر کا فرض تہا کہ جو واقعات تمام قلمرو مین واقع ہون انکو روزانہ قلمبند کرے اور ماہواری اور سالانہ رپوٹین تیار کرے ۔

(۲)

اس کے بعد سب سے زیادہ مشہور ملک مصر ہوا ہے جسنے قدیم زمانہ مین تہذیب مین بہت کچھہ ترقی کی ہے لیکن ہمکو اسکی تاریخ کا کچھہ نشان نہین ملتا اور غالباً اس زمانہ مین کوئی مصری مورخ نہین گزرا۔ مگر موجودہ تحقیقات سے جنکا ذکر یورپ کے طریقہ تاریخ مین کرینگے اس زمانہ کا کچھہ

---

(۱) **چین** دنیا مین سب سے زیادہ پرانی سلطنت سمجھی جاتی ہے اور جو حال اسکا پانچ ہزار سال پیشتر تہا جو اس زمانہ کی سرکاری تاریخون سے معلوم ہوتا ہے وہی انیسوین صدی کے آخر مین موجود ہے۔

حال معلوم ہوا ہے۔

ہندوستان کی شائستگی قریب قریب مصر ہی کے ہمعصر پائی جاتی ہے بلکہ بعض مورخ اسکو مصر سے بھی زیادہ قدیم خیال کرتے ہین۔

ہندوستان مین بھی تاریخ لکھنے کا رواج نہین ہوا اور نہ واقعات کا کوئی معتبر رجسٹر مل سکتا ہے۔ خیالی راجاؤن اور مہاراجاؤن کی لمبی لمبی فہرستین موجود ہین مگر انکا اعتبار رامائن اور مہابھارت سے بھی کم کرنا چاہیے۔ اسلیئے اس قدیم دنیا کو تاریخی لحاظ سے تاریکی مین سمجھنا چاہیئے۔

ہندوستان کی آرین قومون کو چھوڑکر اب ہمکو بنی اسرائیل کی سامی قومون پر نظر ڈالنی چاہیئے (جنکا زمانہ غالباً حضرت عیسیٰ سے ایک ہزار سال اور آنحضرتؐ سے سترہ سو سال پہلے سے شروع ہوتا ہے) مذہبی مورخون کے نزدیک یہودیون کی کتابین یعنی عہد عتیق دنیا کی سب سے زیادہ معتبر تاریخین ہین۔ لیکن بے لاگ اور سچے مورخون کے نزدیک

ان کے معتبر ہونے مین کلام ہے - اگرچہ راقم کے نزدیک بائبل کا تمام حصہ کسی طرح پر تاریخی لحاظ سے صحیح نہین ہو سکتا لیکن اسمین بہی شک نہین ہو سکتا کہ انمین ایسے واقعات بہی بیان ہوے ہین جنکا وقوع ضرور ہوا ہے ۰

اب اہل چین اور اہل مصر اور اہل ہند کی بت پرست شائستگی اور بنی اسرائیل کی الہامی تہذیب کے بعد یونانی اور رومیون کی روشن اور اعلے درجہ کی شائستگی شروع ہوئی جسمین حکمت و فلسفہ - توحید اور بت پرستی عجیب طرح سے ملی ہوئی تہی ۰ درحقیقت تاریخ جسکو تاریخ کہنا چاہئے ہے یونانیون مین شروع ہوئی اور ان حکما نے جنکے دماغ حکمت اور فلسفہ سے روشن تھے آخر مین آکر تاریخی واقعات کے لکھنے کا ارادہ کیا - زنوفن (جو ایک عملی حکیم اور بہادر جرنیل اور معتبر مورخ تہا لیکن سب سے بڑا فخر شاید یہہ تہا کہ اسکو سقراط کے شاگرد رشید ہونے کی عزت حاصل تہی) نے دس ہزار یونانیون کی بازگشت کی تاریخ اس عمدگی اور اصلیت سے

لکھی ہے کہ اسکو ہیگل کی پہلی قسم کی تاریخ کا نمونہ کہہ سکتے ہین رومیون نے بھی غیر الہامی شائستگی مین کچھ کم ترقی نہین کی بہ نسبت اہل یونان کی۔ لیکن اس زمانہ تک تاریخ نے عام علم ادب مین کوئی اصلی اور واقعی ترقی نہین کی۔ حضرت عیسے پیدا ہوئے اور چلے بھی گئے۔ اور یورپ کے وحشی قومون نے سینٹ پال کی کوشش سے دین عیسوی قبول بھی کرلیا اور بہت سے مباحثہ کے بعد کئی سو برس گذرنے پر مسئلہ تثلیث جو فلسفہ افلاطون کا نتیجہ تہا مذہب عیسوی کے اصول دین مین قرار پاگیا مگر روما کی سلطنت نے دین عیسوی کے ماتحتی مین کوئی بڑی ترقی نہین کی۔ تاریخین لکھی گئین مگر اس درجہ سے گری ہوئی۔

سلطنت ایران یعنے پارسیون کی سلطنت نے جو روما اور قسطنطنیہ کی سلطنت کے ہم پلہ اور ہمسر تہی معلوم نہین تاریخ لکھنے کیلئے قلم اوٹہایا یا نہین کیونکہ سکندر کے حملہ نے تمام تحریرات مذہبی اور تاریخی کو برباد کردیا اور یونانیون کی عداوت سے اونکا قدیمی حال معلوم نہین ہوسکتا۔

لیکن اب دنیا کی تاریخ مین ایک انقلاب عظیم ہونیوالا تھا اور قاعدہ کے موافق جس طرح صبح صادق کی روشنی سے پہلے تھوڑی دیر سیاہی نمودار ہوتی ہے اسیطرح نبی اسلام کے بعثت سے پہلے دنیا مین ہر قسم کا ظلم - تاریکی - جہالت - عصیان - طغیانی - اور بداخلاقی جہان مین چہا رہی تھی - جو لوگ - تاریخ کو غور سے پڑھتے ہین اونپر یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے کہ تاریخ کا اور دنیا کا زمانہ حال کب سے شروع ہوتا ہے -

مختلف لحاظون سے مختلف زمانون کو زمانہ حال کہہ سکتے ہین - طوفان نوح کے بعد کے زمانہ کو زمانہ حال اس حثیت سے کہہ سکتے ہین کہ اسمین تمام طبقات ارض پر کوئی ناگہانی آفت نہین آئی - یورپ کے مورخ کالون - اور لیوتھر - کی اصلاح مذہب سے زمانۂ حال لیتے ہین کیونکہ اس زمانہ سے پوپ کے اختیارات سلب ہوکر تہذیب کا زمانہ شروع ہوا ہے - لیکن مصنف کے نزدیک ۵۲۳ ۱۷ء سے صدیون پہلے

پوپ کا بہت کم اثر یورپ کی قومون پر رہا تہا۔

اس لئے تہذیب شایستگی اور کامل وحدانیت کی تعلیم کے لئے آنحضرت (علیہ وعلیٰ آلہ السلام) کے بعثت سے زمانہ حال سمجھنا چاہیے۔ یہہ امر مذہب کی تاریخ مین مفصل بیان ہونا چاہیے۔

الغرض یہہ بات تو مسلم ہے کہ اول اہل عرب نے یونانیون کے مردہ اور محدود علوم کو زندہ اور وسیع کیا۔ ہمکو تو یہان صرف تاریخ سے بحث ہے، اور یہہ بات مشہور ہے کہ دنیا کی قومون مین تاریخ کا سب سے زیادہ شوق عرب کو ہوا ہے۔ وہ جہان کے ہر گوشہ مین جس جگہ اپنی فتوحات کو پہیلاتے تہے اس شوق کو بھی ہمیشہ اپنے ساتہہ لیجاتے تھے جس حد تک اونہون نے تاریخ مین ترقی کی ہے اسکا بیان آگے کرتے ہین۔

اس بات کو تسلیم کر کے کہ زمانہ حال کی تاریخ کی ترقی کے مقابلہ مین شاید عرب کے تمام مورخون کو مورخ کے لقب سے ملقب نہین کر سکتے۔ لیکن اُس زمانہ کے لحاظ سے انہون نے اعلےٰ درجہ تک ترقی کی ہے۔

اہل عرب مین تاریخ کا ایک شعب (جو اِن سے پچھلے دنیا مین کسی قوم مین نہین ہوئی اور نہ اوسکے بعد قومون مین پایا جاتا ہے) روایت کا سلسلہ تھا۔

یعنے جب کبھی وہ کوئی تاریخی واقعہ قلمبند کرنا چاہتے تھے تو اسکے ساتھ اپنے اطمینان اور آیندہ نسلون کے اعتبار کے لیئے بیان کرنے والے کا نام بھی لکھ دیتے تھے اور صرف بیان کرنیوالے ہی کے نام پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ یہ بھی کہ اس بیان کرنے والے نے (جسکو ان کی اصطلاح مین راوی کہتے تھے) کس سے سُنا ہے اور اس سلسلۂ استفسار کو یہان تک پہنچاتے تھے کہ کسی ایسے معتبر اور مقدس نام تک منتہی ہو جس کے کلام مین کسیکو جائے کلام نہ ہے۔

اس طریقہ استفسار مین بھی مولف یا مصنف اس کلام کو اسیقدر وقعت دیتا تھا جسقدر راوی کی راست بیانی اور دیانت داری پر اعتبار ہو سکے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ طریقہ علم حدیث (۳) ہی مین محدود تھا۔ نہین بلکہ

---

(۳) راقم مضمون کے نزدیک علم حدیث بھی ایک قسم کی تاریخ ہے۔

اسکو معمولی تاریخ مین بھی کام مین لاتے تھے۔

پہر انہون نے اس تاریخی تنقیح کے لئے ایک اور علم ایجاد کیا وہ "رجال اور اسانید" کہتے تھے۔ اسمین ہر ایک راوی کی شخصی خصلت اور ذاتی تقدس پر اسکی اطلاع یا روائت کا اعتبار ہوتا تھا۔

اب تک غیر قومون نے دوسری قومون کی تاریخ مین دخل نہ دیا تہا مگر عرب نے نہ صرف اپنی تاریخ لکھنے پر بلکہ یوروپ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ تری اور خشکی جہان جہان انکی رسائی ممکن تھی اس پر تاریخ لکھنے کے لئے قلم اٹہایا تہا۔ جس قوم کو انہون نے فتح اور جس کو فتح نہین کیا جس کسیکا جو حال معلوم ہوتا تھا حوالہ قلم کرتے تھے۔

اول وہ جس قوم کی تاریخ لکھنی چاہتے تھے اسکی زبان کو بہت احتیاط سے سیکھتے تھے اور وہان کے باشندون کی طرز معاشرت۔ رسوم و آداب زندگی کا مطالعہ کرکے۔ ان کے علما اور پروہتون سے دریافت کرکے ان کے مذہبی اصول معلوم کرتے تھے۔ شاعرون کے کلام سے

افسانہ کی کتابون سے۔ بوڑہے بوڑہے آدمیون سے پرانی عمارتون سے اس قوم کا حال معلوم کرتے تھے۔ شہرستانی صاحب ملل و النحل اور حکیم ابوریحان البیرونی کی تاریخ الہند اسی طریقہ سے لکہی گئی ہین ✦ بیرونی لکہتا ہے کہ مین ہندوستان کے راجاؤن کی ایک فہرست کا ذکر سنکر غزنی سے قنوج تک آیا مگر ناکام گیا۔

اعلےٰ درجہ کی تاریخون مین بادشاہون کے زمانہ سلطنت۔ خانہ جنگیون۔ لڑائیون کے علاوہ تاریخی اشخاص کی خصلت پر نکتہ چینی۔ طرز معاشرت۔ قوم کے علم و فضل کا حال۔ باغات عمارات شائستگی و تہذیب و علم ادب کی ترقی کا بیان مل سکتا ہے۔ علامہ ذہبی کی تاریخ۔ المقری کی تاریخ اندلس۔ ابن خلدون کی تاریخ اور اسکا مقدمہ دیکہنے والا ان واقعات کی تصدیق کر سکتا ہے۔

اہل عرب مین روزنامچے یا تزک۔ سفرنامے۔ جغرافئے بھی بکثرت ملسکتے ہین اور یہ بھی علم تاریخ کی شاخین ہین۔ تیمور اور بابر کے

تزک (۴۷) شریف ادریسی - ناصر خسرو - ابن بطوطا کے سفرنامے - ابوالفدا اور ادریسی کے جغرافئے دیکہنے والا معلوم کر سکتا ہے کہ ہمارے بزرگون نے کہان تک ترقی کی ہے -

اہل عرب کی تصنیفات کو بر انصاف سے دیکہنے کے لئے اسباب کا بیان کرنا بہی ضرور ہے کہ مورخ کو خیال رکہنا چاہئے کہ کسقدر کتابین لاکہون انبار لگا لگا کر اسپین کے وحشی عیسائیون نے جلا ڈالین - کتنی لاکہہ کتابین جنکی شاید دوسری نقل بہی کبہی نہوئی ہوگی - خانہ جنگیون - خونریزیون انقلابات سلطنت اور سیل تاتار نے برباد کین - ہندوستان کے مرہٹون - سکہون - جاٹون - اور پٹہانون کے اٹہاروین صدی کی فساد اور لوٹ مار نے ہمارے لٹریچر کو کسقدر صدمہ پہنچایا ہے کسقدر تاریخین جاہل نسلون کی جہالت اور چہاپہ خانے کے نہونے کے سبب سے تلف ہوئین - کیڑے سے کہائے گئے اور غرق ہوگئین -

---

(۴۷) مسلمان ہونے کی حیثیت سے مصنف نے انکو عربون مین شمار کیا ہے -

اہل عرب نے تاریخ اور اوسکے مددگار علوم مین جو کارنامے کئے ہین انکا بیان چہوڑکر اب یوروپ مین اس علم کی ترقی کیطرف متوجہ ہوتے ہین اٹہارویں صدی عیسوی کے شروع یعنی اورنگ زیب کی وفات سے یوروپ مین وہ ترقی ظاہر ہونے لگی جسنے اسکو ایشیا سے برتر اور اعلیٰ درجہ پر قایم کیا ہے اور تقریباً اسی زمانہ سے تاریخ ہی عمدہ طریقہ سے لکہنی شروع ہوئی ۔

مین اس مقام پر انگلستان ہی کے مورخون کو ذکر کرونگا کیونکہ انہین سے مجکو زیادہ واقفیت ہے ۔

حال کی تاریخی طرز کا بانی مشہور ومعروف مورخ گبن (ڈورڈ) تہا۔ اٹہارہوین صدی کے ربع چہارم مین اس نے شہرت پائی ہے اور ابہی اپنی تاریخ لکہنی شروع ہی نہین کی تہی کہ مشہور ہوگیا تھا کہ گبن مسلمان ہوگیا ہے (۵) اسنے ۱۲ جلدون مین سلطنت روما کے تنزل وزوال

---

(۵) بوسول کی "لائف آف جانسن" اور کارڈ منکا کارس کا ریویو ملاحظہ ہو۔

کی تاریخ لکھی۔ یوروپ کا کوئی شائستہ ملک نرہا جسمین اس تاریخ کا

فورا ترجمہ نہوا ہو۔ گبن پہلا مورخ تہا جسنے مسلمان کے ساتھہ انصاف

کیا ہے یہی بہادر شخص تہا جسنے ۱-۲۰ جلدون مین مسلمانون اور عیسائیونکا

مقابلہ کیا ہے۔

گبن کے بعد یوروپ کے اکثر مورخون نے یہی طرز اختیار کرلی اور گبن ہی

کے طریقہ تحقیق وتدقیق کو پسند کیا۔ راقم کے نزدیک اگر ہندوستان

کے مسلمان تاریخ کے فن مین کچھہ کرنا چاہتے ہین تو انکو گبن ہی کا آسان۔

عمدہ اور صاف راستہ اختیار کرنا چاہئے گبن کے بعد سے فی الحقیقت

انگلستان مین اصلی اور عمدہ مورخ پیدا ہونے لگے۔ روبرٹسن۔ مکالے

اور کارلائل سب کے سرتاج ہین۔

لارڈ مکالے جس کی وفات کو تیس برس ہی نہین گذرے انگلستان کی

مشہور نثارون اور مورخون مین گزرا ہے۔ اسکے ریویو سب سے

زیادہ مشہور اور مفید ہین لیکن انمین وہ غریب مصنفون کی بہت ہنسی اڑاتا ہے

اور اسی طرز سے اسنے انگلستان کی تاریخ لکھنی شروع کی جو ۴ جلدون مین ناتمام رہی۔ اس زبردست اور ہر دل عزیز مصنف کا بڑا عیب یہہ تہا کہ وہ اپنی پارٹی (جماعت) یعنی لبرل کے سوا سب بادشاہون وزیرون۔ اور مصنفون کا ذکر نہایت حقارت اور تمسخر سے کرتا ہے اور عبارت کے زور مین آکر واقعات کی پروا نہین کرتا۔

مکالی کا ہمعصر ایک اور بڑا حکیم اور مورخ ہوا ہے جسکی وفات کو آٹھہ سال ہوئے ہونگے۔

یہہ کارلائل ہے۔ اسکا طریقہ تحریر اور فلسفہ جرمن والون سے ماخوذ تہا مگر تاریخ لکھنے مین اسنے عجیب و غریب طرز ایجاد کیا ہے۔ جو نہ گبن سے مشابہ ہے نہ مکالے کے مانند ہے۔ اس تحریر مین صرف و نحو کے قواعد کی بالکل پروا نہین کرتا۔ اسکی سب سے اعلی تصنیف فریڈرک شاہنشاہ پرشیا کی لائف ہے جسکو مکالے نے بھی لکھا ہے۔

کارلائل کی تاریخون کا ڈہنگ چونکہ ہندوستان کے باشندونکی

طبایع کے بالکل مختلف ہے اسلئے اسکا بیان چھوڑ کر اب مین یہہ بیان
کرتا ہون کہ یورپ مین مورخ تاریخ کو کس طرح پر لکھتے ہین اور ہمارے
مصنف اسکو کہان تک استعمال کر سکتے ہین۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ اہل عرب تاریخ کو کس طرح سے
لکھتے تھے۔ اب دیکھنا چاہئیے کہ اہل یوروپ نے اسکو کسقدر وسعت
دی ہے۔

یوروپ کا مورخ جب تاریخ لکھنے بیٹھتا ہے تو وہ اسکے لئے
کن چیزون سے کام لیتا ہے۔

سب سے زیادہ قدیم تاریخین اور واقعات کی فہرستین ہین
جو ہمعصر مورخون نے کسی خاص زمانہ کی تاریخ کی بابت لکھی ہین۔ ان
ہمعصر تاریخون کا آپسمین مقابلہ کیا جاتا ہے اور ان کے مصنفون کی لائف
پر غور کرکے یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ آیا بعض اسباب سے اسکو واقعات
غلط معلوم ہوئے ہین یا کسی خاص پولٹکل یا مذہبی فرقہ مین ہونے سے مصنف

نے اپنی راے بے لاگ ظاہر کی ہے یا نہین - پہر مختلف تاریخون کا مقابلہ کرنے سے سب سے زیادہ قرین قیاس اور غالب راے قایم کی جاتی ہے - نہ صرف تاریخون کو بلکہ اس زمانہ کے سرکاری دفتر اور رجسٹر وسرکاری خطوکتابت کو - صوبون کی رپورٹون کو - دربار کے اعلان اور احکامات کو - عدالت کے فیصلون اور مذہبی مناظرون کو اگر اوس زمانہ مین کسی نے اپنا روزنامچہ لکہا ہے تو اسکو تلاش کرتے ہین اور غور وخوض سے نتیجے نکالتے ہین -

کسی خاص زمانہ آدمی - قوم یا شہر کے تاریخ لکہنے کیلئے پرائویٹ خطون کو تلاش کرتے ہین مقامات جنگ کے لاحظہ کے لئے خود مورخ اس جگہ جاکر ہر لڑائی کی ٹہیک جگہ متعین کرتا ہے - اور نقشہ کہینچکر اپنے پاس رکہتا ہے - قوم کی تہذیب طرز معاشرت اور اخلاقی حالت کا صحیح صحیح اندازہ کرنے کے لئے اس زمانہ کی تصانیف علمی - قصہ کہانی اور افسانہ کی کتابون - ڈراما - ناول - لکچر - تقریرین - سیاحون کے

سفرنامے لنڈ سے نکالتے ہین۔ لیکن جن قومون کے حالات ان تمام وسائل سے بھی معلوم نہوسکین اور امتداد زمانہ سے انکے حالات بالکل تاریکی مین ہون توانکا اس قوم کی زبان۔ رنگ خط وخال۔ عادات و اطوار و مذہبی افسانون کا مقابلہ اور قومون سے کرکے اور کوئی مشابہت دریافت کرکے کھوج لگاتے ہین۔ موجودہ عمارتون کو دیکھکر انکی عمارت کی شہادت سے انکی بانیون کی تہذیب۔ انتظام سلطنت۔ اور عظمت کا قیاس کرتے ہین۔

جوطریقے کہ ہمنے تاریخ لکھنے اور واقعات کو استنباط کرنے کے بیان کئے ہین انہین یا ویسے ہی وسائل سے لائف لکھتے ہین کیونکہ تاریخ کسی خاص قوم یا ملک یا غرض کی سوانح عمری ہوتی ہے لائف کسی خاص شخص کی سوانح عمری کا نام ہے۔

انیسوین صدی مین تاریخ نے اسقدر ترقی کی ہے کہ اب ان چیزون کی تاریخ بہی لکھی گئی ہے جو صرف ذہنی اور خیالی ہین اور جسکو ہم مجسم

کر کے نہین دکہا سکتے یعنے جو غرض ہین - فی الحقیقت یہ تاریخ اور یہی تاریخ اس تمام پہلی تاریخ کا لب لباب اور خلاصہ ہے اور یہی آخر الذکر تاریخ ان تمام بیشمار تاریخون کا جو پہلی لکہی گئی ہین نتیجہ - گویا تمام دنیا نے اب سے پہلے یہ بیشمار تاریخین اسی غرض سے لکہی تہین کہ وہ اس نئی قسم کی تاریخ کا انیسوین صدی مین مصالح ہین -

یہہ تاریخین جیسے تہذیب کی تاریخ - علم ادب کی تاریخ - شاعری کی تاریخ - فلسفہ اور حکمت کی تاریخ - یورپ کی دماغی اور عقلی ترقی کی تاریخ پکار پکار کہتی ہین کہ اب پرانی تاریخ اور نئی تاریخ مین وہی فرق پیدا ہونیوالا ہے - جیسا کہ چہکڑے اور ریل گاڑی مین - جیسا کہ حال کے جنگی جہاز اور جمنا کی بادی کشتیون مین - جیسا کہ قدیمی تلوار اور حال کے آلات حرب مین جیسا کہ قدیم بت پرستی اور تثلیث اور توحید مین -

اب مین گویا اس مضمون یعنی النظر فی التاریخ کے دیباچہ کو لکہہ چکا ہون اور اصل مضمون کو جسکا اشارہ مین اسی مضمون مین کر دونگا میں یا کوئی

زیادہ لایق آدمی امید ہے کہ اسی زمانہ مین پورا کریگا لیکن اس مضمون کو بتانے سے پہلے مین قوم کے خیرخواہون کی خدمت مین اس رسالہ حسن کے ذریعہ سے ایک عرض کرتا ہون اور اس امر کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہون کہ جس قسم کی زندہ اور عملی تاریخ کا مینے ذکر کیا ہے اس سے ہماری زبان اور قوم کو کسقدر فائدہ ہو سکتا ہے۔

اسمین شک نہین ہے کہ ہماری (ہندوستانیون کی عموماً اور مسلمانون کی خصوصاً) قومی زبان اردو ہی ہے اور ملک کی زبان ہونے کی جو کچھ طاقت اس زبان مین موجود ہے وہ ہندوستان کی کسی اور زبان مین نہین - لیکن اس زبان مین اس قسم کی کتابین نہین ہین جنسے اس قسم کے خیالات کی تقریب ہوتی ہے جو یورپ مین لٹریچر کے پڑھنیوالے پر کھل جاتے ہین اسلئے قومی خیرخواہون کا سب سے اعلی اور انتہی کا فرض ہے کہ جہان تک ہو سکے آئندہ نسلون کے لئے ایک آسان اور عمدہ راستہ صاف کرین اور جو لوگ انگلش لٹریچر سے فیضیاب نہین ہو سکتے انکے

واسطے اپنے لٹریچر کے درجہ کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا ئین لیکن اب دیکھنا چاہئے کہ ہمکو کس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے اور کس قسم کا لٹریچر موجود ہے جو لٹریچر موجود ہے وہ نظم ہے جو تمام دنیا کے بدترین لٹریچر مین سے ہے اور جس نے قوم کی مردانہ اور آزاد خصلت بنانے کی نسبت قوم کو دیوانہ بنانے کی زیادہ امید رکھنی چاہئے - اگر ہمارے اردو لٹریچر کی تمام کتابین جمع کیجائین تو انمین سے (۵۰) فیصدی یہی ناشدنی نظم ہوگی! ان سے کیا فائدہ ہے اور اون کے معدوم ہونے سے کیا نقصان ہے - شائد اسکا جواب مدوجزر اسلام کے اس شعر سے بہتر نہو سکے کہ ؎

"وہ کر جائین ہجرت جو شاعر ہمارے — کہین ملکے خس کم جہان پاک سارے"

اب پہلے سوال پر غور کرنا چاہئے کہ اگر موجودہ لٹریچر کافی نہین ہے تو کس قسم کی کتابون کی ضرورت ہے - اسمین شک نہین کہ ضرورت ہے لٹریچر سے مراد ریاضی - فلسفہ - طب - سائنیس اور ہیئت نہین ہے

اور نہ یہان اس سے بحث ہے بلکہ علم ادب ہے۔ مین بغیر دلائل
بیان کئے اپنی ناچیز راے ظاہر کرتا ہون کہ ہمکو نہ ڈراما کی ضرورت ہے نہ
ناول کی۔ قصّے اور افسانے ہمکو بدنام کرنے کے لئے پہلے ہی سے
موجود ہین۔ اسلئے اگر ضرورت ہے تو زبان مین زور صفائی اور روانی
پیدا کرنے کے لئے ہسٹری۔ اور بایو گرفے (تاریخ و تذکرہ) کی ضرورت
ہے یہ ایک ایسا دعوے ہے کہ اسکی دلیل خود دعوی مین موجود ہے
اسلئے اس امر کو فرض کر کے کہ قوم نے لایق اور نصیحت دینے والے
آدمیون کی سوانح عمری اور اثر ڈالنے والی۔ خیالات کو پاک کرنیوالی۔
دلیرانہ خصلت پیدا کرنیوالی تاریخ (جسمین حقیقتاً الف لیلی بھی شامل ہی)
کی ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے۔ مین اپنے مضمون کا مقصد پیش کرتا ہون۔
تمام دنیا کی مختلف اور اصلی تاریخین دیکھنے سے انسان کے
دل پر جو اثر پیدا ہوتا ہے اسکو تاریخ کا نتیجہ کہنا چاہئے اسلئے جب
تمام قومون ملکون باشندون کی مجموعی ترقی اور تنزل دیکھتے ہین۔

شخصی اور جمہوری نزاعین - بادشاہون کی آپس مین لڑائیان - خانہ
جنگیان - خون ریزیان - بغاوتین مشاہدہ کرتے ہین اور یکسان اسباب
سے یکسان نتایج کے پیدا ہونے پر غور کیا جاتا ہے - قومون کی - ملکی
مذہبی - مدنی - اور اخلاقی - انقلابات پر نظر کرتے ہین - کبھی انکی دلیر
قوم کو اپنے بادشاہ اور ملکہ کو گنڈاسے سی اڑاتے ہوے اور کبھی اسی
فرانسیسی قوم کو ایک سپاہی نپولین کی شخصی حکومت مین قومون کو
کچلنے کیلئے ہتیار تیز کرتے ہوئے دیکھتے ہین - نمرود اور ابراہیم
کے مناظرے - رومن کیتھلک اور پراٹسٹنٹ کی خونریزیان - لبرال
کنسرویٹیو کے فسادات سب کے سب مین ایک ایسی مشابہت پائی جاتی
ہے کہ یہہ خیال خود بخود دل مین پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ کیا ہے اور اسکا
کیا مقصد ہے -

مصنف کے نزدیک تمام دنیا کی تاریخ اور انقلابات کی اصل
دو لفظون کے مفہوم مین ہین - تمام فسادات کسی نہ کسی طرح انہین دو لفظون

کے اسباب تھے اور ہر تاریخی واقعہ انہیں لفظون کا نتیجہ ہے وہ لفظ کیا ہین (۱) مذہب اور (۲) آزادی۔

واعظون کے وعظ۔ حکما کے خیالات۔ سائنس والون کی تحقیقات مدبران سلطنت کی رائین۔ بادشاہون کے حملے۔ تاجرون اور مصنفون کی کوششین یا تو آزادی۔ اور مذہب کی تائید کے لیے ہین یا انکی مخالفت کے لئے۔ اگر یہہ نہین تو وہ کچھہ نہین ہین۔

انسان کو مذہب سے کیا تعلق ہے۔ مذہب انسان کے دل کو مقناطیس کے کشش کے مانند کھینچتا ہے۔ فطرت انسانی لوہا ہے اور مذہب کشش مقناطیسی ہے۔

مادہ کے لئے جس طرح پر کشش ثقل ضروری ہے ایسا ہی انسان کے لئے آزادی ہے اگر کشش ثقل کو مادہ سے نکال سکتے ہین تو آزادی کو انسان سے جدا کر سکتے ہین اسلئے

حصہ ۲

آزادی انسانی مرضی کے لئے وہی شئے ہے جو ثقل مادہ کے لئے ہے۔

فریمین کا قول ہے کہ مذہب کا صحیح خیال اول بنی سام (یعنے عرب ویہود) مین پیدا ہوا اور آزادی کو آرین قومون نے ٹھیک سمجھا۔ لیکن ہم اس خیال کو تسلیم نہین کرینگے کہ مذہب (توحید باری) کسی خاص نسل مین اور آزادی کسی خاص قوم مین محدود ہوئے ہین جو اصول ہمنے مقرر کئے ہین اُنکے موافق مذہب آزادی ہر فرد انسان کی روح اور مرضی کے لئے لابدی ہین۔ اس لئے بعض مقامی اسباب ہین جیسے قوم کی خاص صفات ملک کی حالت آب وہوا۔ امید وخوف اور دیگر بیرونی اثر جنسے مذہب اور آزادی معدوم نہین ہوسے بلکہ انکی شکل بدلگئی ہے۔

(اگر مذہب اور آزادی کی تاریخ لکھی جائے تو انیسوین صدی کی دماغی ترقی مین بہت بڑی

مدد ملیگی

غلام الثقلین بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔